قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کی معتبر کتب کی روشنی میں بوقت موت اور اس کے
بعد کفن دفن، ایصال ثواب، عدت، وصیت، وراثت کے مسائل کا مستند مجموعہ

سوالاً جواباً

فہرستِ کتاب

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیّٖن

اَمَّا بَعۡدُ! فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

الحمدللہ! میری کتاب میّت کے احکام تکمیل کے بعد آپ کے ہاتھ میں ہے۔ میں اپنے پروردگارِ بے نیاز کا نیاز مند ہوں جس کی توفیق سے مجھے اس کی تالیف میں کامیابی ملی۔ موت ایک ایسی حقیقت ہے جس کا کوئی انسان انکار نہیں کرسکتا، جو اس فانی دنیا میں آیا اس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور فی زمانہ مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ علمِ دین سے دوری کی وجہ سے اپنے بنیادی عقائد ومسائل سے ناواقف نظر آتے ہیں۔ دنیا کی بڑی بڑی ڈگریوں کے حاملین کو دیکھا ہے کہ اسلام کے بنیادی ستون جیسا کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے مسائل سے ناواقف ہیں۔ اسی طرح میت کے متعلقہ مسائل کا بھی حال ہے بلکہ میت کے مسائل کی حالت تو ان سے بھی کہیں زیادہ افسوس ناک ہے۔ میت گھر میں پڑی ہے اور مسلمان ہونے کے باوجود لواحقین میں سے ہر بندہ سوچ میں پڑا ہے کہ اب اسے کیسے رکھنا ہے؟ اس کے ساتھ کیا کرنا چاہئے؟ غسل کیسے دینا ہے؟ کفن کیلئے کتنا کپڑا ہو گا؟ اور کفن کیسے بنانا ہے؟ جنازہ کیسے اٹھانا ہے؟ کیسے لے کر چلنا ہے؟ جنازہ کس نے پڑھانا ہے؟ کیسے پڑھنا ہے؟ قبر کیسے تیار کرنی ہے؟ میت کو قبر میں کس نے اور کیسے اتارنا ہے؟ دفنانے کے بعد کیا کرنا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی کہ چلیں اگر مسائل معلوم نہیں تو اہل علم سے معلوم کرلیں۔ اللہ کریم قرآن مجید میں ہمیں اسی کا حکم ارشاد فرماتا ہے چنانچہ سورۂ نحل میں ارشاد ہوتا ہے:

فَسۡـَٔلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۳﴾ (پ14، نحل:43)

ترجمہ کنز العرفان: اے لوگو! اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے پوچھو۔

لیکن بد قسمتی سے کچھ بے علم لوگ ایسے ضدی ہوتے ہیں کہ کوئی بات تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوتے، بس عقل کے گھوڑے دوڑاتے ہیں، اپنی خواہش نفس، اپنی بنائی ہوئی اور غلط قِیاس آرائیوں کی بنیاد پر ایسے ایسے اقدام کرتے ہیں جو کسی بھی طرح ان کے حق میں اور میت کے حق میں درست نہیں ہوسکتے۔

اسی نازک صورتِ حال کے پیش نظر میں نے اس کتاب کے مرتّب کرنے کا ارادہ کیا۔ میں نے اس کتاب میں جان کنی کے وقت، غسل، کفن، جنازہ لے جانے، نمازِ جنازہ، قبر ودفن، تعزیت، عدّت، ایصالِ ثواب، زیارتِ قُبور، وصیت، وراثت کے مسائل کو شامل کیاہے اور حتّی المقدور کوشش کی ہے کہ ان معاملات میں درپیش زیادہ تر مسائل کا احاطہ ہوسکے نیز میں نے ان مسائل کومرتب کرنے میں نے طوالت سے بچتےہوئے اختصار سے کام لیا ہے۔ لیکن جن مسائل میں تفصیل کی ضرورت محسوس کی ان کو دلائل شرعیہ کے ساتھ قدرے تفصیل سے بیان کیا۔

جملہ مسائل میں کتبِ فقہ کے مُتون وشُروح کے جزئیات کی اصل عبارتیں ذکر کیں اور انہیں اصل کتابوں کے حوالہ جات سے مزیّن کیااور عربی عبارات کا آسان اردو ترجمہ کیاتا کہ اردو داں بھی ان سے استفادہ کرسکیں۔ جن کیلئے قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ فقہِ حنفی کی معتبر کتب مثلاً فتاویٰ شامی، فتاویٰ عالمگیری، درِّ مختار، بدائع الصنائع، ہدایہ، جوہرۃ النیرہ، فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ امجدیہ اور ان کے علاوہ بہت سی دیگر کتب و فتاوی جات (جنہیں آپ دوران مطالعہ جان سکیں گے) سے استفادہ کیاہے۔

میں نے اپنی کتاب شیخ الحدیث والتفسیر مفتیٔ اہلسنت مفتی **محمد قاسم قادری** مدظلہ العالی کو پیش کی، جو ماشاء اللہ تقریر و تدریس اور تحریر کے ساتھ ساتھ افتاء کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں اور خصوصاً پرانے اور نئے فقہی مسائل پر ان کی عبقری نظر ہے۔ انہوں نے اپنی قیمتی مصروفیات میں سے وقت نکال کر اس کو پڑھا اور مفید مشوروں سے نوازا، جہاں جہاں اصلاح کی ضرورت تھی اصلاح فرمائی۔ اللہ پاک انہیں اس کی بہترین جزا عطا فرمائے اور اس کتاب کو میری، میرے والدین، میرے اساتذہ کرام، پیر و مرشد اور اقربا کی بخشش کا ذریعہ بنائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ابو اُسید محمد جنید رضا عطاری مدنی

پہلا باب

موت کے وقت توبہ یا اسلام قبول کرنا

سوال: اگر کوئی موت کے وقت اپنے گناہوں سے توبہ کرے یا کوئی کافر اسلام قبول کرلے تو کیا یہ توبہ اور اسلام قبول ہو گا؟

جواب: جب موت کی علامات ظاہر ہوں، غیب کا مشاہدہ کرلے اس کے بعد اگر توبہ کرے تو اس وقت کی توبہ اور اسلام قبول نہیں۔ہاں اگر اس سے ایک لمحہ پہلے بھی توبہ کرلے یا اسلام لے آئے تو وہ قبول ہے۔اللہ پاک قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِۚ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَ لَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَ هُمْ كُفَّارٌؕ اُولٰٓىٕكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا۝۱۸ (پ4،نساء:18)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ توبہ ان کی نہیں جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہے اب میں نے توبہ کی اور نہ اُن کی جو کافر مریں اُن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے

اس آیت کی تفسیر میں مفتیٔ اہلسنت، مفتی محمد قاسم عطاری تفسیر صراط الجنان میں فرماتے ہیں: ”آیت میں سَیِّاٰت سے مراد گناہوں تو معنی یہ ہو گا کہ جو لوگ کفر کے علاوہ دیگر گناہوں میں ملوث رہے جب موت کے آثار ظاہر ہوئے، عذاباتِ الٰہی کا مشاہدہ کر لیا اور روح حلق تک آ پہنچی، اب توبہ کریں تو مقبول نہیں لیکن یہ وقت آنے سے ایک لمحہ پہلے

بھی اگر توبہ کر لی تو قبول ہے اور اگر ان مسلمانوں کی توبہ مقبول نہ بھی ہو تب بھی وہ افراد ہمیشہ جہنم میں نہ رہیں گے اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں بخش دے، چاہے تو سزا دے لیکن سزا پوری ہونے کے بعد جنت میں جائیں گے البتہ وہ لوگ جو کافر مرے قیامت کے دن ان کی توبہ قبول نہیں یعنی کسی صورت نجات نہ پائیں گے، ہمیشہ ہمیشہ جہنم کے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ آیت میں ''سَیِّاٰت'' سے مراد کفر ہے، اس صورت میں معنی یہ ہو گا کہ وہ کفار جو موت کے آثار دیکھ کر یعنی غیب کا مشاہدہ کرنے کے بعد اپنے کفر سے توبہ کریں اور اپنے ایمان کا اقرار کریں تو ان کی یہ توبہ اور اقرارِ ایمان قابل قبول نہیں، ایسی توبہ تو فرعون نے بھی کی تھی یونہی وہ لوگ جو حالت کفر میں مر گئے یعنی بوقت موت بھی توبہ نہ کی تو وہ ہمیشہ کے لئے جہنم کی سزا پائیں گے۔''[1]

موت سے پہلے کیا کرنا چاہئے

سوال: ایسا بیمار جسے اپنے بچنے کی امید ہی نہ رہے تو اسے کیا کرنا چاہئے؟

جواب: آدمی ہر وقت موت کے قبضہ میں ہے، بارہا ایسا ہوتا ہے کہ جان لیوا مرض میں مبتلا شخص اچھا ہو جاتا ہے اور جو اس کے تیمارداری میں دوڑتا تھا اُس سے پہلے چل دیتا ہے، بندے کو چاہئے کہ ہر وقت وصیّت تیار رکھے۔ جس میں اپنے پسماندگان کو اللہ پاک، رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم، عقائد اہلسنّت پر استقامت، اتباعِ شریعت، رشتہ داروں کی اصلاح، باہمی اتحاد، اولیاء سے قرب، کافروں، گمراہوں اور گناہ سے نفرت و دوری کی ہدایت ہو۔

اور بعد کو کچھ ترکہ چھوڑے تو اس کا شرعی کافی انتظام جس میں جھگڑا نہ رہے اور اپنی

1... صراط الجنان، 2/164۔

تجہیز و تکفین میں اتباع سنّت کی ہدایت، اور ورثا پر لازم ہے کہ اس پر عمل کریں اور سب سے پہلے خود اپنی اصلاح، گناہوں سے توبہ، اللہ پاک اور رسول اللہ کی طرف رجوع، موت کا خوشی کے ساتھ انتظار کرنا کہ آتے وقت ناگواری نہ ہو، اس وقت ناگواری معاذاللہ بہت سخت ہے، اس میں برے خاتمہ کا خوف ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ یعنی جو اللہ سے ملنا پسند کرے گا اللہ اس سے ملنا پسند فرمائے گا اور جو اللہ سے ملنے کو مکروہ رکھے گا اللہ اس سے ملنا مکروہ رکھے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم میں کون ایسا ہے کہ موت کو مکروہ نہ رکھے گا؟ فرمایا: یہ مراد نہیں بلکہ جس وقت دم سینہ پر آئے اُس وقت کا اعتبار ہے اُس وقت جو اللہ سے ملنے کو پسند کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے ملنے کو دوست رکھے گا اور ناپسند تو ناپسند۔

اپنے ذمہ نماز یا روزہ یا زکوٰۃ جو کچھ باقی ہو فوراً بقدرِ قدرت اس کی ادا میں مشغول ہو حج نہ کیا ہو اور فرض تھا تو دیر نہ لگائے۔ بوجہ مرض طاقت نہ رہی تو حج بدل کرادے اگر اخیر دم تک طاقت نہ پائے گا ادا ہو جائے گا، ورنہ جب قوت پائے خود ادا کرے، حقوق العباد جس قدر ہوں جو ادا کرنے کے ہیں ادا کرے، جو معافی چاہنے کے ہیں معافی چاہے اور اس میں اصلاً تاخیر کو کام میں نہ لائے کہ یہ شہادت سے بھی معاف نہیں ہوتے، معافی چاہنے میں کتنی ہی تواضع کرنی پڑے اُس میں اپنی کسرِ شان نہ سمجھے اس میں ذلت نہیں ذلت اس میں ہے کہ جس روز بارگاہِ عزّت میں حاضر ہو، اس طور پر کہ، اُس کا حق دبایا ہے، اُسے بُرا کہا ہے، اُس کی غیبت کی ہے، اسے مارا ہے، اور وہ حقدار اس سے لپٹیں، اُس

کی نیکیاں اُن کو دی جائیں، اُن کے گناہ اُس پر رکھے جائیں اور جہنم میں پھینک دیا جائے والعیاذ باللہ تعالیٰ، جب تک زیست ہے آیات واحادیثِ خوف کے ترجمے اکثر سُنا اور دیکھا کرے، اور جب وقت برابر آجائے، اُسے آیات واحادیث رحمت مع ترجمہ سُنائیں کہ جانے کہ کس کے پاس جارہاہوں تاکہ اپنے رب کے ساتھ نیک گمان کرتا اُٹھے رزقنا اللہ تعالی بجاہ حبیبہ الاکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم(اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے طفیل ہمیں بھی نصیب کرے۔)[1]

روح قبض ہونے کی حالت میں کیا کیا جائے؟

سوال: قریبُ الموت شخص کے عزیز واقارب کو کیا کرنا چاہیئے؟

جواب: جب روح قبض ہونے کا وقت قریب آئے اور علامتیں پائی جائیں تو سنت یہ ہے کہ سیدھی کروٹ پر لٹا کر منہ قبلہ کی طرف کر دیں اور یہ بھی جائز ہے کہ کمر کے بل سیدھا لٹائیں اور قبلہ کو پاؤں کریں کہ اس طرح بھی قبلہ کو منہ ہو جائے گا مگر اس صورت میں سر کو قدرے اونچا رکھیں اور اگر قبلہ کو منہ کرنے سے تکلیف ہوتی ہو تو جس حالت پر ہے رہنے دیں۔ تنویر الابصار مع الدرالمختار میں ہے: (یوجه المحتضر القبلة) على يمينه هو السنة (وجاز الاستلقاء) على ظهره (وقدماه إليها) وهو المعتاد في زماننا (و) لكن (يرفع رأسه قليلا) ليتوجه للقبلة (وقيل يوضع كما تيسر) (وإن شق عليه ترك على حاله)[2] ترجمہ: سنت یہ ہے کہ جو قریب الموت ہو اس کا منہ قبلہ کی طرف کیا جائے گا۔ اس طرح سیدھا لٹانا کہ قبلہ کی

1... فتاوی رضویہ، 9/81، ملخصًا۔

2... تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، 3/91۔

طرف پاؤں ہوں یہ بھی جائز ہے اور ہمارے زمانے میں اسی طرح ہوتا ہے البتہ سر کو تھوڑا اٹھایا جائے کہ منہ قبلہ کی طرف ہو جائے، ایک قول یہ بھی ہے کہ جس طرح آسانی ہو اسی طرح رکھا جائے اور اگر قبلہ کی طرف منہ کرنے میں تکلیف ہو تو اسی حالت پر چھوڑ دیا جائے گا۔

روح قبض ہونے کی علامتیں

سوال: روح قبض ہونے کی علامتیں کیا ہیں؟

جواب: دُرِّ مختار میں ہے:

وعلامته استرخاء قدميه واعوجاج منخره و انخساف صدغيه[1] ترجمہ: قریبُ المرگ کی علامتیں یہ ہیں: (1) قدم ڈھیلے پڑ جائیں (2) ناک ٹیڑھی ہو جائے (3) اور کنپٹیاں دھنس جائیں۔

تلقین کرنا کیسا؟

سوال: جان کنی کی حالت میں تلقین کرنا کیسا اور اس کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: تلقین یعنی اس کے پاس بلند آواز سے کلمہ شریف پڑھنا تاکہ اسے یاد آ جائے اور اس کے آخری الفاظ کلمہ شریف ہوں، مستحب اور بہت اچھا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جان کنی کی حالت میں روح نکل کر گلے کو آنے سے پہلے تلقین کریں یعنی اس کے پاس بلند آواز سے پڑھیں۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہِ مگر اسے کلمہ پڑھنے کا حکم نہ کریں اور جب اس نے کلمہ پڑھ لیا تو اب تلقین نہ کی جائے ہاں! اگر کلمہ

---

1 . . . دُرِّ مختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/91۔

پڑھنے کے بعد اس نے کوئی بات کی تو دوبارہ تلقین کریں کہ اس کا آخری کلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہو۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الخدْرِیْ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ قول لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ[1]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اپنے مرنے والوں کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرو۔

حدیث شریف میں ہے: "جس کا آخری کلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہو وہ جنتی ہے۔"[2]

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ولقن الشهادتين وصورة التلقين ان يقال عنده فى حالة النزع قبل الغرغرة جهرا وهو يسمع اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله ولا يقال له قل ولا يلح عليه فى قولها مخافة ان يضجر فإذا قالها مرة لا يعيدها عليه الملقن الا أن يتكلم بكلام غيرها وهذا التلقين مستحب بالاجماع[3] ترجمہ: اسے کلمہ شہادت کی تلقین کریں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ حالت نزع میں غرغرہ (موت کے وقت گلے سے نکلنے والی غرغر کی آواز) سے پہلے بلند آواز سے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھیں تاکہ وہ سنے اور اسے نہ کلمہ پڑھنے کا حکم دیں اور نہ ہی کلمہ پڑھنے کا اصرار کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ جھڑک دے، جب ایک بار کلمہ پڑھ لے تو اب دوبارہ تلقین نہ کی جائے ہاں اگر دوبارہ کلام کرلیا تو

1... ابو داوٗد، کتاب الجنائز، باب فی التلقین، 3/255، حدیث: 3117۔
2... ابو داوٗد، کتاب الجنائز، باب فی التلقین، 3/255، حدیث: 3116۔
3... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/172۔

پھر تلقین کرے اور تلقین بالاجماع مستحب ہے۔

تلقین کون کرے؟

سوال: تلقین کون کرے؟

جواب: تلقین کرنے والا کوئی نیک شخص ہو، ایسا نہ ہو جس کو اس کے مرنے کی خوشی ہو۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ویستحب ان یکون الملقن غیر متھم بالمسرۃ بموتہ وان یکون ممن یعتقد فیہ الخیر[1] ترجمہ: مستحب یہ ہے کہ تلقین کرنے والا ایسا شخص ہو کہ اس پر یہ تہمت نہ ہو کہ اس کو اس کے مرنے کی خوشی ہے اور اس کے ساتھ حسنِ ظن رکھتا ہو۔

خوشبو یا لوبان لگانا کیسا؟

سوال: جان کنی کے وقت اور کیا کیا کرنا چاہئے؟

جواب: اس وقت اس کے پاس نیک اور پرہیز گار لوگوں کا ہونا اچھا ہے اور وہاں سورۂ یٰسین شریف کی تلاوت اور خوشبو ہونا مستحب ہے مثلاً لوبان یا اگربتیاں سُلگا دی جائیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وحضور أھل الخیر والصلاح مرغوب فیہ ویستحب قراءۃ سورۃ یس عندہ ویحضر عندہ من الطیب[2] ترجمہ: جان کنی کے وقت اس کے پاس

1 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/173
2 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/173۔

نیک اور صالح لوگوں کا ہونا اچھا ہے نیز سورۂ یٰسین پڑھنا اور خوشبو ہونا مستحب ہے۔

حیض و نفاس والی عورتیں

سوال: کیا موت کے وقت حیض و نفاس والی عورتیں قریب آسکتی ہیں؟

جواب: جی ہاں! ایسی عورتیں جن کی حیض و نفاس کی مدت جاری ہے وہ موت کے وقت قریب آسکتی ہیں۔

قریب المو‌ت کو کن چیزوں سے بچانا چاہیے؟

سوال: جان کنی کے وقت کن چیزوں سے بچانا چاہیے؟

جواب: صدر الشّریعہ بدر الطّریقہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی بے مثال کتاب بہارِ شریعت میں فرماتے ہیں:

ایسی عورتیں جن کا حیض و نفاس منقطع ہو گیا اور ابھی تک غسل نہیں کیا اسے اور جنب نہ چاہیے۔ اور کوشش کرے کہ مکان میں کوئی تصویر یا کُتّا نہ ہو، اگر یہ چیزیں ہوں تو فوراً نکال دی جائیں کہ جہاں یہ ہوتی ہیں رحمت کے فرشتے نہیں آتے، اس کی نزع کے وقت اپنے اور اس کے لیے دُعائے خیر کرتے رہیں، کوئی بُرا کلمہ زبان سے نہ نکالیں کہ اس وقت جو کچھ کہا جاتا ہے ملائکہ اس پر آمین کہتے ہیں، نزع میں سختی دیکھیں تو سورۂ یٰس و سورۂ رعد پڑھیں۔[1]

جب روح نکل جائے تو

سوال: جب روح نکل جائے تو کیا کریں؟

---

1 . . . بہار شریعت، 1/808، حصہ 4۔

جواب: جب روح نکل جائے تو ایک چوڑی پٹی جبڑے کے نیچے سے سر پر لے جا کر گرہ باندھ دیں کہ منہ کھلا نہ رہے اور آنکھیں بند کر دی جائیں اور انگلیاں اور ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیئے جائیں یہ کام اس کے گھر والوں میں سے جو زیادہ نرمی کے ساتھ کر سکتا ہو وہ کرے مثلاً باپ یا بیٹا کرے۔ الجوہرۃ النیرہ میں ہے:

(فإذا مات شدوا لحييه وغمضوا عينيه) أرفق أهله إما ولده أو والده إغماضه بأسهل ما يقدر عليه ويشد لحياه بعصابة عريضة يشدها من لحيه الأسفل ويربطها فوق رأسه[1] جب مر جائے تو داڑھی باندھ دیں، آنکھیں بند کر دیں، آنکھیں وہ شخص بند کرے جو گھر میں سے سب سے زیادہ مہربان ہو بیٹا یا باپ، جس قدر ہو سکے نرمی سے آنکھیں بند کرے اور داڑھی چوڑی پٹی کے ذریعے جبڑے کے نیچے سے باندھے اور گرہ اس کے سر کے اوپر باندھے۔

آنکھیں بند کرتے وقت کی دعا

سوال: میت کی آنکھیں بند کرتے وقت کیا پڑھیں؟

جواب: آنکھیں بند کرتے وقت یہ دُعا پڑھیں:

بِسْمِ اللهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللهِ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ عَلَيْهِ اَمْرَهٗ وَسَهِّلْ عَلَيْهِ مَا بَعْدَهٗ وَاَسْعِدْهُ بِلِقَآئِكَ وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ اِلَيْهِ خَيْرًا مِّمَّا خَرَجَ عَنْهُ۔[2]

ترجمہ: اللہ کے نام کے ساتھ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ملّت پر، اے اللہ! تو اس کے کام کو اس پر آسان کر اور اس کے بعد کے معاملے کو اس پر سہل کر اور اپنی ملاقات

1... الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، ص131۔
2... درِّمختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/97۔

سے اِسے نیک بخت کر اور جس آخرت کی طرف نکلا اُسے اُس دنیا سے بہتر کر جس سے یہ نکلا ہے۔

میّت کے پیٹ پر وزن رکھنا

سوال: میت کا پیٹ نہ پھولے، اس کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

جواب: میت کے پیٹ پر لوہا یا گیلی مٹی یا اور کوئی بھاری چیز رکھ دیں مگر ضرورت سے زیادہ وزنی نہ ہو کہ باعثِ تکلیف ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ویجعل علی بطنہ حدیدۃ أو طین رطب لئلا ینتفخ[1]

ترجمہ: میت کے پیٹ پر لوہا یا گیلی مٹی رکھ دیں تاکہ پیٹ نہ پھولے۔

میّت کو کہاں رکھیں؟

سوال: روح نکلنے کے بعد میّت کے لباس کا کیا کریں؟ اور اسے کہاں رکھیں؟

جواب: روح نکلنے کے بعد میّت کے لباس کو اتار کر سارے بدن کو کسی کپڑے سے چھپا دیں لباس اتارتے وقت بھی اس بات کا خیال رکھیں کہ پردے کی جگہ ظاہر نہ ہو اور اسے چارپائی یا تخت وغیرہ کسی اونچی چیز پر رکھ دیں تاکہ زمین کی نمی نہ پہنچے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

یستحب أن ینزع عنہ ثیابہ التی مات فیھا یسجی جمیع بدنہ بثوب ویترک علی شیء مرتفع من لوح أو سریر لئلا یصیبہ نداوۃ الأرض[2]

ترجمہ: مستحب ہے کہ جن کپڑوں میں انتقال ہوا وہ کپڑے اتار لیں اور تمام بدن

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/173۔
2... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/173۔

ایک کپڑے سے ڈھک دیں اور کسی بلند جگہ تخت یا چارپائی پر رکھیں، تاکہ زمین کی نمی نہ پہنچے۔

میت کے پاس زمین یا چارپائی پر بیٹھنا

سوال: کیا میت کے پاس زمین یا چارپائی پر بیٹھنا منع ہے؟

جواب: کوئی مُمانعت نہیں۔[1]

حالتِ نزع میں بیوی سے رشتہ

سوال: کیا حالتِ نزع میں بیوی کا اپنے شوہر سے رشتہ بدستور باقی ہے؟

جواب: جب تک عورت کے بدن میں روح باقی ہے وہ بلا شک وشبہ اپنے شوہر کی زوجہ ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: ”جب تک جسمِ زن (عورت کے جسم) میں روح باقی ہے اگرچہ حالت نزع ہو بلا شبہ اس کی زوجہ ہے۔“[2]

حالتِ نزع میں شوہر کا بیوی کے پاس بیٹھنا

سوال: بیوی حالتِ نزع میں ہو تو شوہر اس کے پاس بیٹھ سکتا ہے؟

جواب: سیدی **اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان** رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: ”کوئی حَرَج نہیں بیٹھ سکتا ہے بلکہ موت کے بعد بھی اپنی مرحومہ بیوی کو دیکھ سکتا ہے۔ ہاں البتہ موت کے بعد ہاتھ نہیں لگا سکتا۔“[3]

1... فتاوی رضویہ، 9/90۔
2... فتاوی رضویہ، 9/139، ملخصاً۔
3... فتاوی رضویہ، 9/139۔

مرتے وقت معاذ اللہ کلمۂ کفر نکلا تو

سوال: مرتے وقت معاذ اللہ کلمۂ کفر نکلا تو کیا کریں؟

جواب: مرتے وقت معاذ اللہ زبان سے کلمۂ کفر نکلا تو کفر کا حکم نہ دیں گے کہ ممکن ہے موت کی سختی میں عقل جاتی رہی ہو اور بے ہوشی میں یہ کلمہ نکل گیا اور بہت ممکن ہے کہ اس کی بات پوری طرح سننے والوں کی سمجھ میں نہ آئی ہو کہ ایسی شدت کی حالت میں آدمی پوری بات صاف طور پر ادا کر لے یہ مشکل ہوتا ہے۔ درِّ مختار میں ہے:

وما ظهر منه من كلمات كفرية يغتفر في حقه ويعامل معاملة موتى المسلمين حملا على أنه في حال زوال عقله ولذا اختار بعضهم زوال عقله قبل موته[1] ترجمہ: مرتے وقت جو کلماتِ کفر ظاہر ہوئے، اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی، مسلمانوں والا معاملہ کیا جائے گا کیونکہ ممکن ہے عقل زائل ہو گئی ہو، اسی وجہ سے بعض علمانے موت سے پہلے میت کی عقل کے زوال کے قول کو اختیار کیا ہے۔

میت کا قرض

سوال: میّت پر اگر قرض ہو تو کیا کریں؟

جواب: میّت کے ذمہ کسی بھی قسم کے قرض ہوں جلد سے جلد ادا کر دیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ

1... تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/96۔

حَتّٰى يُقْضٰى عَنْهُ.[1] ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: مومن کی جان اپنے قرض کے سبب معلق رہتی ہے یہاں تک کہ وہ اس کی جانب سے ادا کر دیا جائے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ويستحب أيضا أن يسارع إلى قضاء دينه وإبرائه منه[2] ترجمہ: مستحب ہے کہ میّت کے ادائے قرض میں جلدی کریں اور اس کو اس بوجھ سے آزاد کر دیں۔

غسل سے پہلے میت کے پاس تلاوتِ قرآن

سوال: غسل سے پہلے میت کے پاس قرآن کی تلاوت اور ذکر واذکار کرنا کیسا؟

جواب: صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت علامہ **مفتی محمد امجد علی اعظمی** رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتابِ بے مثال بہارِ شریعت میں فرماتے ہیں: میّت کے پاس تلاوت قرآن مجید جائز ہے جبکہ اس کا تمام بدن کپڑے سے چھپا ہو اور تسبیح و دیگر اذکار میں مطلقاً حرج نہیں۔[3]

جنازے کا اعلان

سوال: جنازے کے لئے اعلانات کروانا کیسا؟

جواب: جنازے کے لئے اعلانات کروانا تاکہ پڑوسیوں اور اس کے دوست احباب کو اطلاع ہو جائے، نمازیوں کی کثرت ہو اور اس کے لئے دُعا کریں یہ جائز بلکہ مستحب ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

1...ترمذی، ابواب الجنائز، باب ماجاء عن النبی انہ قال...الخ، 2/341، حدیث:1081

2...فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/173۔

3...بہار شریعت، 1/809، حصہ:4۔

ويستحب أن يعلم جيرانه وأصدقاؤه حتى يؤدوا حقه بالصلاة عليه والدعاء له[1] ترجمہ: مستحب ہے کہ میت کے پڑوسیوں اور دوستوں کو خبر کر دیں تاکہ اس پر نماز پڑھ کر اور دعا کر کے اس کا حق ادا کریں۔

مردہ عورت کے پیٹ میں زندہ بچے کا ہونا

سوال: عورت مر گئی اور اس کے پیٹ میں زندہ بچہ ہے تو کیا کریں؟

جواب: عورت مر گئی اور اس کے پیٹ میں بچہ حرکت کر رہا ہے تو بائیں جانب سے پیٹ چاک کر کے بچہ نکالا جائے گا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

امرأة ماتت والولد يضطرب في بطنها قال محمد رحمه الله تعالى يشق بطنها ويخرج الولد لا يسع إلا ذلك[2] ترجمہ: عورت مر گئی اور بچہ اس کے پیٹ میں حرکت کرتا ہو تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا پیٹ کاٹ کر بچہ نکالیں گے کیونکہ اس کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا۔

سرد خانے میں میت رکھنا

سوال: میّت کو سرد خانے میں رکھنا کیسا؟

جواب: بلا وجہ میّت کو سرد خانے میں رکھنا ناجائز و ممنوع ہے۔ اس سے میّت کو شدید اَذِیت ہوتی ہے کیونکہ جس چیز سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے اس سے میّت کو بھی تکلیف ہوتی ہے اور سرد خانے میں زندہ کا چند منٹ بھی ٹھہرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ ام المؤمنین **عائشہ صدیقہ** رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ **رسول اللہ** صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا:

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/173۔
2... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/173۔

كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا۔[1] ترجمہ: مردے کی ہڈی کو توڑنا ایسا ہی ہے جیسا زندہ کی ہڈی کو توڑنا۔

ردالمُحتار میں ہے:

لأن الميت يتأذى بما يتأذى به الحي[2] ترجمہ: اس لئے کہ مردے کو بھی اس سے تکلیف ہوتی ہے جس سے زندہ کو ایذا ہوتی ہے۔

اور تدفین میں جلدی کی شریعت میں بہت تاکید ہے۔ حُصَین انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: عَجِّلُوا فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِجِيفَةِ مُسْلِمٍ أَنْ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ أَهْلِهِ.[3] ترجمہ: جلدی کرو کہ مسلمان کی میت کا اپنے گھر والوں میں رکا رہنا مناسب نہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو فرماتے سنا: إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوهُ وَأَسْرِعُوا بِهِ إِلَى قَبْرِهِ[4] ترجمہ: جب تم میں سے کوئی مر جائے تو اسے نہ روکو اور جلدی دفن کو لے جاؤ۔

درِّ مختار میں ہے: ويسرع في جهازه[5] ترجمہ: میت کے کفن و دفن میں جلدی کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

أَسْرِعُوا بِالْجِنَازَةِ فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا وَإِنْ يَكُ سِوَى ذَلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ

1... ابو داود، کتاب الجنائز، باب فی الحفار یجد العظم، 3/285، حدیث: 3207۔
2... ردالمحتار، کتاب الاستنجاء، مطلب القول مرجح علی الفعل، 1/612۔
3... ابو داود، کتاب الجنائز، باب تعجیل الجنازۃ، 3/268،، حدیث: 3159۔
4... معجم کبیر، 12/340، حدیث: 13613۔
5... درِّ مختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، 3/97۔

عَنْ رِقَابِكُمْ [1] ترجمہ: جنازہ لے جانے میں جلدی کرو۔ اگر وہ نیک ہے تو بھلائی ہے جسے تم آگے بھیج رہے ہو اور اگر وہ اس کے علاوہ کچھ اور ہے تو وہ ایک بری چیز ہے جسے تم اپنی گردنوں سے اتار رہے ہو۔

امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا الصَّلَاةُ إِذَا أَتَتْ وَالْجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ وَالْأَيِّمُ إِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفْئًا [2]

ترجمہ: تین چیزوں میں دیر نہ کرو: نماز جب اس کا وقت آجائے اور جنازہ جس وقت حاضر ہو، اور زنِ بے شوہر جب اس کا کفو ملے۔

میت کی آنکھوں کے لینز

سوال: آنکھوں میں لگے لینز کا کیا کریں وہ اتارنے چاہیے یا نہیں؟

جواب: لینز یا دیگر ایسے آلات جو بدن کے ساتھ مستقل جوڑ دیئے جاتے ہیں جیسے بدن میں کوئی راڈ (سلاخ)، مستقل جڑے ہوئے مصنوعی دانت وغیرہ تو ان کو بدن سے جدا نہ کیا جائے، البتہ ایسے مصنوعی اعضا جو صرف بندھے ہوئے ہوں اور کسی آپریشن یا تکلیف کے بغیر جُدا کئے جاسکتے ہیں تو ان کو جدا کر دیا جائے کہ کسی اور ضرورت مند کے کام آجائیں گے۔

سونے کا دانت

سوال: اگر میّت کے منہ میں سونے کے دانت نصب ہوں تو ان کا کیا حکم ہے؟

1... بخاری، کتاب الجنائز، باب السرعۃ بالجنازۃ، 1/444، حدیث: 1315۔
2... ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی تعجیل الجنازۃ، 2/339، حدیث: 1077

جواب: اگر بغیر آپریشن اور میت کو تکلیف پہنچائے بغیر، کسی وارث کا حق سمجھ کر نکالنا چاہیں تو نکال لیں ورنہ چھوڑ دیں۔

پوسٹ مارٹم کرنا

سوال: میت کا پوسٹ ماٹم کرنا کیسا؟

جواب: پوسٹ مارٹم عموماً دو وجوہات کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔

پہلی صورت: ضرورتِ تعلیم ہے کہ عموماً لاوارث میت کو میڈیکل کالج لے جاکر اس کا پوسٹ مارٹم کیا جاتا ہے طلبہ کو سرجری کی مشق کروائی جاتی ہے، طبی نوعیت کے تجربات کئے جاتے ہیں۔ مذکورہ صورت میں ہمارے علماء پوسٹ مارٹم کو ناجائز فرماتے ہیں کہ اس میں مسلمان مُردوں کی بے حرمتی ہے جس کی شریعت میں سختی سے ممانعت ہے، اگر سرجری کی مشق کرنا ہی ہے تو جانوروں پر کی جاسکتی ہے جو مشکل نہیں۔ اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا:

كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا.[1] ترجمہ: مردے کی ہڈی کو توڑنا ایسا ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی کو توڑنا۔

ردالمحتار میں ہے:

لأن الميت يتأذى بما يتأذى به الحي[2] ترجمہ: کیونکہ مُردے کو اس چیز سے ایذا ہوتی ہے جس سے زندہ کو ایذا ہوتی ہے۔

اسلام میں نہ صرف میت کی تعظیم کا حکم ہے بلکہ قبر کی تعظیم کو بھی پُرزور الفاظ میں بیان فرمایا

1... ابو داوٗد، کتاب الجنائز، باب فی الحفار یجد العظم، 3/278، حدیث: 3207۔
2... ردالمحتار، کتاب الاستنجاء، مطلب القول مرجح علی الفعل، 1/612۔

گیاہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: لَاَنْ یَجْلِسَ اَحَدُکُمْ عَلٰی جَمْرَۃٍ فَتُحْرِقَ ثِیَابَہٗ فَتَخْلُصَ اِلٰی جِلْدِہٖ خَیْرٌلَّہٗ مِنْ اَنْ یَّجْلِسَ عَلٰی قَبْرٍ[1] ترجمہ: تم میں سے کسی کا آگ پر اس طرح بیٹھنا کہ اس کے کپڑے جل جائیں اور (جلن) چمڑے تک پہنچے یہ اس سے بہتر ہے کہ کوئی قبر پر بیٹھے۔

دوسری صورت یہ کہ بعض اوقات کسی ایسے مقدمہ کی تحقیق پوسٹ مارٹم پر منحصر ہوتی ہے جس میں کسی بے گناہ مسلمان کو سزائے موت سے بچانا مقصود ہو کہ اگر پوسٹ مارٹم نہ کیا تو بے گناہ مسلمان مارا جائے گا تو ایسی صورت میں علمائے کرام نے پوسٹ مارٹم کی اجازت دی جیسے اگر مردہ عورت کے پیٹ میں زندہ بچہ ہو تو اس کا پیٹ چیرا جائے گا، اسی طریقے سے یہاں بھی زندہ کو بچانے کے لئے مردہ کو پوسٹ مارٹم کی تکلیف سے گزارا جائے گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: امرأة ماتت والولد يضطرب في بطنها قال محمد رحمه الله تعالى يشق بطنها ويخرج الولد لا يسع إلا ذلك[2] ترجمہ: اگر کوئی عورت مرگئی اور بچہ اس کے پیٹ میں حرکت کرتا ہو تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا پیٹ کاٹ کر بچہ نکالیں گے کیونکہ اس کے علاوہ کچھ نہیں ہوسکتا۔

کیا فرشتے روح قبض کرنے میں غلطی کرسکتے ہیں؟

سوال: کیا فرشتے غلطی سے کسی دوسرے کی روح قبض کرسکتے ہیں؟

جواب: سیدی اعلیٰ حضرت **امام احمد رضا خان** رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

---

1 . . . مسلم، کتاب الجنائز، باب النہی عن الجلوس علی القبر، حدیث: 2248، ص 375۔
2 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1 / 173۔

Go To Index

یہ محض غلط ہے، اللہ کے فرشتے اس کے حکم میں غلطی نہیں کرتے۔قال اللہ تعالیٰ:
وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ. یعنی فرشتے وہ کرتے ہیں جو انہیں حکم ہوتا ہے۔[1]

1... فتاوی رضویہ،9/659۔

دوسرا باب

میّت کے نہلانے کا بیان

غسلِ میّت کا حکم

سوال: غسلِ میّت کا کیا حکم ہے؟

جواب: میّت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے۔ بعض لوگوں نے غسل دے دیا تو سب سے ساقط ہو گیا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

غسل الميت حق واجب على الأحياء بالسنة واجماع الأمة ولكن إذا قام به البعض سقط عن الباقين.[1] ترجمہ: زندوں پر غسلِ میت سنت اور اجماع سے واجب ہے اگر بعض نے غسل دے دیا تو سب کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔

بیری کے پتوں سے غسل میت کے فوائد

سوال: بیری کے پتوں سے غسل میت کے کیا کیا فوائد ہیں؟

جواب: بیری کے پتوں سے غسل کرنے کے فوائد کے متعلق مراۃ میں ہے:

بیری کے پتے پانی میں جوش دے لو کیونکہ بیری سے میل خوب کٹتا ہے، جوئیں وغیرہ صاف ہوتی ہیں اور اس سے میت کا بدن جلد بگڑتا نہیں۔ تین بار غسل دینا سنت ہے، سات بار تک جائز اور بلاوجہ اس سے زیادہ مکروہ۔ بیری کا استعمال پہلی بار میں سنت ہے، باقی میں جائز۔[2]

1... فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/173۔
2... مراۃ المناجیح، 2/461۔

میّت کو نہلانے کا سامان

سوال: میّت کو نہلانے میں استعمال ہونے والا سامان کیا ہے؟
جواب: غسلِ میّت کے لئے عموماً درج ذیل سامان کی ضرورت ہوتی ہے:
(1) غسل کے لئے حسبِ ضرورت برتن، اگرچہ استعمال شدہ ہوں۔(2)لوٹا یاپانی ڈالنے کے لئے کوئی مناسب ڈبہ وغیرہ لیکن لوٹے سے آسانی ہوتی ہے۔(3) غسل کا تختہ عموماً مسلمانوں کی سہولت کے لئے مساجد میں رکھا ہوتا ہے، یا کوئی بھی ایسا تختہ جس پر میت کولٹا کر غسل دیا جاسکے۔(4)بیری کے پتے تقریباً 2 مٹھی، کہ بیری کے پتے پانی میں ملانا سنت ہے، اگر نہ ملیں تو حرج بھی نہیں۔(5)لوبان یا اگر بتیاں حسب ضرورت۔(6) عطر تقریباً تین ماشے۔(7)گل خیرو ایک چھٹانک اگر دستیاب نہ ہو تو کوئی بھی نہانے کا پاک صابن استعمال کیا جاسکتا ہے۔(8)کافور چھ ماشہ۔(9)میت کا ستر چھپانے کے لئے گہرے رنگ کی موٹی چادر کہ پانی پڑنے سے پردے کی جگہ ظاہر نہ ہو حسب ضرورت دو چادر بھی کرسکتے ہیں۔(10)حسب ضرورت تھیلی والے دستانے۔

میت کو نہلانے کا طریقہ

سوال: غسلِ میّت کا طریقہ بیان کر دیجئے۔
جواب: غسلِ میّت کا طریقہ یہ ہے کہ جس چارپائی یا تخت یا تختہ پر غسل کا ارادہ ہو اُس کو تین، پانچ یا سات بار اگر بتی یا لوبان سے دھونی دیجئے یعنی جس چیز میں وہ خوشبو سُلگی ہو اُسے اتنی بار چارپائی یا تختہ وغیرہ کے گرد پھرائیں۔ اور اُس میّت کو لٹا کر ناف سے گھٹنوں تک کسی کپڑے سے چھپا دیں (ستر چھپانے کے لئے سفید کپڑے کی بجائے کوئی رنگ دار موٹا کپڑا ہو کہ

سفید کپڑے پر پانی پڑنے سے جسم کی رنگت ظاہر ہوتی ہے) پھر نہلانے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر پہلے استنجا کرائے پھر نماز جیسا وُضو کرائے یعنی پہلے منہ پھر کہنیوں سمیت ہاتھ دھلوائیں پھر سر کا مسح کروائیں پھر پاؤں دھلوائیں مگر میّت کے وضو میں گٹوں تک پہلے ہاتھ دھونا اور کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہے البتہ کوئی کپڑا یا روئی کی پھریری بھگو کر دانتوں، مسوڑوں، ہونٹوں اور نتھنوں پر پھیر دیں پھر سر اور داڑھی کے بال ہوں تو گل خیرو سے دھوئیں، یہ نہ ہو تو پاک صابن اسلامی کارخانے کا بنا ہوا ہے یا بیسن یا کسی چیز سے ورنہ خالی پانی بھی کافی ہے پھر بائیں کروٹ پر لٹا کر سر سے پاؤں تک بیری کا پانی بہائیں کہ تختے تک پہنچ جائے پھر داہنی کروٹ پر لٹا کر یونہی کریں اور بیری کے پتّے میں جوش دیا ہوا پانی نہ ہو تو خالص پانی نیم گرم کافی ہے پھر ٹیک لگا کر بٹھائیں اور نرمی کے ساتھ نیچے کو پیٹ پر ہاتھ پھیریں اگر کچھ نکلے دھو ڈالیں وضو و غسل کا اعادہ نہ کریں پھر آخر میں سر سے پاؤں تک کافور کا پانی بہائیں پھر اُس کے بدن کو کسی پاک کپڑے سے آہستہ سے پونچھ دیں۔ ایک مرتبہ سارے بدن پر پانی بہانا فرض ہے اور تین مرتبہ سنت جہاں غسل دیں مستحب یہ ہے کہ پردہ کرلیں کہ نہلانے والوں اور مددگار کے سوا دوسرا کوئی نہ دیکھے۔

آبِ زم زم سے غسلِ میت

سوال: کیا زم زم سے میت کو غسل دے سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! دے سکتے ہیں اور ہمارے (احناف کے) نزدیک حَدَثِ حکمی خواہ غسل کی صورت میں ہو یا وضو کی صورت میں، اس کو زمزم کے پانی سے دور کرنا بلا کراہت جائز ہے جبکہ نجاست کو زمزم کے پانی سے دور کرنا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا آبِ زمزم سے میت

کو غسل دینا بلا کراہت جائز ہے لیکن جب عامّہ مشائخ میت کو نَجَس مانتے ہیں تو احتیاط اسی میں ہے کہ زمزم کے پانی سے میت کو اوّلاً غسل نہ دیا جائے بلکہ اوّلاً دوسرے پانی سے میت کو مکمل غسل دے دیا جائے پھر غسل دینے کے بعد بطور تبرک اس پر آبِ زم زم ڈال دیا جائے۔[1]

میت کے جسم کو صابن یا شیمپو سے دھونا

سوال: میت کے جسم کو صابن یا شیمپو سے دھونا کیسا ہے؟

جواب: میت کے غسل میں سر اور داڑھی کے بالوں کو دھونے کے لئے کتبِ فقہ میں غسل میت کے بیان میں خطمی کا ذکر کیا گیا ہے۔

خطمی: ایک نفع بخش بوٹی، جو دوا کے طور پر استعمال ہوتی ہے، اس کے پتوں کو کوٹ کر ان کے پانی سے سر دھویا جاتا ہے، اس سے سر بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ اگر خطمی میسر نہ ہو تو اس کی جگہ صابن یا شیمپو کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔

خطمی یا صابن و شیمپو بالوں میں استعمال کے لئے ہوتے ہیں اور ان ہی چیزوں کے دھونے کا کتب فقہ میں ذکر ہے، جبکہ بقیہ بدنِ میت پر صابن وغیرہ لگانے کا ذکر نہیں ملتا نیز فقہاء نے فرمایا کہ اگر کسی کے سر یا چہرے پر بال نہ ہوں تو اب سر یا چہرے کو دھونے میں خطمی یا صابن لگانے کی حاجت نہیں لہٰذا انسانی جسم بھی چونکہ سر اور داڑھی جیسے بالوں سے پُر نہیں ہوتا اس لئے بقیہ جسم پر صابن وغیرہ کا استعمال نہ کیا جائے، تاہم ظاہر یہی ہے کہ غسل میت کے دوران میت کے پورے جسم پر صابن لگانے میں کوئی گناہ یا ناجائز ہونے کا حکم نہیں ہے۔[2]

1... فتاوی اہل سنت، فتوی نمبر: WAT-1301، تاریخ اجرا: 07 جمادی الاولیٰ 1444ھ / 02 دسمبر 2022ء۔
2... فتاوی اہلسنت، فتاوی نمبر: *Fmd:0245*، تاریخ اجرا: 22 ربیع الثانی 1438ھ / 21 جنوری 2017ء۔

غسل کے وقت میّت کو لٹانے کا طریقہ

سوال: غسل کے وقت میت کو لٹانے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: میت کو غسل دیتے وقت اس کے پاؤں قبلہ کی طرف بھی کر سکتے ہیں اور اس کے علاوہ کسی دوسری طرف بھی کر سکتے ہیں، اصح قول کے مطابق کسی خاص جانب پاؤں کرنے کی کوئی قید نہیں ہے، بلکہ جس طرح آسانی ہو، میت کو لٹایا جا سکتا ہے۔

امامِ اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ میّت کو نہلانے کے لئے جو تختے پر لٹائیں تو شرقاً غرباً لٹائیں کہ پاؤں قبلے کو ہوں، یا جنوباً شمالاً کہ دہنی کروٹ قبلہ کو ہو؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا:

سب طرح درست ہے، مذہبِ اصح میں اس باب میں کوئی تعیین و قید نہیں، جو صورت میسر ہو اُس پر عمل کریں۔[1]

میت کو ایک سے زائد غسل دینا

سوال: میت کو ایک سے زائد غسل دینا کیسا ہے؟

جواب: میّت کو ایک مرتبہ غسل دینا فرضِ کِفایہ ہے اور اس میں پورے بدن پر تین بار پانی بہانا سنّت ہے لیکن یہ ایک ہی غسل ہے، اسکے بعد پھر دوبارہ غسل دینا ثابت نہیں حتّٰی کہ غسل دینے کے بعد میّت کے جسم سے کوئی نَجاست وغیرہ خارج ہوئی تو اس صورت میں بھی صرف اس جگہ کو دھویا جائے گا، مکمّل غسل کے اِعادہ کا حکم اس صورت میں بھی نہیں ہوتا۔ لہٰذا جب ایک مرتبہ بطریقِ سُنّت میّت کو غسل دے دیا گیا تو اب دوبارہ غسل

1... فتاویٰ رضویہ، 9/91۔

دینا لَغْو و فضول ہے ہر گز نہ دیا جائے۔[1]

غسل کے بعد بھی میت کو چھو سکتے ہیں؟

سوال: کیا غسل کے بعد بھی میت کو چھو سکتے ہیں؟

جواب: اگر کسی ناجائز فعل کا ارتکاب کیے بغیر انتقال کے بعد میت کو چھوا جائے یا بوسہ لیا جائے، تو شرعاً اس کی کوئی ممانعت نہیں، اگرچہ غسل میت ہو چکا ہو یا غسل میت کا سلسلہ باقی ہو، بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فرطِ محبت سے میت کی پیشانی چومنا حدیث پاک سے ثابت ہے اور فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی واضح تصریحات موجود ہیں کہ انتقال سے مسلمان کی میت صرف حکمی طور پر ناپاک ہوتی ہے، اس لیے میت کو غسل دیے جانے سے پہلے چھونا یا بوسہ لینا بھی جائز ہے نیز غسل کے بعد بھی میت کو چھونے کی کوئی ممانعت نہیں بلکہ فقہائے کرام نے واضح طور پر فرمایا کہ غسل میت کے بعد شہادت کی انگلی سے میت کی پیشانی پر بسم اللہ شریف لکھ دی جائے۔

ابو داود شریف میں ہے: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُونٍ وَهُوَ مَيِّتٌ حَتَّى رَأَيْتُ الدُّمُوعَ تَسِيلُ یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میں نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو عثمان بن مظعون کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا جبکہ ان کا انتقال ہو چکا تھا اور آپ کے آنسو بہہ رہے تھے۔[2]

---

1 . . . فتاوی اہلسنت، تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ اپریل 2018ء۔
2 . . . ابو داود، کتاب الجنائز، باب فی تقبیل المیت، 3/269، حدیث: 3163

مرقاۃ المفاتیح میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرمایا:

یعلم من ھذا ان تقبیل المسلم بعدالموت والبکاء علیہ جائز[1] یعنی اس روایت سے معلوم ہوا کہ موت کے بعد مسلمان میت کا بوسہ لینا اور اس پر (بغیر آواز کے) رونا جائز ہے۔

بخاری شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وصال ظاہری کے احوال بیان کرتے ہوئے فرمایا: دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَتَيَمَّمَ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ مُغَشًّى بِثَوْبِ حِبَرَةٍ فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ أَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ وَبَكٰى ثم قال: بابی انت وامی[2] صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا قصد کیا، اس وقت حضور کو ایک یمنی چادر سے ڈھانپا ہوا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے چہرہ مبارک سے چادر ہٹائی پھر جھکے اور حضور کا بوسہ لیا اور روئے پھر کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔

جب صدیق اکبر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا بوسہ لیا اس وقت آپ کو غسل نہیں دیا گیا تھا جیسا کہ عمدۃ القاری میں ہے:

وھومسجی ببرد حبرۃ ولم یکن حینئذغسل فضلا عن ان یکون مدرجا فی الکفن[3] یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو یمنی چادر سے ڈھک دیا گیا تھا اور اس وقت غسل بھی نہیں ہوا تھا، چہ جائیکہ کفن میں داخل کر دیا گیا ہو۔

1... مرقاۃ المفاتیح، 4/16۔

2... بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاتہ، 3/158، حدیث: 4452

3... عمدۃ القاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاتہ، تحت الحدیث: 4452

نورالایضاح میں ہے:

ولاباس بتقبیل المیت للمحبة والتبرک تودیعاخالصة عن محظور[1] یعنی میت کا محبت، برکت اور رخصت وغیرہ کرنے کے مقصد سے بوسہ لینے میں کوئی حرج نہیں، جبکہ ممنوع شرعی سے بچ کر ایسا کیا جائے۔

غسل میت کے بعد بھی میت کو چھونے میں حرج نہیں، جیسا کہ ردالمحتار میں ہے:

یکتب علی جبهة المیت بغیر مداد بالاصبع المسبحة بسم الله الرحمٰن الرحیم وعلی الصدر لااله الا الله محمد رسول الله، وذلک بعد الغسل قبل التکفین[2] یعنی میت کی پیشانی پر بغیرروشنائی کے کلمہ کی انگلی سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھیں اور سینے پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھیں اور یہ لکھنا غسل کے بعد کفن پہنانے سے پہلے ہو۔

میت کو نہلانے کا ثواب

سوال: میت کو غسل دینے کا کیا ثواب ہے؟

جواب: امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا:

مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا وَكَفَّنَهُ وَحَنَّطَهُ وَحَمَلَهُ وَصَلَّى عَلَيْهِ وَلَمْ يُفْشِ عَلَيْهِ مَا رَأَى خَرَجَ مِنْ خَطِيئَتِهِ مِثْلَ يَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ[3] ترجمہ: جو کسی میّت کو نہلائے، کفن پہنائے، خوشبو

1... نورالایضاح مع حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص573

2... ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب فیما یکتب علی کفن المیت، 3/186۔

3... ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی غسل المیت، 2/201، حدیث:1462۔

لگائے، جنازہ اٹھائے، نماز پڑھے اور جو ناقص بات نظر آئے اُسے چھُپائے وُہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو جائے گا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

میّت کے بال کاٹنا

سوال: میت کے بال کاٹنا کیسا؟

جواب: ناجائز ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: ناجائز ہے۔

فی الدر ولا يسرح شعره أي يكره تحريما ولا يقص ظفره إلا المكسور ولا شعره ولا يختن در مختار میں ہے: میّت کے بالوں میں کنگھا نہ کیا جائے یعنی یہ مکروہِ تحریمی ہے، اور اس کے ناخن نہ تراشے جائیں مگر جو ٹوٹا ہُوا ہے، نہ ہی بال تراشے جائیں نہ ختنہ کیا جائے۔ و فی ردالمحتار عن النهر عن القنية التزيين بعد موتها والامتشاط وقطع الشعر لا يجوز یعنی اس کے مرنے کے بعد زینت کرنا، کنگھی کرنا اور بال کاٹنا ناجائز ہے۔[1]

میت کو غسل کون دے؟

سوال: میت کو کون نہلائے؟

جواب: بہتر یہ ہے کہ نہلانے والا میّت کا سب سے قریبی رشتہ دار ہو، وہ نہ ہو یا نہلانا نہ جانتا ہو تو کوئی اور شخص جو امانت دار و پرہیز گار ہو۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ويستحب للغاسل أن يكون أقرب الناس إلى الميت فإن لم يعلم الغسل فأهل الأمانة والورع.[2] ترجمہ: بہتر یہ ہے کہ نہلانے والا میّت کا سب سے قریبی

1... فتاوی رضویہ، 9/91۔
2... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/175۔

رشتہ دار ہو وہ نہ ہو یا نہلانا نہ جانتا ہو تو پھر امانت دار و پرہیز گار نہلائے۔

نہلانے والے کا پاک ہونا

سوال: کیا نہلانے والے کے لئے پاک ہونا ضروری ہے؟

جواب: میت کو غسل دینے والا پاک ہونا چاہیے۔ جنبی (جس پر غسل فرض ہے) یا حیض والی عورت نے غسل دیا تو مکروہ ہے۔ مگر غسل ہو جائے گا اور اگر بے وضو شخص نے غسل دیا تو مکروہ بھی نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وينبغي أن يكون غاسل الميت على الطهارة ولو كان الغاسل جنبا أو حائضا أو كافرا جاز ويكره ولو كان محدثا لا يكره اتفاقا.[1] ترجمہ: بہتر یہ ہے کہ میّت کو غسل دینے والا پاک ہو اگر کسی جنبی (بے غسل)، حائضہ یا کافر نے غسل دیا تب بھی جائز ہے لیکن مکروہ ہے اور اگر بے وضو نے غسل دیا تو بالاتفاق مکروہ بھی نہیں۔

میت کی نامناسب بات دیکھنا

سوال: میت کو غسل دینے والا اگر میت کی کوئی نامناسب بات دیکھے تو کیا کرے؟

جواب: میت کو غسل دینے والا با اعتماد شخص ہو کہ پوری طرح غسل دے اور جو اچھی بات دیکھے مثلاً چہرہ چمک اٹھا یا میّت کے بدن سے خوشبو آئی، تو اسے لوگوں کو بتائے اور اگر کوئی بُری بات دیکھی مثلاً چہرے کا رنگ سیاہ ہو گیا یا بدبو آئی یا صورت یا اعضا میں تغیر آیا تو اسے کسی کو نہ بتائے اور ایسی بات کہنا جائز بھی نہیں۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے

1 . . . فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1 / 175۔

فرمایا: اُذْكُرُوا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ وَكُفُّوا عَنْ مَّسَاوِيهِمْ .[1] ترجمہ: اپنے مُردوں کی اچھائیاں بیان کرو اور برائیوں سے باز رہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

يستحب أن يكون الغاسل ثقة يستوفي الغسل ويكتم ما يرى من قبيح ويظهر ما يرى من جميل فإن رأى ما يعجبه من تهلل وجهه وطيب رائحته وأشباه ذلك يستحب له أن يحدث به الناس وإن رأى ما يكره من سواد وجهه ونتن رائحته وانقلاب صورته وتغير أعضائه وغير ذلك لم يجز له أن يحدث به أحدا۔[2] ترجمہ: نہلانے والا معتمد شخص ہو کہ پوری طرح غسل دے، اگر کوئی بری بات دیکھے تو چھپائے اور اچھی بات دیکھے تو ظاہر کرے، لہٰذا غسل دینے والا اگر کوئی پسندیدہ جیسے چہرے کا چمکنا یا خوشبو کا آنا یا ایسی کوئی اور چیز دیکھے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ اسے لوگوں میں بیان کرے اور اگر کوئی ایسی چیز دیکھے جو اسے بُری معلوم ہو مثلاً چہرے کا سیاہ ہو جانا، بدبُو آنا، صورت بدل جانا، اعضاء کا متغیر ہو جانا یا اس طرح کی اور کوئی چیز تو کسی ایک کے سامنے بھی اس کا بیان کرنا جائز نہیں۔

بد مذہب میت کی بری بات ظاہر ہوئی

سوال: اگر بد مذہب میت کی کوئی بری بات ظاہر ہوئی تو کیا حکم ہے؟

جواب: بد مذہب مرا اور اُس کا رنگ سیاہ ہو گیا یا اور کوئی بُری بات ظاہر ہوئی تو اسے بیان کرنا چاہئے کہ اس سے لوگوں کو عبرت و نصیحت ہو گی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

1... ترمذی، کتاب الجنائز، باب آخر، 2/312، حدیث:1021۔

2... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/175۔

فإن كان الميت مبتدعا مظهرا لبدعته ورأى الغاسل منه ما يكره فلا بأس بأن يحدث به الناس ليكون زجرا لهم عن البدعة.[1] ترجمہ:اگر میّت بدعتی اعلانیہ بدعت کا مرتکب ہو اور غسل دینے والے نے اس میں کوئی ناپسندیدہ بات دیکھی تو اس کو لوگوں کے سامنے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں تاکہ لوگ اس سے عبرت پکڑیں۔

غسال کے پاس خوشبو سُلگانا

سوال:نہلانے والے کے پاس خوشبو سلگانا کیسا؟

جواب:نہلانے والے کے پاس خوشبو سُلگانا مستحب ہے تاکہ اگر میّت کے بدن سے بُو آئے تو اسے پتہ نہ چلے ورنہ گھبرا جائے گا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ويستحب أن يكون بقرب الغاسل مجمرة فيها بخور لئلا يظهر من الميت رائحة كريهة فتضعف نفس الغاسل ومن يعينه[2] ترجمہ: مستحب ہے کہ غسل دینے والے کے پاس انگیٹھی میں خوشبو سلگتی ہو تاکہ اگر میت سے کوئی بدبُو ظاہر ہو تو غسل دیتے وقت گھبرانہ جائے۔

میت کے اعضا دیکھنا

سوال:غسل دیتے وقت میت کے اعضا دیکھ سکتے ہیں؟

جواب:بقدرِ ضرورت اعضائے میّت کی طرف نظر کرسکتے ہیں بلا ضرورت کسی عضو کی طرف نہ دیکھنا چاہیئے کہ ممکن ہے اُس کے بدن میں کوئی عیب ہو جسے وہ زندگی میں چھپاتا تھا۔

1...فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/175۔
2...فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/175۔

میت کو نہلانے کی اُجرت لینا

سوال: میت کو نہلانے کی اُجرت لینا کیسا؟

جواب: اگر وہاں اس کے علاوہ اور بھی نہلانے والے ہوں تو نہلانے پر اجرت لے سکتا ہے مگر افضل یہ ہے کہ نہ لے اور اگر کوئی دوسرا نہلانے والا نہ ہو تو اُجرت لینا جائز نہیں کیونکہ پھر اس کے لئے اُس میت کو نہلانا فرض عین ہے اور ادائیگی فرض کی اجرت لینا جائز نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

والأفضل أن يغسل الميت مجانا وإن ابتغى الغاسل الأجر فإن كان هناك غيره يجوز أخذ الأجر وإلا لم يجز[1] ترجمہ: افضل یہ ہے کہ غسل دینے والا میّت کو بلا اجرت غسل دے۔ غاسل اجرت مانگے تو اگر اس کے علاوہ بھی غسل دینے والے ہیں تو اجرت لینا جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔

جنبی کو کتنے غسل دیں

سوال: جنبی (جس پر غسل فرض ہو) یا حیض و نفاس والی عورت کا انتقال ہو تو کتنے غسل دیں؟

جواب: صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنی کتابِ بے مثال بہارِ شریعت میں فرماتے ہیں: ”جنب یا حیض و نفاس والی عورت کا انتقال ہوا تو ایک ہی غسل کافی ہے کہ غسل واجب ہونے کے خواہ کتنے ہی اسباب ہوں سب ایک ہی غسل سے ادا ہو جاتے ہیں۔“[2]

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/175۔
2... بہار شریعت، 1/812، حصہ:4۔

وقتِ غسل جنبی میت کے ناک اور منہ میں پانی بھرنا

سوال: کیا جنبی میت کو غسل دیتے وقت ناک اور منہ میں بھرنا ضروری ہے؟

جواب: میت خواہ جنبی یا حیض و نفاس والی ہو یا پاک بہر صورت اسے غسل دیتے وقت اس کے ناک یا منہ میں پانی ڈالنا ضروری نہیں بلکہ باریک کپڑا یا روئی بھگو کر اسے میت کے دانتوں، ہونٹوں، تالو اور مسوڑھوں پر پھیر دیا جائے اور اسی طرح ناک کے نتھنوں میں بھی پھیر دیا جائے۔

فتاوی رضویہ میں ناپاکی کی حالت میں فوت ہونے والے کے متعلق سوال ہے کہ اسے ایک غسل دیا جائے گا یا دو؟ اور ساری ناک میں پانی اور غرغرہ کیونکر کیا جائے گا؟

اس کے جواب میں امام اہلسنت نے فرمایا: غسل ایک دیا جائے گا، اور میت کے ناک اور منہ میں پانی نہیں ڈالتے۔[1]

بہارِ شریعت میں ہے: میّت کے وضو میں گٹوں تک پہلے ہاتھ دھونا اور کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہے ہاں کوئی کپڑا یا روئی کی پھریری بھگو کر دانتوں اور مسوڑوں اور ہونٹوں اور نتھنوں پر پھیر دیں۔[2]

مرد کا عورت کو یا عورت کا مرد کو غسل دینا

سوال: کیا مرد عورت کو یا عورت مرد کو غسل دے سکتی ہے؟

جواب: مرد مردوں اور عورت عورتوں کو غسل دے۔ ہاں اگر میّت چھوٹا لڑکا ہے تو اسے عورت بھی نہلا سکتی ہے اور چھوٹی لڑکی کو مرد بھی نہلا سکتا ہے، چھوٹے سے مراد یہ

1... فتاوی رضویہ، 9/98۔
2... بہارِ شریعت، 1/811، حصہ: 4۔

ہے کہ حدِ شہوت کو نہ پہنچتے ہوں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ویغسل الرجال الرجال والنساء النساء ولا یغسل أحدهما الآخر فإن کان المیت صغیرا لا یشتهی جاز أن یغسله النساء وکذا إذا کانت صغیرة لا تشتهی جاز للرجال غسلها[1] ترجمہ: مرد مردوں کو اور عورت عورتوں کو غسل دے۔ مرد عورتوں کو اور عورت مردوں کو غسل نہ دے اور اگر چھوٹا بچہ حَدِّ شہوت کو نہ پہنچا تو عورتوں کا اس کو غسل دینا جائز ہے۔ اسی طرح اتنی چھوٹی بچی جو حد شہوت کو نہ پہنچی ہو تو مردوں کے لئے اس کو غسل دینا جائز ہے۔

غیر شادی شدہ عورت کو میت کا غسل کروانا کیسا ہے؟

سوال: اگر غیر شادی شدہ عورت غسل میت کروائے تو عورت کے لئے اچھا نہیں ہوتا، کیا یہ درست ہے؟

جواب: یہ بات غلط ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ بلکہ یہ میت کو غسل دینے سے بد شگونی لینا ہے یعنی برے شگون کی وجہ سے اپنے اچھے کام سے رک جانا ہے۔ اور بد شگونی لینا اسلام میں ممنوع ہے۔

حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے بد شگونی لی اور جس کے لیے بد شگونی لی گئی وہ ہم میں سے نہیں۔[2]

عورت کا اپنے شوہر کو غسل دینا

سوال: کیا عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے؟

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/175۔
2... معجم کبیر، 18/162، حدیث: 355۔

جواب: عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے جب کہ موت سے پہلے یا بعد کوئی ایسا امر نہ واقع ہوا ہو جس سے اس کے نکاح سے نکل جائے مثلاً معاذاللہ مرتدہ ہوگئی اگرچہ غسل سے پہلے ہی پھر مسلمان ہوگئی کہ ان وجوہ سے نکاح جاتا رہا اور اجنبیہ ہوگئی لہٰذا غسل نہیں دے سکتی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ویجوز للمرأة أن تغسل زوجها إذا لم يحدث بعد موته ما يوجب البينونة من تقبيل ابن زوجها أو أبيه وإن حدث ذلك بعد موته لم يجز لها غسله[1]

ترجمہ: عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے، اس دوران ایسا کوئی کام نہ کیا ہو جس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے جیسے میت کے بیٹے یا باپ کو (شہوت سے) بوسہ دینا۔ اگر بعدِ موت ایسا کوئی امر واقع ہوا تو پھر غسل دینا جائز نہیں۔

طلاق یافتہ عورت کا شوہر کو غسل دینا

سوال: جس عورت کو طلاق دیدی ہو وہ غسل دے سکتی ہے؟

جواب: اگر عورت کو طلاق رجعی دی ابھی عدت میں ہی تھی کہ شوہر کا انتقال ہو گیا تو غسل دے سکتی ہے اور اگر طلاقِ بائن دی ہے تو اگرچہ عدت میں ہو غسل نہیں دے سکتی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ولو طلقها رجعيا ثم مات عنها وهي معتدة تغسله فإن مات في آخر عدتها قبل الانقضاء ثم انقضت بعد الوفاة للمرأة أن تغسله والأصل فيه أن كل من يحل له وطؤها لو كان حيا بالنكاح يحل لها أن تغسله

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1 / 175۔

وإلا فلا[1] ترجمہ: اگر عورت کو طلاقِ رجعی دی اور پھر شوہر فوت ہو گیا جبکہ عورت ابھی عدت میں تھی تو وہ اسے غسل دے سکتی ہے۔ اور اگر عورت عدت کے آخر میں ہو اور عدت کے مکمل ہونے سے پہلے شوہر فوت ہو گیا اور بعد میں عدت ختم ہو گئی تب بھی عورت اس کو غسل دے سکتی ہے اور اصل اس میں یہ ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اُس عورت سے بسببِ نکاح وطی کرنا اس کے لئے حلال ہوتا تو اس عورت کا اس کو غسل دینا جائز ہے ورنہ نہیں۔

شوہر کا اپنی بیوی کو غسل دینا

سوال: کیا شوہر اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے؟

جواب: عورت مر جائے تو شوہر کے نکاح سے نکل جاتی ہے۔ لہٰذا شوہر نہ اُسے نہلا سکتا ہے نہ ہی چھو سکتا ہے۔ البتہ دیکھنے کی مُمَانَعت نہیں۔ دُرِّ مُختار میں ہے:

ويمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر إليها[2] ترجمہ: شوہر کا بیوی کی میت کو غسل دینا اور چھونا ممنوع ہے، البتہ دیکھنا جائز ہے۔

عورت کے غسل کے لئے کوئی عورت نہیں

سوال: عورت کا انتقال ہوا اور وہاں کوئی عورت نہیں جو غسل دے، تو کیا کریں؟

جواب: ایسی صورت میں تیمم کروایا جائے گا۔ تیمم کروانے والا اگر محرم ہو تو ہاتھ سے تیمم کروائے۔ شوہر یا اجنبی ہو تو ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر جنسِ زمین پر ہاتھ مارے اور تیمم کروائے۔ اور شوہر کے سوا کوئی اور اجنبی ہو تو کلائیوں کی طرف نظر نہ کرے اور شوہر کو

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/175۔
2... تنویر الابصار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، 3/105۔

اس کی حاجت نہیں اور اس مسئلہ میں جوان اور بڑھیا دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ در مختار میں ہے:

ماتت بین رجال أو هو بین نساء یممه المحرم فإن لم یکن فالأجنبي بخرقة[1] ترجمہ: عورت مرگئی مردوں کے درمیان یا مرد فوت ہوگیا عورتوں کے درمیان تو محرم تیمم کروادے اور اگر محرم نہ ہو تو اجنبی کپڑا باندھ کر تیمم کروادے۔

مَرد کے غسل کے لئے کوئی مرد نہیں

سوال: مرد کا انتقال ہوا اور وہاں نہ کوئی مرد ہے نہ اُس کی بیوی تو کیا کریں؟

جواب: مرد کا انتقال ہوا اور وہاں نہ کوئی مرد ہے نہ اُس کی بیوی تو جو عورت وہاں ہے اُسے تیمم کروائے پھر اگر عورت محرم ہے تو تیمم میں ہاتھ پر کپڑا لپیٹنے کی حاجت نہیں اور اجنبی ہو تو کپڑا لپیٹ کر تیمم کروائے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ولو مات رجل بین النساء تیممه ذات رحم محرم منه أو زوجته أو أمته بغیر ثوب وغیرها بثوب.[2] یعنی اگر کوئی مرد عورتوں کے درمیان مرگیا تو اس کی محرم، مطلّقہ زوجہ یا باندی بغیر ہاتھ پر کپڑا باندھے تیمم کروادے اور غیر عورتیں کپڑا لپیٹ کر تیمم کروادیں۔

خنثیٰ مشکل کو غسل کون دے

سوال: خنثیٰ مشکل کا انتقال ہوا تو اسے کون نہلائے مرد یا عورت؟

1... در مختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، 3/110۔
2... فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/176۔

جواب: خنثیٰ مشکل (یعنی جس میں مرد اور عورت دونوں کی علامتیں پائی جائیں اور یہ ثابت نہ ہو کہ مرد ہے یا عورت) کا انتقال ہوا تو اسے نہ مرد نہلا سکتا ہے نہ عورت بلکہ تیمم کروایا جائے تو تیمم کروانے والا اجنبی ہو تو ہاتھ پر کپڑا لپیٹ لے اور کلائیوں پر نظر نہ کرے۔ یونہی خنثیٰ مشکل کسی مرد یا عورت کو غسل نہیں دے سکتا۔ خنثیٰ مشکل چھوٹا بچہ ہو تو اُسے مرد بھی نہلا سکتا ہے اور عورت بھی یونہی عکس۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

والخنثی المشکل المراھق لا یغسل رجلا ولا امرأۃ ولم یغسلھا رجل ولا امرأۃ ويیمم وراء ثوب[1] ترجمہ: بالغ خنثیٰ مشکل نہ کسی مرد کو غسل دے گا نہ عورت کو اور اسی طرح مرد اور عورت خنثیٰ مشکل کو غسل نہیں دے سکتے بلکہ کپڑا لپیٹ کر تیمم کرائیں گے۔

نہلانے والا مسلمان نہ ہو تو

سوال: مرد کا سفر میں انتقال ہوا، اس کے ساتھ عورتیں اور کافر مرد ہیں مسلمان مرد کوئی نہیں تو کیا کریں؟

جواب: عورتیں اس کافر کو نہلانے کا طریقہ بتا دیں کہ وہ نہلا دے اور اگر مرد کوئی نہیں اور چھوٹی لڑکی ہمراہ ہے اور نہلانے کی طاقت رکھتی ہے تو یہ عورتیں اُسے سکھا دیں کہ وہ نہلائے یونہی اگر عورت کا انتقال ہوا اور کوئی مسلمان عورت نہیں اور کافرہ عورت موجود ہے تو مرد اُس کافرہ کو غسل کی تعلیم کرے اور اُس سے نہلوائے یا چھوٹا لڑکا اس قابل ہو کہ نہلا سکے تو اُسے بتائے اور وہ نہلائے۔[2]

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 176۔
2... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 176۔

غسلِ میت کے لئے پانی نہیں ملا

سوال: ایسی جگہ انتقال ہوا کہ وہاں پانی نہیں ملتا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی جگہ انتقال ہوا کہ وہاں پانی نہیں ملتا تو تیمم کروائیں اور نماز جنازہ پڑھیں۔ اوراگر نماز کے بعد تدفین سے قبل پانی مل جائے تو غسل دے کر نماز جنازہ دوبارہ پڑھیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وإذا مات الرجل في السفر وليس هناك ماء طاهر ييمم ويصلى عليه ثم وجدوا ماء غسل وصلي عليه ثانيا[1] ترجمہ: جب کوئی شخص سفر میں فوت ہو جائے اور وہاں پاک پانی نہ ہو تیمم کروائیں اور اس پر نماز پڑھیں۔ پھر اگر پانی مِل گیا تو اس کو غسل دے کر دوبارہ نماز پڑھیں۔

کافر باپ کا مسلمان بیٹا فوت ہو گیا

سوال: مسلمان کا انتقال ہوا اور اُس کا باپ کافر ہے تو کیا کریں؟

جواب: اُسے مسلمان ہی نہلائیں، اس کے کافر باپ کے قابو میں نہ دیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: وينبغي أن لا يمكن الأب الكافر من القيام بغسل ابنه المسلم إذا مات بل يفعله المسلمون[2] ترجمہ: کافر باپ کا مسلمان بیٹا فوت ہوا مسلمانوں کو چاہیے کہ اسے خود غسل دیں اور اس کے باپ کے قابو میں نہ دیں۔

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 176۔
2... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 176۔

غسل میت کی نیت

سوال: کیامیّت سے غسل اُتر جانے اور اس پر نماز صحیح ہونے کے لئے نیت اور فعل شرط ہے؟

جواب: میّت سے غسل اُتر جانے اور اس پر نماز صحیح ہونے میں نیت اور فعل شرط نہیں یہاں تک کہ مردہ اگر پانی میں گر گیا یا بارش کی وجہ سے سارے بدن پر پانی بہہ گیا غسل ہو گیا مگر زندوں پر جو غسل میّت واجب ہے یہ اس وقت بری الذّمہ ہوں گے کہ نہلائیں لہٰذا اگر مردہ پانی میں ملا تو بہ نیت غسل اُسے تین بار پانی میں حرکت دے دیں کہ غسل مسنون ادا ہو جائے اور ایک بار حرکت دی تو واجب ادا ہو گیا مگر سنّت کا مطالبہ رہا اور بلا نیت نہلانے سے بری الذّمہ ہو جائیں گے مگر ثواب نہ ملے گا۔ مثلاً کسی کو سکھانے کی نیت سے میّت کو غسل دیا واجب ساقط ہو گیا مگر غسلِ میّت کا ثواب نہ ملے گا نیز غسل ہو جانے کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ نہلانے والا مکلّف یا اہل نیت ہو لہٰذا نابالغ یا کافر نے نہلا دیا غسل ادا ہو گیا یونہی اگر نامحرم عورت نے مرد کو یا مرد نے عورت کو غسل دیا ادا ہو گیا اگرچہ ان کا نہلانا، جائز نہ تھا۔ درمختار میں ہے:

(وإن غسل) الميت (بغير نية أجزأ) أي لطهارته لا لإسقاط الفرض عن ذمة المكلفين و لذا قال (لو وجد ميت في الماء فلا بد من غسله ثلاثا) لأنا أمرنا بالغسل فيحركه في الماء بنية الغسل ثلاثا وتعليله يفيد أنهم لو صلوا عليه بلا إعادة غسله صح وإن لم يسقط وجوبه عنهم فتدبر[1] ترجمہ: اگر میت کو بغیر نیت غسل دیا تو میت کے پاک ہونے کے لئے کافی ہے مگر

1 . . . تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/108۔

جن پر غسل دیناواجب تھا ان پر وجوب باقی رہے گا، اسی لئے مصنف نے کہا: اگر میت پانی میں پائی گئی تو اس کو تین بار نہلانا ضروری ہے کیونکہ ہمیں نہلانے کا حکم ہے، پس اس میت کو تین بار غسل کی نیت سے پانی میں حرکت دیں اور اس کی علّت یہ ہے کہ اگر لوگ اس پر نماز پڑھ لیں تو بلا اعادۂ غسل نماز صحیح ہو گئی لیکن زندوں سے غسل کا وجوب ساقط نہیں ہو گا۔

مسلمان میت کا مکمل دھڑ نہیں مِلا

سوال: اگر مسلمان کا میت مکمل دھڑ نہ ملے تو کیا کریں؟

جواب: کسی مسلمان کا آدھے سے زیادہ دھڑ ملا تو غسل و کفن دیں گے اور نمازِ جنازہ پڑھیں گے اور نماز کے بعد باقی ٹکڑا ملا تو اس پر دوبارہ نماز نہیں پڑھیں گے اور آدھا دھڑ ملا تو اگر اس میں سر بھی ہے جب بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر سر نہ ہو یا طول سے سر سے پاؤں تک دایاں یا بایاں ایک جانب کا حصہ ملا تو ان دونوں صورتوں میں نہ غسل ہے نہ کفن نہ نماز بلکہ ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ولو وجد أكثر البدن أو نصفه مع الرأس يغسل ويكفن ويصلى عليه وإذا صلي على الأكثر لم يصل على الباقي إذا وجد وإن وجد نصفه من غير الرأس أو وجد نصفه مشقوقا طولا فإنه لا يغسل ولا يصلى عليه ويلف في خرقة ويدفن فيها[1] ترجمہ: اگر میت کا اکثر بدن یا نصف، سر سمیت مل گیا تو غسل دیں گے اور کفن پہنائیں گے اور اس پر نمازِ جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور جب اکثر دھڑ پر نمازِ جنازہ پڑھ لی پھر باقی حصہ بھی مل گیا تو اس پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے

1 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 174۔

گیا اور اگر نصف دھڑ سر کے بغیر مِلا یا لمبائی کے رُخ آدھا بدن ملا، تو نہ غسل دیا جائے گا نہ اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی بلکہ کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا۔

معلوم نہیں کہ مسلمان ہے یا کافر

سوال: مردہ ملا اور یہ نہیں معلوم کہ مسلمان ہے یا کافر تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اس کی وضع قطع مسلمانوں کی ہو یا کوئی علامت ایسی ہو جس سے مسلمان ثابت ہوتا ہے یا مسلمانوں کے محلّہ میں ملا تو غسل دیں اور نماز پڑھیں ورنہ نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ومن لا يدرى أنه مسلم أو كافر فإن كان عليه سيما المسلمين أو في بقاع دار الإسلام يغسل وإلا فلا[1] ترجمہ: جس کا مسلمان یا کافر ہونا معلوم نہ ہو پس اگر کوئی مسلمان ہونے کی علامت ہو یا مسلمانوں کے علاقے میں پایا جائے تو اس کو غسل دیں ورنہ نہیں۔

مسلمان مُردے کافر مُردوں میں مل گئے

سوال: مسلمان میتیں کافر میتوں میں مل گئیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: مسلمان میتیں کافر میتوں میں مل گئیں تو اگر ختنہ وغیرہ کسی علامت سے شناخت کر سکیں تو مسلمانوں کو جُدا کر کے غسل و کفن دیں اور نماز پڑھیں اور امتیاز نہ ہوتا ہو تو اکثر کا اعتبار ہے یعنی اگر اکثر مسلمان ہوں تو غسل دیں اور نماز پڑھیں اور نماز میں خاص مسلمانوں کے لئے دُعا کی نیت کریں اور اگر برابر ہوں تو غسل دیں گے لیکن نماز نہ

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 174۔

پڑھیں گے۔ درمختار میں ہے:

اختلط موتانا بکفار ولا علامة اعتبر الأكثر فإن استووا غسلوا[1] ترجمہ: اگر ہمارے (مسلمانوں) کے مردے کفار کے مردوں کے ساتھ مِل جائیں اور امتیاز نہ ہو تو کثرت کا اعتبار کریں گے (جن کے مردے زیادہ تھے ان کے مطابق معاملات کریں گے) اگر دونوں کے مردے برابر تھے تو غسل دیں گے۔

کافر مردہ

سوال: کافر مردے کو کیا کریں؟

جواب: کافر کی دو قسمیں ہیں (1) کافرِ اصلی (2) مرتدّ۔

کافر اصلی: وہ جو ابتداء سے ہی کافر ہو۔ کافر کو اس کے مذہب والوں کے سپرد کر دے وہ جو چاہیں کریں۔ مسلمان ہاتھ نہ لگائیں، اس کے جنازے میں شریک نہ ہوں، اور اگر کوئی مسلمان اس کا انتہائی قریبی رشتہ دار ہے تو بلحاظِ قرابت شریک ہو سکتا ہے مگر دور دور رہے۔ اور اگر اس کافر کے ہم مذہب نہ ہوں یا اس کو نہ لیں تو کافر مُردے کے لئے غسل و کفن و دفن کچھ نہیں بلکہ ایک چیتھڑے میں لپیٹ کر تنگ گڑھے میں دبا دیں اور اگر مسلمان ہی اُس کا رشتہ دار ہے اور اس کا ہم مذہب کوئی نہ ہو یا لیں نہیں اور بلحاظ قرابت غسل و کفن کرے تو جائز ہے مگر کسی امر میں سنت کا طریقہ نہ اپنائے بلکہ نجاست دھونے کی طرح اُس پر پانی بہائے اور چیتھڑے میں لپیٹ کر تنگ گڑھے میں دبا دے۔

مرتد: وہ جو اسلام قبول کرنے کے بعد کافر ہوا، یا اسلام کا دعویٰ تو کرے لیکن عقائد کفر رکھے۔ مرتد کافر کا حکم یہ ہے کہ مطلقاً نہ اُسے غسل دے نہ کفن بلکہ کُتّے کی طرح کسی

1... درمختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/109۔

تنگ گڑھے میں دھکیل کر مٹی سے بلا حائل دبا دیں۔

اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

اس کے مذہب و ملت والوں کو دے دیا جائے کہ جو چاہیں کریں، اور اگر کفار میں بھی کوئی نہ ملے تو جیفہ سگ کی طرح دفعِ عفونت کے لیے کسی گڑھے میں دبا دیں۔ تفصیل مسئلہ یہ ہے کہ کافر دو قسم ہے: اصلی و مرتد۔ مرتد کو تو اصلاً نہ غسل، نہ کفن، نہ دفن۔ (اور) نہ مسلمان کے ہاتھ سے غسل (مرتد مردہ) کسی کافر کو دیا جائے اگرچہ وہ اسی کے مذہب کا ہو، اگرچہ اس کا باپ یا بیٹا ہو، بلکہ اس کا علاج وہی مردار کتے کی طرح دبا دینا ہے، اور کافر اصلی سے اگر مسلمان کو قرابت نہیں تو اس کے بھی کسی کام میں شریک نہ ہو بلکہ چھوڑ دیا جائے کہ اس کا عزیز قریب یا مذہب والے جو چاہے کریں، اور وہ بھی نہ ہوں تو (اس کا) علاج (یعنی اس کی میت سے سلوک) مثل علاج مرتد ہے (یعنی مرتد کی میت سے سلوک کی طرح ہے)، اور اگر مسلمان کو اس (کافر اصلی) سے قرابت قریبہ ہے تاہم جب کوئی (دوسرا) قریب (رشتے دار) کافر موجود ہو (تو) بہتر یہی ہے کہ (مسلمان رشتے دار) اس کی تجہیز میں شرکت نہ کرے، ہاں ادائے حقِ قرابت کے لئے اگر اس کے جنازہ کے ساتھ جنازہ سے دور دور چلا جائے تو مضائقہ نہیں، اور اگر مسلمان ہی قریب ہے کوئی کافر قرابت دار نہیں جب بھی مسلمان پر اس کی تجہیز و تکفین ضروری نہیں، اگر اس کے ہم مذہب کافروں کو دیدے یا بے غسل و کفن کسی گڑھے میں پھنکوا دے، جائز ہے۔ اور اگر بلحاظ قرابت غسل و کفن و دفن کرے تو بھی اجازت ہے مگر کسی کام میں رعایت طریقہ مسنونہ نہ کرے، نجاست دھونے کی طرح پانی بہادے، کسی چیتھڑے میں لپیٹ کر تنگ گڑھے میں دبادے۔ رب انی

اعوذبک من الکفر والکافرین (اے رب ! میں تیری پناہ لیتا ہوں کفر اور کافروں سے ۔)

درمختار میں ہے:

(یغسل المسلم ویکفن ویدفن قریبه) کخاله (الکافر الاصلی) اماالمرتد فیلقی فی حفرة کالکلب (عند الاحتیاج) فلوله قریب فالا ولی ترکه لهم من غیر مراعاة السنة) فیغسله غسل الثوب النجس ویلفه فی خرقه ویلقیه فی حفرة اقول ولفظ البحر حفیرة قال الطحطاوی فی حاشیة المراقی ای بدون لحد ولا توسعة وفی الایضاح ومراقی الفلاح غسله کخرقة نسجة وکفنه فی خرفة ، والقاه فی حفرة من غیر وضع کالجیفة مراعاة لحق القرابة اودفع القریب الی اهل ملته ویتبع جنازته من بعید، وفیه اشارة الی ان المرتد لایمکن منه احد لغسله لان لاملة له فیلقی کجیفة کلب فی حفرة

مختصراوفی ردالمحتار قوله یغسل المسلم ای جوازا لا ن من شروط وجوب الغسل کون المیّت مسلما الخ.[1]

کشف الغطاء میں جامع صغیر امام صدر شہید سے ہے:

اگر قریب نباشد دفع کرده شود باهل دین او تاهر چه خواهند بوے کنند یعنی اگر کوئی مسلمان قرابت دار نہ ہو تو اس کے اہل مذہب کو دے دیا جائے گا کہ اس کے ساتھ جو چاہیں کریں۔[2]

1...اس عبارت کا خلاصہ وہی ہے جو اوپر بیان کر دیا گیا ہے۔

2...فتاویٰ رضویہ، 9/390، ملخصًا

میت کو ہاتھ لگانے سے کھال ادھڑتی ہو تو

سوال: میّت کے بدن کو ہاتھ لگانے سے کھال اُدھڑے تو کیا کریں؟

جواب: میّت کا بدن اگر ایسا ہو گیا کہ ہاتھ لگانے سے کھال اُدھڑے گی تو ہاتھ نہ لگائیں صرف پانی بہادیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ولو كان الميت متفسخا يتعذر مسحه كفي صب الماء عليه[1] ترجمہ: اگر مردہ سڑ گیا ہو کہ اس کو چھو نہیں سکتے تو اس پر پانی بہادینا کافی ہے۔

میت کے ناک، کان اور منہ میں روئی دینا

سوال: غسلِ میت کے بعد میت کے ناک کان منہ میں روئی دینا کیسا؟

جواب: نہلانے کے بعد اگر ناک کان منہ اور دیگر سوراخوں میں روئی رکھ دیں تو حرج نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ نہ رکھیں، فتاوی عالمگیری میں ہے:

ولا بأس بأن يجعل القطن على وجهه[2] ترجمہ: اور حرج نہیں کہ میت کے منہ پر روئی رکھ دی جائے۔

میت کے داڑھی یا سر کے بالوں میں کنگھی کرنا

سوال: کیا میت کی داڑھی یا سر کے بالوں میں کنگھی کر سکتے ہیں؟

جواب: میّت کی داڑھی یا سر کے بال میں کنگھا کرنا، ناخن تراشنا، کسی جگہ کے بال مونڈنا یا کترنا یا اُکھاڑنا، ناجائز و مکروہ تحریمی ہے۔ بلکہ حکم یہ ہے کہ جس حالت پر ہے اُسی حالت میں دفن کر دیں ہاں اگر ناخن ٹوٹا ہوا ہو تو جدا کر سکتے ہیں اور اگر ناخن یا بال تراش لئے تو

1 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1 / 174۔
2 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1 / 174۔

کفن میں رکھ دیں۔ عالمگیری میں ہے:

ولا يسرح شعر الميت ولا لحيته ولا يقص ظفره ولا شعره كذا في الهداية ولا يقص شاربه ولا ينتف إبطه ولا يحلق شعر عانته ويدفن بجميع ما كان عليه وإن كان ظفره منكسرا فلا بأس بأن يأخذه[1] ترجمہ: میت کے بالوں اور داڑھی میں کنگھی نہ کریں، ناخن اور بال نہ تراشیں اور مونچھیں بھی نہ تراشیں اور نہ بغلوں کے بال اکھاڑیں اور نہ زیر ناف بال مونڈیں اور جس حالت میں ہو اسی طرح دفن کر دیں اور اگر ناخن ٹوٹا ہوا ہو تو اس کو جدا کرنے میں حرج نہیں۔

میت کو سُرمہ لگانا

سوال: غسل کے بعد میت کو سرمہ لگانا کیسا؟

جواب: عمدۃ المحققین حضرت مفتی حبیب اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ حبیب الفتاویٰ میں فرماتے ہیں۔ ”میت کو غسل دینے کے بعد سرمہ لگانا نہ چاہئے۔ چونکہ میت کو نہ زینت کی ضرورت ہے نہ آنکھوں کی حفاظت کی حاجت ہے لہٰذا یہ فعل عبث (فضول) ہے۔ سرمہ میّت کو ہرگز نہ لگایا جائے۔“[2]

میت کے ہاتھ کہاں رکھیں

سوال: میت کے دونوں ہاتھ کہاں رکھنے چاہئیں؟

جواب: میّت کے دونوں ہاتھ کروٹوں میں رکھیں سینہ پر نہ رکھیں کہ یہ کفار کا طریقہ ہے۔ بعض لوگ ناف کے نیچے نماز کی طرح ہاتھ رکھتے ہیں یہ بھی درست نہیں۔ دُرِّ مختار

1 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/174۔

2 . . . حبیب الفتاویٰ، کتاب الصلوۃ، باب الجنائز، ص:545۔

میں ہے:

ويوضع يداه في جانبيه لا على صدره لأنه من عمل الكفار[1] ترجمہ: میت کے دونوں ہاتھ اس کی کروٹوں میں رکھیں سینے پر نہ رکھیں کہ یہ کفّار کا طریقہ ہے۔

غسل کے بعد برتن توڑنا

سوال: میّت کے غسل کے لئے نئے برتن لانا اور غسل کے بعد توڑ دینا کیسا؟

جواب: بعض جگہ دستور ہے کہ عموماً میّت کے غسل کے لئے نئے برتن لاتے ہیں، یہ ضروری نہیں بلکہ گھر کے استعمالی برتن جگ، لوٹے سے بھی غسل دے سکتے ہیں اور بعض یہ جہالت کرتے ہیں کہ غسل کے بعد گھڑے توڑ ڈالتے ہیں یہ ناجائز و حرام ہے کہ مال ضائع کرنا ہے اور اگر یہ خیال ہو کہ نجس ہو گئے تو یہ بھی فضول و ناجائز بات ہے۔

حدیثِ مبارکہ میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيلَ وَقَالَ وَاِضَاعَةَ الْمَالِ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ[2] ترجمہ: بیشک اللہ پاک کو تمہارے لئے تین چیزیں سخت ناپسند ہیں، فضول بولنا، مال ضائع کرنا اور زیادہ سوال کرنا۔

اسی طرح کے سوال کے جواب میں سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

گناہ ہے کہ بلاوجہ تضییع مال ہے کہ اگر وہ ناپاک بھی ہو جائیں تاہم پاک کر لینا ممکن۔ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں: ”اِنَّ اللّٰهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلٰثًا اللہ تعالی تین باتیں

1 . . . درمختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/105۔

2 . . . بخاری، کتاب الزکاۃ، باب قول اللہ تعالیٰ لایسألون، 1/498، حدیث:1477۔

تمہارے لئے ناپسند رکھتا ہے قِیْلَ وَقَالَ وَکَثْرَۃَ السُّؤَالِ وَاِضَاعَۃَ الْمَال فضول بک بک اور سوال کی کثرت اور مال کی اضاعت۔"

اور اگر یہ خیال کیا جائے کہ ان سے مُردے کو نہلایا ہے تو ان میں نحوست آگئی تو یہ خیال اوہامِ کفارِ ہند سے بہت ملتا ہے۔"[1]

غسلِ میت کا برتن قبر کی پائنتی پر رکھنا

سوال: جن برتن سے میت کو نہلایا گیا انہیں قبر کے سرہانے یا پائنتی پر رکھنا یا مسجد میں رکھنا کیسا؟

جواب: جو برتن میت کو نہلانے کے لئے استعمال ہوئے انہیں قبر کے اوپر سرہانے یا پائنتی رکھنا تو فضول ہے، اگر مسجد میں اس نیت سے رکھا کہ نمازیوں کو وضو وغیرہ کرنے میں کام آئے گا اور اُس کا ثواب مردے کو پہنچے گا تو یہ اچھی نیت ہے اور رکھنا بہتر اور اگر یہ خیال ہو کہ گھر میں رکھنا نحوست ہے تو یہ نری حماقت اور بعض لوگ گھڑے کا پانی پھینک دیتے ہیں یہ بھی حرام ہے۔ اسی طرح کے سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

"قبر کی پائنتی، سرہانے رکھ آنے کے کوئی معنی نہیں، اور مسجد میں دینا ثواب ہے جبکہ ان پر ناپاک پانی کی کوئی چھینٹ نہ پڑی ہو، ورنہ پاک کرکے دیئے جائیں، اور اپنے استعمال میں رکھے جب بھی جائز ہے۔"[2]

1... فتاوی رضویہ، 9/98۔
2... فتاوی رضویہ، 9/99۔

غسل کی جگہ سات دن تک موم بتی جلانا کیسا؟

سوال: جس جگہ میت کو غسل دیا جائے اس جگہ سات دن تک موم بتی جلانا کیسا؟

جواب: بعض جگہوں میں لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ جس جگہ میت کو غسل دیا جائے اس جگہ سات دن تک روشنی کا انتظام کیا جائے، کیوں کہ وہاں پر روح آتی ہے اور اگر وہاں روشنی کا انتظام نہ ہو تو اس گھر کے مکینوں کو نقصان پہنچنے کا اور میت کو قبر میں تکلیف ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ یہ بات باطل اور من گھڑت ہے، اس بات کی شریعت میں کوئی حقیقت نہیں ہے، لہٰذا جس جگہ میت کو غسل دیا جائے، اس جگہ سات دن تک موم بتی جلانا، اگر بلا ضرورت، محض اس باطل نظریے کی وجہ سے ہو تو جائز نہیں ہے، بلکہ اسراف اور گناہ ہے اور اگر وہاں کسی کو لائٹ کی حاجت ہے، کہ وہاں روشنی کی ضرورت ہے، اس وجہ سے وہاں بقدر ضرورت، وقتِ ضرورت تک روشنی کا اہتمام کیا، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔[1]

1 . . . فتاوی اہلسنت، فتوی نمبر:WAT-1749، تاریخ اجراء:25ذوالقعدۃ الحرام 1444ھ /14جون 2023ء

کفن کا حکم

سوال: میت کے کفن کا کیا حکم ہے؟

جواب: ”وھو فرض علی الکفایۃ ترجمہ: میت کو کفن دینا فرض کفایہ ہے۔“

کفن کے درجے

کفن کے تین درجے ہیں: (1) سنت (2) کفایت (3) ضرورت

کفنِ سنت

مرد کے لئے سنت تین کپڑے ہیں: (1) لفافہ (2) اِزار (3) قمیص

عورت کے لئے پانچ۔ (1) لفافہ (2) اِزار (3) قمیص (4) اوڑھنی (5) سینہ بند

کفنِ کفایت

مرد کے لئے کفنِ کفایت دو کپڑے ہیں: (1) لفافہ (2) اِزار۔

عورت کے لئے تین کپڑے ہیں: (1) لفافہ (2) اِزار (3) اوڑھنی۔ یا (1) لفافہ (2) قمیص (3) اوڑھنی۔

کفنِ ضرورت

کفن ضرورت دونوں کے لئے یہ کہ جو میّسر آئے اور کم از کم اتنا تو ہو کہ سارا بدن ڈھک جائے۔[1]

1 . . . فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1 / 176، ماخوذا۔

کفن کی تفصیل

(1)**لفافہ**: یعنی چادر کی مقدار یہ ہے کہ میّت کے قد سے اس قدر زیادہ ہو کہ دونوں طرف باندھ سکیں۔

(2)**اِزار**: یعنی تہبند سر سے قدم تک یعنی لفافہ سے اتنی چھوٹی کہ جو بندش کے لئے زائد تھا وہ نہ ہو۔

(3) **قمیص**: جس کو کفنی کہتے ہیں گردن سے گھٹنوں کے نیچے تک اور یہ آگے اور پیچھے دونوں طرف برابر ہوں اور جاہلوں میں جو رواج ہے کہ پیچھے سے کم رکھتے ہیں یہ غلطی ہے۔ چاک اور آستینیں اس میں نہ ہوں۔ مرد اور عورت کی کفنی میں فرق ہے مرد کی کفنی کندھے پر چیریں اور عورت کے لئے سینہ کی طرف۔

(4)**اوڑھنی**: تین ہاتھ کی ہونی چاہئے یعنی ڈیڑھ گز۔

(5)**سینہ بند**: پستان سے ناف تک اور بہتر یہ ہے کہ ران تک ہو۔[1]

بلاوجہ کفنِ کفایت سے کم کرنا

سوال: بلاوجہ کفنِ کفایت سے کم کرنا کیسا؟

جواب: بلاضرورت کفنِ کفایت سے کم کرنا ناجائز و مکروہ ہے۔ درمختار میں ہے:

یکرہ اقل من ذلک.[2] ترجمہ: کفنِ کفایت سے کم کرنا مکروہ ہے۔

کفن تیار رکھنا کیسا ہے؟

سوال: زندگی میں اپنے لئے کفن تیار رکھنا کیسا ہے؟

1...فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 176، ماخوذا۔

2...درمختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، 3/ 115۔

جواب: زندگی میں اپنے لئے کفن کا کپڑا یا مکمل کفن تیار کروا کر رکھنا جائز ہے کہ یہ موت کی یاد دلاتا ہے اور موت کی یاد آخرت کی تیاری کی طرف لے جانے والی ہے اور حدیث پاک میں موت کو کثرت کے ساتھ یاد کرنے اور آخرت کی تیاری کی ترغیب دلائی گئی ہے۔[1]

غسل اور کفن کے بعد کفن ناپاک ہو گیا

سوال: میت کو غسل و کفن دینے کے بعد کفن ناپاک ہو جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: میت کو غسل دینے اور کفن پہنانے کے بعد نجاست یا خون وغیرہ نکلنے سے کفن آلودہ ہو گیا، تو اب کفن کو پاک کرنے کی ضرورت نہیں۔ فتاوی شامی میں ہے:

اذا تنجس الکفن بنجاسۃ المیت لا یضرّ دفعاً للحرج بخلاف الکفن المتنجس ابتداء وکذا لو تنجس بدنہ بما خرج منہ ان کان قبل ان یکفن غسل وبعدہ لا[2] یعنی میت کی نجاست سے کفن ناپاک ہو گیا تو دفع حرج کی بنا پر مضر نہیں بر خلاف ابتدا میں ہی ناپاک ہو جانے والے کفن کے، یونہی اگر میت کا بدن نجاست نکلنے سے ناپاک ہو گیا، اگر کفن پہنانے سے پہلے نجس ہوا تو دھو دیا جائے اور اس کے بعد نجس ہوا تو نہیں۔

وُرَثا میں کفن کے بارے میں اختلاف ہو گیا

سوال: اگر ورثا میں اختلاف ہو گیا کہ کوئی دو کپڑوں کے لئے کہتا ہے کوئی تین کے لئے تو کیا کریں؟

1...فتاوی اہلسنت، فتوی نمبر: WAT-271، تاریخ اجرا: 16ربیع الآخر 1443ھ / 22نومبر 2021

2...ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی صلاۃ الجنازۃ، 3 / 122۔

جواب: تین کپڑے دیئے جائیں گے کہ سنت ہے یایوں کیا جائے گا کہ اگر مال زیادہ ہے اور وارث کم تو کفنِ سنت دیں اور مال کم ہے وارث زیادہ تو کفنِ کفایت۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وإذا اختلفت الورثة فی التکفین فقال بعضهم یکفن فی ثوبین وقال بعضهم فی ثلاثة کفن فی ثلاثة لأنه المسنون[1]. ترجمہ: جب وارثوں میں کفن دینے میں اختلاف ہو بعض کہیں کہ دو کپڑوں کا کفن دیں اور بعض کہیں کہ تین کپڑوں کا کفن دیں تو تین کپڑوں کا کفن دیں، اس لئے کہ یہ سنت ہے۔

کفن کیسا ہونا چاہیے؟

سوال: کفن کیسا ہونا چاہیے؟

جواب: کفن سفید اور اچھا ہونا چاہیے یعنی مرد عیدین و جمعہ کے لئے جیسے کپڑے پہنتا تھا اور عورت جیسے کپڑے پہن کر میکے جاتی تھی اُس قیمت کا ہونا چاہیے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا:

اِلبَسُوا مِنْ ثِیَابِکُمُ البَیَاضَ فَإِنَّهَا مِنْ خَیْرِ ثِیَابِکُمْ، وَکَفِّنُوا فِیهَا مَوْتَاکُمْ[2] ترجمہ: سفید کپڑے پہنا کرو! کیونکہ یہ تمہارے کپڑوں میں سے بہترین ہے اور اسی میں اپنے مُردوں کو کفن دیا کرو۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

یکفن بکفن مثله وهو أن ینظر إلی مثل ثیابه فی الحیاة لخروج العیدین

1... فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/177۔

2... ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما یستحب من الاکفان، 2/301، حدیث: 996۔

وفی المرأۃ ینظر إلی ما تلبس إذا خرجت إلی زیارۃ ابویہا[1] ترجمہ: مرد کو ایسا کفن دینا چاہئے جیسا وہ اپنی زندگی میں عید کے دن لباس پہن کر نکلتا تھا۔ اور عورت کو ایسا کفن پہنانا چاہیے جیسا لباس پہن کر وہ اپنے ماں باپ کے گھر جایا کرتی تھی۔

آبِ زم زم کو قبر یا کفن پر چھڑکنا کیسا؟

سوال: آبِ زم زم کو قبر یا کفن پر چھڑکنا کیسا؟

جواب: متبرک چیزوں سے برکت حاصل کرنا شروع سے مسلمانوں میں رائج ہے، بلکہ خود زَم زَم کو بھی برکت حاصل کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے نیز اس طرح کی روایات بھی ملتی ہیں کہ مسلمانوں حتّٰی کہ صحابۂ کرام علیھم الرضوان نے بھی متبرک چیزوں کو اپنے ساتھ قبر میں دفنانے کی وصیت کی۔ آبِ زَم زَم بھی بہت متبرک پانی ہے لہٰذا حُصولِ برکت کے لئے زَم زَم کو قبر یا کفن پر چھڑک سکتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔شُعبُ الاِیمان کی حدیثِ پاک ہے: عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّھَا کَانَتْ تَحْمِلُ مَاءَ زَمْزَمَ فِی الْقَوَارِیرِ وَتَذْکُرُ اَنَّ رَسُولَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعَلَ ذٰلِکَ زَادَ فِیہِ غَیْرُہٗ عَنْ اَبِی کُرَیْبٍ وَکَانَ یَصُبُّ عَلَی الْمَرْضٰی وَیَسْقِیھِمْ[2] یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ آبِ زم زم کو بوتلوں میں بھر کر لے جاتیں اور فرماتیں کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بھی ایسے کیا ہے۔ دیگر روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم آبِ زَمْ زَم مریضوں کے اوپر ڈالتے اور انہیں پلاتے۔

1 . . . فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 176۔
2 . . . شعب الایمان، 3/ 32، حدیث: 4129۔

جائز اور ناجائز کفن

سوال: مرد اور عورت کو کون سے کپڑے کا کفن دینا جائز ہے اور کون سا ناجائز؟

جواب: کُسم یا زعفران کا رنگا ہوا ریشم کا کفن مرد کو ممنوع ہے اور عورت کے لئے جائز یعنی جو کپڑا زندگی میں پہن سکتا ہے اُس کا کفن دیا جا سکتا ہے اور جو زندگی میں ناجائز اُس کا کفن بھی ناجائز۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ولا بأس بالبرود والكتان والقصب وفی حق النساء بالحرير و الإبريسم والمعصفر والمزعفر ويكره للرجال ذلک وأحب الأكفان الثياب البيض هكذا فی النهاية والخلق والجديد فی التكفين سواء وكل ما يباح للرجال لبسه فی حال الحياة يباح تكفينه بعد الوفاة وما لا يباح له لبسه حال الحياة لا يباح تكفينه بعد الوفاة[1] ترجمہ: عورتوں کے لئے برود، کتان، قصّب (گوٹا ٹھپا لگا ہوا کپڑا) ریشمی، کسم اور زعفران کے رنگ کا کفن دینے میں حرج نہیں، مردوں کے لئے مکروہ ہے اور بہتر یہ ہے کہ کفن کے کپڑے سفید ہوں چاہے نئے ہوں یا پرانے ہوں۔ اور مردوں کو زندگی میں جو کپڑا پہننا جائز ہے اس کا کفن دینا بھی جائز ہے اور جس کا زندگی میں پہننا جائز نہیں اس کا کفن دینا بھی جائز نہیں۔

احرام کو بطور کفن استعمال کرنا

سوال: جس احرام میں حج یا عمرہ کیا اسے بطور کفن استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: حج و عمرہ میں استعمال شدہ احرام کی پرانی چادروں کا کفن بنانا شرعاً جائز ہے اگرچہ اس احرام کو پہن کر کئی حج و عمرے ادا کئے ہوں، البتہ اگر یہ چادریں میلی ہو چکی ہوں، تو

1 . . . فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 177۔

انہیں دھوکر صاف ستھرا کرلینا چاہیے کہ کفن ستھرا ہونا مرغوب وپسندیدہ ہے۔

بہارِ شریعت میں ہے: پُرانے کپڑے کا بھی کفن ہو سکتا ہے، مگر پُرانا ہو تو دُھلا ہوا ہو کہ کفن ستھرا ہونا مرغوب ہے۔[1]

خنثیٰ مشکل کا کفن

سوال: خنثیٰ مشکل کو کون سا کفن دیا جائے گا؟

جواب: خنثیٰ مشکل (یعنی جس میں مرد وعورت دونوں کی علامتیں پائی جائیں اور یہ ثابت نہ ہو کہ مرد ہے یا عورت) کو عورت کی طرح پانچ کپڑے دیئے جائیں مگر کسم یا زعفران کا رنگا ہوا اور ریشمی کفن اسے ناجائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

والخنثی یکفن کما تکفن المرأة احتیاطا ویجنب الحریر والمعصفر والمزعفر[2]

ترجمہ: اور خنثیٰ مشکل کو احتیاطا عورت کی طرح کا ہی کفن دیا جائے لیکن ریشمی، کسم کا اور زعفرانی رنگ کے کپڑے سے اجتناب کیا جائے۔

کفن پہنانے کا طریقہ

میّت کو غسل دینے کے بعد بدن کسی پاک کپڑے سے آہستہ صاف کرلیں کہ کفن تر نہ ہو اور کفن کو ایک یا تین یا پانچ یا سات بار دھونی دے لیں اس سے زیادہ نہیں پھر یہ کفن یُوں بچھائیں کہ پہلے بڑی چادر پھر تہبند پھر کفنی پھر میّت کو اس پر لٹائیں اور کفنی پہنائیں اور داڑھی اور تمام بدن پر خوشبو ملیں، سب خوشبوئیں لگائیں مگر مرد کے زعفران اور ورس نہ لگائیں (عورت کے لگانے میں حرج نہیں) اور مواضع سجود یعنی ماتھے ناک ہاتھ گھٹنے قدم پر

1... بہارِ شریعت، 1/ 819، حصہ:4۔

2... فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 176۔

کافور لگائیں پھر اِزار یعنی تہبند لپیٹیں پہلے بائیں جانب سے پھر دائیں طرف سے پھر لفافہ لپیٹیں پہلے بائیں طرف سے پھر دائیں طرف سے تا کہ دہنا اوپر رہے اور سر اور پاؤں کی طرف باندھ دیں کہ اُڑنے کا اندیشہ نہ رہے عورت کو کفنی پہنا کر اُس کے بال کے دو حصے کر کے کفنی کے اوپر سینہ پر ڈالدیں اور اوڑھنی نصف پشت کے نیچے سے بچھا کر سر پر لا کر منہ پر مثل نقاب ڈال دیں کہ سینہ پر رہے کہ اُس کی لمبائی نصف پشت سے سینہ تک رہے اور چوڑائی ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک ہے اور یہ جو لوگ کیا کرتے ہیں کہ زندگی کی طرح اُڑھاتے ہیں یہ محض بیجا و خلافِ سُنت ہے پھر بدستور ازار و لفافہ لپیٹیں پھر سب کے اُوپر سینہ بند بالائے پستان سے ران تک لا کر باندھیں۔

بچوں کا کفن

سوال: بچوں کے کفن کا حکم کیا ہے؟

جواب: جو نابالغ حدِ شہوت تک کو پہنچ گیا وہ بالغ کے حکم میں ہے یعنی بالغ کو کفن میں جتنے کپڑے دیئے جاتے ہیں اسے بھی دیئے جائیں۔ اور اس سے چھوٹے لڑکے کو ایک کپڑا اور چھوٹی لڑکی کو 2 کپڑے دے سکتے ہیں اور اگر لڑکے کو بھی 2 کپڑے دیئے جائیں تو اچھا ہے اور بہتر یہ ہے کہ دونوں کو پورا کفن دیں اگرچہ ایک دن کا بچّہ ہو۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

نابالغ اگر حدِّ شہوت کو پہنچ گیا ہے جب تو اس کا کفن جوان مرد و عورت کی مثل ہے، اور یہ حکم یعنی حدِ شہوت کو پہنچنا پسر (لڑکے) میں بارہ 12 اور دختر (لڑکی) میں نو 9 برس کی عمر کے بعد نہیں رکتا، اور ممکن کہ کبھی اس سے پہلے بھی حاصل ہو جائے جبکہ جسم نہایت قوی اور مزاج گرم اور حرارت جوش پر ہو۔ لڑکوں میں یہ اُس کا عورتوں کی طرف رغبت کرنے

لگے اور لڑکیوں میں یہ کہ اُسے دیکھ کر مردوں کو اس کی طرف میل پیدا ہو۔ جو بچے اس عمر وحالت کو نہ پہنچیں اُن میں اگر پسر کو ایک اور دختر کو دو کپڑوں میں کفن دے دیں تو کوئی حرج نہیں، اور پسر کو دو 2، دختر کو تین 3 دیں تو اچھا ہے۔ اور دونوں کو پورا کفن مرد و عورت کا دیں تو سب سے بہتر۔ [1]

بچوں کو ریشمی کفن دینا

سوال: سفید ریشمی کپڑا بچوں کو کفن کے طور پر دے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: اصل ریشم تو جس طرح زندگی میں بچے کو نہیں پہنا سکتے اسی طرح مرنے کے بعد کفن میں بھی جائز نہیں اور لڑکی کو جس طرح زندگی میں جائز ہے اسی طرح کفن میں بھی جائز ہے اور اگر نقلی ریشم ہے تو وہ لڑکے و لڑکی دونوں کے لئے جائز ہے، لہٰذا ان دونوں کے کفن میں بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ بہارِ شریعت میں ہے:

کسم یا زعفران کا رنگا ہوا یا ریشم کا کفن مرد کو ممنوع ہے اور عورت کے لیے جائز یعنی جو کپڑا زندگی میں پہن سکتا ہے، اُس کا کفن دیا جا سکتا ہے اور جو زندگی میں ناجائز، اُس کا کفن بھی ناجائز۔ [2]

مردہ پیدا ہونے والے بچے کا کفن

سوال: مردہ پیدا ہونے والے بچے کے کفن کا حکم کیا ہے؟

جواب: جو بچہ مردہ پیدا ہوا یا ناتمام پیدا ہوا اس کو مسنون کفن نہیں دیا جائے گا بلکہ ویسے

1... فتاوی رضویہ، 9/100۔

2... بہارِ شریعت، 1/819، حصہ: 4۔

ہی کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

جو بچّہ مردہ پیدا ہو یا کچّا گر گیا اُسے بہر طور ایک ہی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دینا چاہیے کفن نہ دیں۔[1]

علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ در مختار میں فرماتے ہیں:

والسقط یلف ولا یکفن-[2] ترجمہ: اور ناتمام بچّے کو کسی کپڑے میں لپیٹ دیا جائے، کفن نہ دیا جائے۔

فتاویٰ شامی میں ہے:

قوله والسقط یلف وکذامن ولدمیتا.[3] ترجمہ: ایک کپڑے میں لپیٹا جائے جیسے مردہ حالت میں پیدا ہونے والے بچے کو لپیٹا جاتا ہے۔

پُرانے کپڑے کا کفن

سوال: کیا کفن پرانے کپڑے کا بھی ہو سکتا ہے؟

جواب: پُرانے کپڑے کا بھی کفن ہو سکتا ہے مگر دُھلا ہو کہ کفن ستھرا پسندیدہ مرغوب ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

والخلق والجدید فی التکفین سواء.[4] ترجمہ: کفن میں نیا اور پرانا کپڑا دونوں ہی

1... فتاوی رضویہ، 9/100۔

2... در مختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، 3/117۔

3... ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی الکفن، 3/117۔

4... فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/176۔

ٹھیک ہیں۔

میّت نے مال نہ چھوڑا تو کفن کس کے ذمّے ہے

سوال: میّت نے مال نہ چھوڑا تو کفن کس کے ذمّے ہے؟

جواب: میّت نے مال نہ چھوڑا تو کفن اس کے ذمّے ہے جس کے ذمّے زندگی میں نفقہ (کپڑے کھانے پینے وغیرہ کے اخراجات) تھا۔ در مختار میں ہے:

کفن من لامال له علی من یجب علیه نفقته وان تعددوا فعلی قدر میراثهم[1] ترجمہ: جس میّت کا مال نہ ہو اس کا کفن اسی کے ذمّے ہے جس کے ذمّے اس کا نفقہ واجب ہے۔ اگر ایسے شخص ہوں تو پھر موافقِ میراث ہو گا۔

ایسا کوئی نہیں جس پر نفقہ واجب تھا

سوال: اگر کوئی ایسا شخص نہیں جس پر نفقہ واجب ہوتا ہو یا ایسا شخص تو ہے مگر غریب ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کوئی ایسا نہیں جس پر نفقہ واجب ہوتا، یا ہے مگر نادار ہے تو بیت المال سے دیا جائے اور بیت المال بھی وہاں نہ ہو جیسے غیر مسلم ممالک میں یا کئی مسلم ممالک میں بھی، تو وہاں کے مسلمانوں پر کفن دینا فرض ہے۔ لہٰذا اگر لوگوں کو معلوم تھا اور انہوں نے کفن نہ دیا تو سب گنہگار ہوں گے اور اگر ان لوگوں کے پاس دینے کے لئے مال ہی نہ ہو تو ایک کپڑا کہیں سے مانگ کر میت کو کفن دے دیں۔ علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ دِرمختار میں فرماتے ہیں:

ان لم یکن ثمة من تجب علیه نفقته ففی بیت المال فان لم یکن بیت المال

1... تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/118۔

معموراً او منتظماً فعلی المسلمین تکفینه فان یقدروا سالوا الناس له ثوبا[1] ترجمہ: اگر ایسا شخص موجود نہ ہو جس پر میّت کا نفقہ واجب ہے تو میّت کا کفن بیت المال میں ہے اور اگر بیت المال نہ ہو تو میّت کا کفن عام مسلمانوں (جن کو اس میت کا حال معلوم ہے) پر واجب ہے اور اگر بسبب مفلسی وہ نہ دے سکیں تو وہ اور لوگوں سے ایک کپڑے کی قدر سوال کر لیں۔

ایک کپڑے سے زیادہ مانگنا

سوال: ایک کپڑے سے زیادہ یعنی کفنِ کفایت یا کفنِ سنت کا سوال کرنا کیسا؟

جواب: ضرورتاً صرف ایک کپڑے کا سوال کر سکتے ہیں ایک کپڑے سے زیادہ کا سوال کرنا جائز نہیں، ہاں! دینے والا اگر خود ہی کفنِ کفایت یا کفنِ سنت دے دے ضرور ثواب پائے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: جاہل محتاج جب اُن کا مورث (مرنے والا) محتاج مرتا ہے لوگوں سے پورے کفن کا سوال کرتے ہیں، یہ حماقت ہے، ضرورت سے زیادہ سوال حرام اور ضرورت کے وقت کفن میں ایک کپڑا کافی، بس اسی قدر مانگیں اس سے زائد مانگنا جائز نہیں۔ ہاں ان کو بے مانگے جو مسلمان بہ نیّتِ ثواب پُورا کفن محتاج کے لئے دے گا اللہ سے پُورا ثواب پائے گا۔[2]

عورت اور شوہر کا کفن

سوال: عورت کا کفن کس کے ذمے ہے؟

جواب: عورت نے اگرچہ مال چھوڑا تب بھی اُس کا کفن شوہر کے ذمے ہے بشرطیکہ

1... تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/119۔
2... فتاویٰ رضویہ، 9/100۔

موت کے وقت کوئی ایسی بات نہ پائی گئی جس سے عورت کا نفقہ (کپڑے، کھانے، پینے وغیرہ کے اخراجات) شوہر پر سے ساقط ہو جاتا ہو، اگر شوہر مرا اور اس کی عورت مالدار ہے جب بھی عورت پر کفن واجب نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

یجب الکفن علی الزوج وإن ترکت مالاولو مات الزوج ولم یترک مالا وله امرأة موسرة فلیس علیها کفنه.[1] ترجمہ: عورت کا کفن شوہر پر واجب ہے، اگرچہ عورت نے مال چھوڑا ہو اور اگر شوہر فوت ہوا اور اس نے مال نہ چھوڑا اور اس کی زوجہ مالدار ہے پھر بھی اس پر واجب نہیں کہ وہ شوہر کو کفن دے۔

جس پر کفن واجب ہو وہ کون سا کفن دے؟

سوال: جس پر کفن واجب ہو وہ کون سا کفن دے گا؟

جواب: جو یہ کہا گیا کہ فلاں پر کفن واجب ہے اس سے مراد کفنِ شرعی ہے یونہی باقی سامان تجہیز مثلاً خوشبو اور غسال اور لے جانے والوں کی اُجرت اور دفن کے مصارف سب میں شرعی مقدار مراد ہے، باقی اور باتیں اگر میّت کے مال سے کی گئیں اور ورثہ بالغ ہوں اور سب وارثوں نے اجازت بھی دے دی ہو تو جائز ہے ورنہ خرچ کرنے والے کے ذمے ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

أن الواجب علیه تکفینها وتجهیزها الشرعیان من کفن السنة أو الکفایة[2] ترجمہ: جس پر تجہیز و تکفین واجب ہے اس پر شرعی مقدار واجب ہے کفن سنت ہو یا کفایہ۔

1 . . . فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/177۔
2 . . . ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی کفن الزوجۃ علی الزوج، 3/119۔

کسی سے لئے ہوئے کفن سے کچھ بچ گیا

سوال: کفن کے لئے سوال کر کے لائے اس میں سے کچھ بچ گیا تو کیا کریں؟

جواب: اگر معلوم ہو کہ کس سے لیا تھا تو اس کو واپس کر دیں اور اگر معلوم نہ ہو یا وہ واپس نہ لے تو اس میّت کی طرح کسی اور غریب کے کفن میں صرف کر دیں اور اگر وہ بھی نہ ہو تو کسی فقیر کو صدقہ کر دیں۔ علّامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ درّ مختار میں فرماتے ہیں:

فان فضل شیٔ رد للمتصدق ان علم و الا کفن به مثله و الا تصدق به[1] ترجمہ: پس اگر مانگے ہوئے کفن سے بچ جائے تو اگر معلوم ہے کہ فلاں نے دیا ہے تو اُسے واپس کر دیں ورنہ دوسرے محتاج کے کفن میں صرف کر دیں یہ بھی نہ ہو تو صدقہ کر دیں۔

ایک ہی کپڑا ہے

سوال: میّت ایسی جگہ ہے کہ وہاں صرف ایک شخص ہے اور اُس کے پاس صرف ایک ہی کپڑا ہے تو وہ کیا کرے؟

جواب: اُس پر یہ لازم نہیں کہ اپنے کپڑے کو کفن کر دے کیونکہ زندہ کو مردہ سے زیادہ حاجت ہے۔ علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ درّ مختار میں فرماتے ہیں:

ولو کان فی مکان لیس فیه الا واحد وذلک الواحد لیس له الا ثوب لایلزمه تکفینه به .[2] ترجمہ: اگر میّت ایسی جگہ ہے کہ اس کے پاس صرف ایک ہی شخص ہے اور اس شخص کے پاس ایک ہی کپڑا ہے تو اس پر لازم نہیں کہ وہ اس کو اس ایک

---

1 . . . در مختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/120۔
2 . . . در مختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/120۔

کپڑے میں کفن دے۔

زکوٰۃ کی رقم سے کفن بنانا

سوال: زکوٰۃ کی رقم سے کفن بنانا کیسا؟

جواب: زکوٰۃ کے لئے تملیکِ فقیر (فقیر کو مالک بنانا) شرط ہے۔زکوٰۃ کا فقیر کو مالک بنائے بغیر زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، اگرچہ کتنے ہی نیک کاموں میں خرچ ہو جائے لہٰذا زکوٰۃ کی رقم سے کفن بنانا جائز نہیں۔سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: زکوٰۃ کا رکن تملیک فقیر ہے جس کام میں فقیر کی تملیک نہ ہو کیسا ہی کارِ حسن (اچھا کام) ہو جیسے تعمیر مسجد یا تکفینِ میّت یا تنخواہِ مُدرسانِ علمِ دین، اس سے زکوٰۃ نہیں ادا ہو سکتی۔[1]

مُردے کا کفن چوری ہو گیا اور لاش تازہ ہے

سوال: میّت کا کفن چوری ہو گیا اور لاش تازہ ہے تو کیا کریں؟ نیز لاش پھٹ گئی تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر میّت کا کفن چوری ہو گیا اور لاش ابھی تازہ ہے تو پھر دوبارہ کفن دیا جائے۔ اگر میّت کا مال بدستور ہے تو اس سے کفن دیا جائے اور اگر مال تقسیم ہو گیا تو ورثہ کے ذمے کفن دینا ہے۔اور اگر مال وصیت یا قرض میں دیا گیا تو ان لوگوں کے ذمہ پر کفن نہیں اور اگر کل ترکہ قرض میں مستغرق ہے اور قرض خواہوں نے ابھی قبضہ نہیں کیا ہو تو اِسی مال سے دیں اور اگر قرض خواہوں نے قبضہ کر لیا تو اُن سے واپس نہ لیں گے بلکہ کفن اُس کے ذمّے ہے کہ مال نہ ہونے کی صورت میں جس کے ذمّے ہوتا ہے اور اگر صورت مذکورہ میں لاش پھٹ

1 . . . فتاوی رضویہ، 10/269۔

گئی تو کفن مسنون کی حاجت نہیں ایک کپڑا ہی کافی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وإن سرق كفنه وهو طرى كفن كفنا ثانيا من ماله فإن قسم فعلى الورثة دون الغرماء وأصحاب الوصايا ولو لم تفضل التركة من الدين فإن لم يقبض الغرماء ديونهم بدء بالكفن وإن قبضوا لا يسترد منهم شيء وإن تفسخ كفاه ثوب واحد .[1] ترجمہ: اگر مردہ کا کفن چوری ہو گیا اور لاش ابھی تازہ ہے تو میت کے مال سے ہی دوسرا کفن دیا جائے گا اور اگر مال تقسیم ہو گیا تو اب ورثہ کے ذمّے کفن دینا ہے وصیت یا قرض میں دیئے گئے مال سے کفن نہیں دیا جائے گا۔ اگر کل ترکہ دَین میں مستغرق ہے اور قرض خواہوں نے اب تک قبضہ نہ کیا ہو تو اسی مال سے دیں اور قبضہ کر لیا تو اُن سے واپس نہ لیں گے بلکہ کفن اُس کے ذمّے ہے کہ مال نہ ہونے کی صورت میں جس کے ذمّے ہوتا ہے اور اگر صورت مذکورہ میں لاش پھٹ گئی تو کفن مسنون کی حاجت نہیں ایک کپڑا ہی کافی ہے۔

کفن کے اوپر سے ایک چادر اُڑھانا

سوال: کفنِ مسنون کے علاوہ اوپر سے ایک چادر اُڑھانا اور جائے نماز نکالنا کیسا؟

جواب: صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتابِ باکمال بہارِ شریعت میں فرماتے ہیں: ”پاک و ہند میں عام رواج ہے کہ کفنِ مسنون کے علاوہ اوپر سے ایک چادر اُڑھاتے ہیں وہ تکیہ دار (قبرستان کے فقیر) یا کسی مسکین پر صدقہ کرتے ہیں اور ایک جا نماز ہوتی ہے جس پر امام جنازہ کی نماز پڑھاتا ہے وہ بھی صدقہ کرتے ہیں اگر یہ چادر و جانماز میّت کے مال سے نہ ہوں بلکہ کسی نے اپنی طرف سے

1 . . . فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1 / 177۔

دیا ہے (اور عادۃً وہی دیتا ہے جس نے کفن دیا بلکہ کفن کے لئے جو کپڑا لایا جاتا ہے وہ اسی انداز سے لایا جاتا ہے کہ جس میں یہ دونوں بھی ہو جائیں) جب تو ظاہر ہے کہ اس کی اجازت ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر میّت کے مال سے ہے تو دو صورتیں ہیں :

ایک یہ کہ ورثہ سب بالغ ہوں اور سب کی اجازت سے ہو جب بھی جائز ہے اور اگر اجازت نہ دی تو جس نے میّت کے مال سے منگایا اور صدقہ کیا اس کے ذمہ یہ دونوں چیزیں ہیں یعنی ان میں جو قیمت صرف ہوئی ترکہ میں شمار کی جائے گی اور وہ قیمت خرچ کرنے والا اپنے پاس سے دے گا۔

دوسری صورت یہ کہ ورثہ میں کل یا بعض نابالغ ہیں تو اب وہ دونوں چیزیں ترکہ سے ہرگز نہیں دی جاسکتیں اگرچہ اس نابالغ نے اجازت بھی دے دی ہو کہ نابالغ کے مال کو صرف کر لینا حرام ہے۔ لوٹے، گھڑے ہوتے ہوئے خاص میّت کے نہلانے کے لئے خریدے تو اس میں یہی تفصیل ہے، تیجہ، دسواں، چالیسواں، ششماہی، برسی کے مصارف میں بھی یہی تفصیل ہے کہ اپنے مال سے جو چاہے خرچ کرے اور میّت کو ثواب پہنچائے اور میّت کے مال سے یہ مصارف اسی وقت کئے جائیں کہ سب وارث بالغ ہوں اور سب کی اجازت ہو ورنہ نہیں، مگر جو بالغ ہو اپنے حصہ سے کر سکتا ہے۔ ایک صورت اور بھی ہے کہ میّت نے وصیت کی ہو تو دَین ادا کرنے کے بعد جو بچے اس کی تہائی میں وصیت جاری ہو گی۔ اکثر لوگ اس سے غافل ہیں یا ناواقف کہ اس قسم کے تمام مصارف کر لینے کے بعد اب جو باقی رہتا ہے اسے ترکہ سمجھتے ہیں۔ ان مصارف میں نہ وارث سے اجازت لیتے ہیں نہ نابالغ وارث ہونا مضر جانتے ہیں اور یہ سخت غلطی ہے اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ تیجہ وغیرہ کو منع کیا جاتا ہے کہ یہ تو ایصالِ ثواب ہے اسے کون منع کرے گا۔ منع وہ کرے جو

وہاں ہو بلکہ ناجائز طور پر جو اُن میں صرف کیا جاتا ہے اس سے منع کیا جاتا ہے، کوئی اپنے مال سے کرے یا ورثہ بالغین ہی ہوں ان سے اجازت لے کر کرے تو ممانعت نہیں۔[1]

کفن میں سرمہ، کنگھی رکھنا

سوال: کفن میں تہبند، رومال، سرمہ، کنگھی رکھنا کیسا؟

جواب: کفن میں اضافی تہبند، رومال رکھنا ناجائز و ممنوع اور سرمہ کنگھی رکھنا بدعت قبیحہ اور حرام ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: مرد کے لیے کفن کے تین کپڑے سنت ہیں اور عورت کے لیے پانچ۔ ان کے سوا کفنی میں کوئی اور تہبند یا رومال دینا بدعت و ممنوع ہے۔ سُرمہ، کنگھی اگر فقیر کو بطور صدقہ دیں تو حرج نہیں اور کفن میں رکھنا حرام ہے۔[2]

کفن میں تبرکات رکھنا

سوال: کفن میں غلافِ کعبہ کا جز یا کوئی اور تبرک رکھنا کیسا؟

جواب: جائز و مستحسن ہے۔ حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم حِينَ تُوُفِّيَتِ ابْنَتُهُ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذَلِكَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الآخِرَةِ كَافُورًا أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُورٍ فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ فَأَعْطَانَا حِقْوَهُ فَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ تَعْنِي إِزَارَهُ.[3] ترجمہ: جس وقت حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی صاحبزادی کا انتقال ہوا تو آپ

1... بہار شریعت، 1/821، حصہ 4۔
2... فتاوی رضویہ، 9/608۔
3... بخاری، کتاب الجنائز، باب غسل المیت ووضوئہ، 1/425، حدیث: 1253۔

تشریف لائے اور فرمایا خالص پانی یا بیر کے پتے جوش دیئے ہوئے پانی سے تین یا پانچ مرتبہ غسل دو، اور اگر ضرورت دیکھو تو اس سے زیادہ اور آخر میں کافور لگاؤ اور جب غسل دینے سے فارغ ہو تو مجھے خبر دینا۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم غسل دے کر فارغ ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو خبر دی۔ تو آپ نے اپنا تہبند مبارک عنایت فرمایا کہ اس کے بدن سے متصل رکھو۔

علامہ عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

هو أصل فی التبرک بآثار الصالحین-[1] یہ حدیث آثار صالحین کے ساتھ تبرک حاصل کرنے کی اصل اور دلیل ہے۔

علامہ قسطلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

وانما فعل ذلك لينالها بركة ثوبه.[2] حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے یہ اس لئے کیا تاکہ آپ کے لباس مبارک کی برکتیں انہیں پہنچیں۔

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1052ھ) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

هذاالحديث اصل فی التبرک بآثار الصالحين ولباسهم كما يفعله بعض مريدی المشائخ من لبس اقمصتهم فی القبر[3] یہ حدیث نیک لوگوں کے آثار اور ان کے لباس سے برکت حاصل کرنے کے سلسلے میں اصل اور دلیل ہے۔ جیسا کہ بعض پیر صاحبان کے مریدین ان کی قمیص کا کفن پہنتے ہیں۔

1... عمدۃ القاری، کتاب الجنائز، باب غسل المیت ووضوئہ، تحت الحدیث:1253، 6/56۔
2... ارشاد الساری، کتاب الجنائز، باب غسل المیت، تحت الحدیث:1253، 3/365۔
3... لمعات التنقیح شرح مشکوۃ المصابیح، باب غسل المیت، الفصل الاول، 4/318۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتِ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم بِبُرْدَةٍ مَنْسُوجَةٍ فِيهَا حَاشِيَتُهَا أَتَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ قَالُوا الشَّمْلَةُ قَالَ نَعَمْ قَالَتْ نَسَجْتُهَا بِيَدِي فَجِئْتُ لأَكْسُوَكَهَا فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مُحْتَاجًا إِلَيْهَا فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارُهُ فَحَسَّنَهَا فُلاَنٌ فَقَالَ اكْسُنِيهَا مَا أَحْسَنَهَا قَالَ الْقَوْمُ مَا أَحْسَنْتَ لَبِسَهَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مُحْتَاجًا إِلَيْهَا ثُمَّ سَأَلْتَهُ وَعَلِمْتَ أَنَّهُ لاَ يَرُدُّ قَالَ إِنِّي وَاللهِ مَا سَأَلْتُهُ لأَلْبَسَهَا إِنَّمَا سَأَلْتُهُ لِتَكُونَ كَفَنِي قَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ كَفَنَهُ[1] ترجمہ: ایک عورت حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں خوبصورت کناروں پر بُنائی کی ہوئی چادر لائی، کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ کون سی چادر تھی؟ عرض کیا گیا کہ وہ تہبند تھا۔ فرمایا: ہاں پھر حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے مزید حدیث بیان کی کہ اُس عورت نے عرض کیا کہ میں نے یہ خوبصورت چادر بُنی ہے اور آپ کو پہننے کے لئے پیش کرتی ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے بڑی خوشی سے قبول فرمائی تو حضور اس کو تہبند کی صورت میں پہن کر باہر تشریف لائے تو کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے اس تہبند کی تحسین کی اور عرض کیا یہ کتنی اچھی ہے، مجھے عطا فرما دیجئے۔ اس پر حاضرین نے اسے کہا: تم نے اچھا نہیں کیا، حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے خود اپنے لئے پسند فرمائی تھی اور تو نے یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ آپ کسی سائل کو مایوس نہیں فرماتے، سوال کر لیا۔ اس نے جواب میں کہا: خدا کی قسم! میں نے اسے پہننے کے لئے نہیں بلکہ اپنے کفن کے لئے طلب کیا ہے۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ وہ چادر مبارک اس

1 . . . بخاری، کتاب الجنائز، باب من استعد الکفن، 1 / 431، حدیث: 1277۔

سائل صحابی کا کفن بنی۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

فيه التبرک بآثار الصالحين.[1] اس حدیث میں آثار صالحین کے متبرک ہونے کا ثبوت ہے۔

امام ابو عمر یوسف بن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کتاب الاستعیاب فی معرفۃ الاصحاب میں فرماتے ہیں:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت اپنے بیٹے کو وصیت میں فرمایا:

يا بني انى صحبت رسول الله صلى الله عليه وسلم فخرج لحاجة فاتبعته بإداوة فكسانى احد ثوبيه الذي كان على جلده فخباته لهذا اليوم واخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم من اظفاره وشعره ذات يوم فاخذته وخباته لهذا اليوم فاذا انا مت فاجعل ذلك القميص دون كفني مما يلي جلدى وخذ ذلك الشعر والأظفار فاجعله فى فمي وعلى عيني ومواضع السجود مني.[2] ترجمہ: میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی صحبت سے شرف یاب ہوا پس حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم، حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئے تو میں پانی کا برتن لے کر ہمراہِ رِکاب سعادت مآب ہُوا۔حضور پُر نور نے اپنے دو کپڑوں میں سے جو ان کے بدنِ اقدس پر تھے ایک مجھے عطا فرمایا، وہ کُرتا میں نے آج کے دن کے لئے چھپا رکھا تھا۔ اور ایک روز حضورِ انور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ناخن و مُوئے مبارک تراشے وہ میں نے لے کر آج کے دن کے لئے محفوظ کر رکھا تھا لہٰذا جب

1... عمدۃ القاری، کتاب الجنائز، باب من استعد الکفن، تحت الحدیث:1277، 6/86۔
2... الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، معاویہ بن ابی سفیان، 3/473۔

میں مر جاؤں تو قمیص سراپا تقدیس کو میرے کفن کے نیچے بدن کے متصل رکھنا اور موئے مبارک وناخن ہائے مقدسہ کو میرے منہ اور آنکھوں اور پیشانی وغیرہ مواضع سجود پر رکھ دینا۔

ان احادیثِ مبارکہ اور اقوالِ محدثین سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ کفن میں تبرک رکھنا جائز ہی نہیں بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ہدایت کے ستارے فرمایا، ان کا معمول رہا ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے خود اپنی صاحبزادی کے لئے اپنی چادر عطا فرمائی۔

مزید تفصیل و تحقیق کے لئے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ کے رسالہ"الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن" کا مطالعہ کریں جو فتاویٰ رضویہ جدید کی جلد 9 صفحہ 107 پر موجود ہے۔

کفن پر کلمات مقدسات لکھنا

سوال: کفن پر کلمۂ طیبہ، عہد نامہ یا کوئی دعا لکھنا کیسا؟

جواب: جائز! بلکہ مستحب ہے۔ بہتر یہ ہے کہ بغیر روشنائی کے شہادت کی انگلی سے لکھا جائے۔ سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں:

امام ترمذی حکیم الٰہی سیّدی محمد بن علی معاصر امام بخاری نے نوادر الاصول میں روایت کی کہ خود حضور پُر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا:

مَن کَتَبَ ھٰذَا الدُّعَاءَ وَجَعَلَہٗ بَیْنَ صَدْرِ الْمَیِّتِ وَکَفَنِہٖ فِی رُقْعَۃٍ لَمْ یَنَلْہُ عَذَابُ الْقَبْرِ وَلَا یَرٰی مُنْکَرًا وَنَکِیْرًا وَھُوَ ھٰذَا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا

اللّٰہُ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ترجمہ: جو یہ دعا کسی پرچہ پر لکھ کر میت کے سینہ و کفن کے نیچے رکھ دے اسے قبر کا عذاب نہ ہو گا اور نہ منکر نکیر نظر آئیں اور وہ دعا یہ ہے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔[1]

کفن میں عمامہ

سوال: میت کے کفن میں عمامے کو شامل کرنا کیسا؟

جواب: علماء و مشائخ و اشراف (سید صاحبان) حضرات کے لئے متأخرین علما نے مستحسن یعنی اچھا قرار دیا۔ اور اگر میت علما و مشائخ و اشراف حضرات سے نہیں ہے تو اسے عمامہ نہ پہنایا جائے۔

در مختار میں علامہ حصکفی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں:

واستحسنها المتاخرون للعلماء والاشراف ولا باس بالزيادة على الثلاثة ويحسن الكفن لحديث حسنوا اكفان الموتى فانهم يتزاورون فيما بينهم يتفاخرون بحسن اكفانهم[2] ترجمہ: علما اور اشراف کو مرنے کے بعد عمامہ باندھنا متاخرین نے مستحسن قرار دیا ہے اور تین کپڑوں سے زیادہ میں کفن دینے میں کوئی حرج نہیں اور کفن اچھا دینا چاہئے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مردوں کو بہترین کفن دیا کرو کہ وہ باہم ملتے ہوئے اچھے کفن پر فخر کرتے ہیں۔

1...فتاوی رضویہ، 9/108۔
2...در مختار، کتاب الجنائز، 3/112۔

چوتھا باب

جنازہ لے کر چلنے کا بیان

جنازہ اٹھانے کا حکم

سوال: جنازہ اٹھانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: امام ابو بکر بن علی الحدادی الیمنی الزّبیدی رحمۃُ اللہِ علیہ (وفات: 800ھ) الجوھرۃ النّیِّرۃ میں فرماتے ہیں:

حمل الجنازة عبادة فينبغي لكل أحد أن يبادر في العبادة فقد حمل الجنازة سيد المرسلين فإنه حمل جنازة سعد بن معاذ.[1] یعنی جنازہ کو کندھا دینا عبادت ہے ہر شخص کو چاہیے کہ عبادت میں کوتاہی نہ کرے اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے سعد بن معاذ رضی اللہُ عنہ کا جنازہ اٹھایا۔

جنازہ اٹھانے کا طریقہ

سوال: جنازہ اٹھانے کے لئے کتنے اشخاص کا ہونا سنت ہے؟

جواب: جنازے کو کندھا دینا عبادت ہے۔ سنّت یہ ہے کہ چار افراد جنازہ اٹھائیں ایک پایہ ایک شخص لے اور اگر صرف دو آدمیوں نے جنازہ اٹھایا، ایک سرہانے اور ایک پائنتی تو یہ بلا ضرورت مکروہ ہے اور ضرورت سے ہو مثلاً جگہ تنگ ہے تو حرج نہیں۔ جنازہ لے چلنے میں چارپائی کو ہاتھ سے پکڑ کر کندھے پر رکھے، سامان یا تھیلے کی طرح گردن یا پیٹھ پر لادنا مکروہ ہے، چوپایہ پر جنازہ لادنا بھی مکروہ ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

1... الجوھرۃ النیّرہ، کتاب الصلاۃ، باب مطلب فی حمل الجنازۃ ودفنھا، 1/139۔

ویکرہ حملها بین العمودین بان یحملها رجلان احدهما مقدمها والآخر مؤخرها الّا عند الضرورة مثل ضیق المکان وما اشبه ذلک ولا بأس بان یاخذ السریر بیده أو یضع علی المنکب ویکرہ له ان یضع نصفه علی المنکب ونصفه علی اصل العنق[1] یعنی جنازے کو دو لکڑیوں سے دو آدمی اس طرح اٹھائیں کہ ایک سرہانے کی طرف سے اور دوسرا پائنتی کی طرف سے اٹھائے تو یہ مکروہ ہے، لیکن اگر ضرورت ہو تو جائز ہے مثلاً جگہ تنگ ہے یا اس جیسی کوئی اور ضرورت ہے اور جنازہ کی چارپائی کو ہاتھ میں پکڑے یا کندھے پر کوئی حرج نہیں، اور نصف کندھے پر اور نصف گردن کی جڑ میں رکھنا (جیسے مال واسباب اٹھاتے ہیں) مکروہ ہے۔

جنازہ اٹھا کر چلنے کا طریقہ

سوال: جنازہ اٹھا کر چلنے کا سنت طریقہ کیا ہے؟

جواب: سنت یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے چاروں پایوں کو کندھا دے اور ہر بار دس (10) دس (10) قدم چلے اور کمال سنت یہ ہے کہ پہلے میت کے سیدھے سرہانے کو کندھا دے پھر سیدھی پائنتی (سیدھے پاؤں کی طرف) پھر الٹے سرہانے پھر الٹی پائنتی (الٹے پاؤں کی طرف) اور دس (10) دس (10) قدم چلے تو کُل چالیس (40) قدم ہوئے۔[2]

جنازہ لے کر چلنے کا ثواب

سوال: کیا کسی حدیث میں جنازہ لے کر چلنے ثواب ذکر ہوا ہے؟

جواب: جی ہاں! حدیث شریف میں ہے:

1... فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/178۔
2... فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/178۔

مَنۡ حَمَلَ جَنَازَةً اَرۡبَعِینَ خُطۡوَةً کَفَّرَتۡ اَرۡبَعِینَ کَبِیۡرَةً[1] جو چالیس(40) قدم جنازہ لے چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔

درمختار میں ہے:

لحدیث من حمل جنازۃ أربعین خطوۃ کفرت عنه أربعون کبیرۃ[2] اس طریقے سے اٹھانا حدیث شریف کی وجہ سے ہے کہ جو جنازے کو چالیس قدم اٹھائے تو یہ اٹھانا اس کے چالیس کبیرہ گناہوں کو مٹاڈالتا ہے۔

دودھ پیتے بچے کی میت کو ہاتھ پر لے کر چلنا کیسا؟

سوال: شیر خوار بچے کو ہاتھ پر لے کر چلنا کیسا؟

جواب: چھوٹا بچّہ، شیر خوار یا ابھی دُودھ چھوڑا ہے یا اس سے کچھ بڑا اس کو اگر ایک شخص ہاتھ پر اٹھا کر لے چلے تو حرج نہیں اور ایک کے بعد دوسرے لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے رہیں اور اگر کوئی شخص سواری پر ہو اور اتنے چھوٹے جنازہ کو ہاتھ پر لئے ہو جب بھی حرج نہیں اور اس سے بڑا مُردہ ہو تو چارپائی پر لے جائیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وذکر الاسبیجابی ان الصبی الرضیع او الفطیم او فوق ذلک قلیلا اذا مات فلا بأس بأن یحمله رجل واحد علی یدیه ویتداوله النّاس بالحمل علی أیدیهم ولابأس بأن یحمله علی یدیه و هو راکب وان کان کبیرا یحمل علی الجنازۃ[3] امام اسبیجابی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ دودھ پیتا بچہ یا دودھ چھوڑ چکا ہو یا اس سے کچھ بڑا فوت ہو جائے تو ایک شخص بھی اپنے ہاتھوں پر اٹھا لے تو کوئی حرج

1...بدائع الصنائع، فصل فی حمل الجنازۃ، 2/ 43۔

2...درمختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/ 158۔

3...فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 178۔

نہیں اور ایک کے بعد دوسرے لوگ اپنے ہاتھ پر لیتے رہیں تب بھی کوئی حرج نہیں اور بچے کو ہاتھوں پر اٹھانے والا خود سوار ہو تو تب بھی کوئی حرج نہیں اور اگر بچہ بڑا ہو تو جنازے کی چارپائی پر اٹھائیں۔

جنازہ لے کر چلنے کی رفتار

سوال: جنازہ لے کر چلنے میں رفتار کیسی ہو؟

جواب: جنازہ تیز قدم اٹھاتے ہوئے اعتدال سے لے جائیں کہ میّت کو جھٹکا نہ لگے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: سَأَلْنَا رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَشْيِ خَلْفَ الْجَنَازَةِ قَالَ مَا دُونَ الْخَبَبِ[1] یعنی ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے جنازے کے پیچھے چلنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا دوڑنے سے کمتر چلو۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: أَنَّهُ رَأَى جِنَازَةً يُسْرِعُونَ بِهَا، فَقَالَ لِتَكُنْ عَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ[2] یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے لوگوں کو بہت زیادہ تیزی کے ساتھ جنازہ لے جاتے دیکھا تو فرمایا اطمینان لازم پکڑو۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ویسرع بالمیت وقت المشی بلا خبب وحدہ أن یسرع بہ بحیث لا یضطرب المیت علی الجنازۃ[3] یعنی میّت کو لے کر چلتے وقت تیز چلیں مگر دوڑیں

1... ترمذی، کتاب الجنائز، باب جاء فی المشی خلف الجنازۃ، 2/308، حدیث:1013۔
2... ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی شہود الجنائز، 2/209، حدیث، 1479۔
3... فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/178۔

مت اور تیزی کی حد یہ ہے کہ میّت چارپائی پر نہ ہلے۔

جنازے سے آگے چلنا

سوال: جنازے کے آگے چلنا کیسا؟

جواب: جنازے کے ساتھ جانے والوں کے لئے افضل یہ ہے کہ جنازے سے پیچھے چلیں، دائیں بائیں نہ چلیں اور اگر کوئی آگے چلے تو اسے چاہئے کہ اتنی دور رہے کہ ساتھیوں میں نہ شمار کیا جائے اور سب کے سب آگے ہوں تو مکروہ ہے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا:

اَلْجَنَازَةُ مَتْبُوعَةٌ وَلَاتَتْبَعُ وَلَيْسَ مِنا مَنْ تَقَدَّمَهَا[1] یعنی جنازہ متبوع (جس کے پیچھے چلا جائے) ہے، تابع (پیچھے چلنے والا) نہیں۔ جو آگے چلے وہ جنازے کے ساتھ نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

الافضل للمشيع للجنازة المشى خلفها ويجوز امامها إلا ان يتباعد عنها[2]

یعنی افضل ہے کہ جنازے کے ساتھ چلنے والے جنازے سے پیچھے چلیں اور آگے چلنا بھی جائز ہے مگر دور ہوں۔

سرہانا آگے ہو یا پائنتی

سوال: جنازہ لے کر چلنے میں سرہانا آگے کو ہو یا پائنتی؟ نیز اگر قبرستان مشرق کی طرف ہو تو کیا صورت ہو اور مغرب کی طرف ہو تو کیا صورت ہو اور اگر جنوب کی طرف ہو تو

1... ترمذی، کتاب الجنائز، باب جاء فی المشی خلف الجنازۃ، 2/308، حدیث:1013۔
2... فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/178۔

کیا حکم ہے اور شمال کی طرف ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

میّت کو کسی طرف لے جانا ہو بہر حال سر آگے کی طرف رہے۔ عالمگیری میں ہے: فی حالة المشی بالجنازة یقدم الراس کذافی المضمرات[1]. جنازہ لے چلنے میں سر آگے ہو گا۔ ایسا ہی مضمرات میں ہے۔[2]

جنازے کے ساتھ سواری پر جانا

سوال: جنازے کے ساتھ سواری پر جانا کیسا؟

جواب: جنازے کے ساتھ پیدل چلنا افضل ہے اور سواری پر ہو تو آگے چلنا مکروہ اور آگے ہو تو جنازے سے دور ہو۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ولاباس بالرکوب فی الجنازة والمشی افضل ویکرہ ان یتقدم الجنازة راکبا.[3] یعنی جنازے کے ساتھ سواری پر جانے میں حرج نہیں لیکن پیدل چلنا افضل ہے۔ اور اگر سوار ہو کر جنازے کے آگے چلے تو مکروہ ہے۔

شوہر کا بیوی کے جنازے کو کندھا دینا

سوال: کیا شوہر بیوی کے جنازے کو کندھا دے سکتا ہے؟

جواب: بالکل دے سکتا ہے۔ عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ شوہر عورت کے جنازے کو نہ

1... فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 178۔
2... فتاویٰ رضویہ، 9/ 135۔
3... فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 178۔

کندھا دے سکتا ہے نہ قبر میں اتار سکتا ہے نہ منہ دیکھ سکتا ہے، یہ محض غلط ہے۔ صرف نہلانے اور اسکے بدن کو بلا حائل ہاتھ لگانے کی ممانعت ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

جنازے کو محض اجنبی ہاتھ لگاتے، کندھوں پر اُٹھاتے، قبر تک لے جاتے ہیں، شوہر نے کیا قصور کیا ہے۔ یہ مسئلہ جاہلوں میں محض غلط مشہور ہے۔ ہاں شوہر کو اپنی زنِ مُردہ کا بدن چھونا جائز نہیں، دیکھنے کی اجازت ہے۔ اجنبی کو دیکھنے کی بھی اجازت نہیں۔ محارم کو پیٹ، پیٹھ اور ناف سے زانو تک کے سوا چھونے کی بھی اجازت ہے۔[1]

عورتوں کا جنازے کے ساتھ جانا

سوال: عورتوں کا جنازے کے ساتھ جانا کیسا؟ اور ساتھ ہوں تو کیا کریں؟

جواب: عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانا ناجائز و ممنوع ہے اور نوحہ کرنے والیاں ساتھ ہوں تو انہیں سختی سے منع کیا جائے، اگر نہ مانیں تو اس کی وجہ سے جنازے کے ساتھ جانا نہ چھوڑا جائے کہ اس کے ناجائز فعل سے سُنّت کیوں ترک کرے بلکہ دل سے اسے بُرا جانے اور شریک ہو۔ علامہ حصکفی رحمۃُ اللہِ علیہ در مختار میں فرماتے ہیں:

ویکرہ خروجهن تحریما وتزجر النائحة ولایترک اتباعها لاجلها[2]

عورتوں کا جنازے کے ساتھ نکلنا مکروہ تحریمی ہے اور نوحہ کرنے والی کو روکا جائے گا اور نوحہ کرنے والی کی وجہ سے جنازہ میں جانا نہیں چھوڑا جائے گا۔

1... فتاویٰ رضویہ، 9/138۔
2... در مختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، 3/162۔

جنازے کے ساتھ ذکر و نعت خوانی

سوال: جنازہ لے جاتے وقت ذکر کرنا اور نعت خوانی کرنا کیسا؟

جواب: فی زمانہ جنازے کے ساتھ ذکر و نعت نہایت مستحسن اور اچھا عمل ہے، اس کی ترغیب دلانی چاہیئے تا کہ لوگ فضولیات سے بچیں اور اللہ کریم اور رسول عظیم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ذکر میں مصروف ہوں جو میت اور ذکر کرنے والوں کے لئے نہایت مفید ہے۔ بعض فقہانے اپنے زمانے کے اعتبار سے بعض اسباب کے پائے جانے کی وجہ سے اسے مکروہ لکھا ہے جب وہ اسباب تبدیل ہو گئے تو حکم بھی تبدیل ہو گیا اور احکامِ شریعت میں ایسا ہوتا بھی ہے کہ ایک سبب کی وجہ سے حکم اور ہوتا ہے جب وہ سبب تبدیل ہوا تو حکم بھی تبدیل ہو گیا جیسا کہ نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے لیکن فقہانے لکھا ہے کہ اگر آنکھیں بند کرنے سے خشوع و خضوع میں اضافہ ہوتا ہو تو جائز ہے کہ آنکھیں بند کر کے نماز پڑھے۔ جیسا کہ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:

کرہ (تغمیض عینیه) للنهي الالكمال الخشوع[1] یعنی نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس کی ممانعت آئی ہے لیکن اگر کمالِ خشوع کے لئے ہو تو مکروہ نہیں۔

ایک زمانہ تھا جب جنازہ لے کر ساتھ جانے والے اس قدر فکرِ قبر و حشر میں مستغرق ہوتے تھے کہ انہیں احساس تک نہ ہوتا تھا کہ ان کے دائیں کون ہے اور بائیں کون، ان کی فکرِ آخرت کا عالم یہ تھا گویا یہ ان کا اپنا جنازہ جا رہا ہے سانس کے علاوہ کسی کی آواز نہیں آتی تھی۔ یقیناً ایسی فکرِ آخرت نفلی عبادات سے افضل ہے۔ تو فقہانے خاموشی کا حکم فرمایا تا کہ کسی کے تفکر میں خلل نہ آئے۔ پھر زمانہ بدلا اور اکثر لوگ لغو باتوں میں مصروف نظر

1... تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب مایفسد الصلوٰۃ، 2/499۔

آنے لگے، ذکر سے روکنے کی وجہ نہ رہی تو پھر فقہاء نے بلند آواز سے ذکر کرنے کی اجازت دی۔ جو اصلاً شرع میں مطلوب و محمود ہے۔ جسے ہر حال میں بجالانے کی قرآن وحدیث میں تاکیدو ترغیب موجود ہے۔ چنانچہ اللہ کریم قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (پ21، عنکبوت:45)	ترجمہ کنزالایمان: اور بیشک اللہ کا ذکر سب سے بڑا۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ (پ4، ال عمران:191)	ترجمہ کنزالایمان: جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔

ایک اور جگہ کثرتِ ذکر کا ارشاد فرمایا:

وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾ (پ10، انفال:45)	ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ کی یاد بہت کرو کہ تم مراد کو پہنچو۔

اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ.[1] یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہر وقت اللہ پاک کا ذکر کیا کرتے تھے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَكْثِرُوْا ذِكْرَ اللّٰهِ حَتّٰى يَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ.[2] یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ کریم کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ تمہیں پاگل کہنے لگیں۔

1... ابوداود، کتاب الطھارۃ، باب فی الرجل یذکر اللہ تعالٰی غیر طھر، 1/41، حدیث:18۔
2... مستدرک علی الصحیحین، کتاب الدعاء والتکبیر، 2/173، حدیث:1882۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرّحمٰن فتاوٰی رضویہ میں نقل فرماتے ہیں:

وفی کتاب العهود المحمدية للشيخ الشعرانی قدس الله تعالٰی سره ينبغی لعالم الحاره ان يعلم من يريد المشی مع الجنازة عدم اللغو فيها وذكر من تولّٰی وعزل عن الولاة اوسافر ورجع من التجار ونحوذلک كان السلف الصالح لايتكلمون فی الجنازة الابماورد وكان الغريب لايعرف لغلبة الحزن علی الحاضرين كلهم وكان سيدی علی الخواص رضی الله تعالٰی عنه يقول اذاعلم من الماشين مع الجنازة انهم لايتركون اللغوفی الجنازة ويشتغلون باحوال الدنيا فينبغی ان يامرهم بقول لا الٰه الاالله محمدرسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم فان ذلک افضل من تركة ولاينبغی لفقيه ان ينكر ذٰلک الابنص او اجماع فان مع المسلمين الاذن العام من الشارع بقول لااله الاالله محمدرسول الله فی كل وقت شاؤا وياالله العجب من عمی قلب من ينكر مثل هذا و ربماعزم عند الحكام الفلوس حتی يبطل قول المؤمنين لاالٰه الا الله محمد رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم فی طريق الجنازة و هويری للحشيش يباع فلا يكلف خاطره ان يقول للحشاش حرم عليك بل رأيت فقيها منهم ياخذ معلوم امامة من فلوس بائع الحشيش فنسأل الله العافية وذكر الشعرانی ايضا رحمة الله تعالٰی فی كتابه عهود المشائخ قال لا نمكن احدا من اخواننا ينكرشيئا ابتدعه المسلمون علٰی جهة القربة الی الله تعالٰی وراؤه حسنا لاسيما ماكان متعلقا بالله تعالٰی

ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قراءة القراٰن امامها ونحوذٰلک فمن حرم ذلک فهوقاصرعن فهم الشريعة لانه ماكل مالم يكن على عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يكون مذموماولوفتح هذاالباب لردت اقوال المجتهدين فى مجيع ما استحبوامن المحاسن ولاقائل به قد فتح رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لعلماء امته هذا الباب واباح لهم ان يسنوا كل شئ استحسنوه ويلحقوه بشريعة رسول اللهصلى الله تعالىٰ عليه وسلم بقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من سن سنة حسنة فله اجره من يعمل بها وكلمة لااٰله الاالله محمدرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اكبر الحسنات فكيف يمنع منها وتأمل احوال غالب الخلق الاٰن فى الجنازة تجدهم مشغولين بحكايات الدنيالم يعتبروابالميت وقلبهم غافل عن جميع ماوقع له بل رأيت منهم من يضحک واذاتعارض عندنا مثل ذٰلک وكون ذٰلک لم يكن فى عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قدمنا ذكر الله عزوجل فلو صاح كل من فى الجنازة لااٰله الاالله فلااعتراض ولم ياتنا فى ذلک شئ من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فلوكان ذكر الله تعالىٰ فى الجنازة منهيا عنه لبلغنا ولوفى حديث كمابلغنا فى قراءة القراٰن فى الركوع وشئ سكت عنه الشارع صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اوائل الاسلام لايمنع منه او اخرالزمان یعنی علامہ شعرانی قدس سرہ کی کتاب العہود المحمدیہ میں ہے کہ عالِم محلہ کو چاہئے کہ جو لوگ جنازہ کے ساتھ چلنا چاہتے

ہیں انہیں تعلیم دے کہ لغو سے پرہیز کریں اس طرح کی باتوں میں نہ پڑیں کہ فلاں حکمران بنا، فلاں والی معزول ہوا، فلاں تاجر سفر میں گیا، فلاں واپس آیا۔ سلف صالحین کی روش یہ تھی کہ جنازہ میں کچھ نہ بولتے مگر وُہ جو حدیث میں وارد ہے۔ سارے حاضرین پر حزن و غم کا ایک ایسا غلبہ رہتا کہ اجنبی اور پردیسی شخص کو جب تک بتایا نہ جائے یہ معلوم ہی نہ ہوتا کہ میّت کا قریبی کون ہے سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ لغو سے باز نہ آئیں گے اور دنیا کی باتوں میں مشغول رہیں گے تو انہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھنے کا حکم دینا چاہئے کیونکہ ایسی حالت میں اسے پڑھنا نہ پڑھنے سے افضل ہے۔ اور کسی فقیہ کو بغیر نص یا اجماع کے اس سے انکار مناسب نہیں اس لئے کہ مسلمانوں کے لئے شارع کی جانب سے وُہ جب بھی چاہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھنے کی عام اجازت ہے، الٰہی عجب ہے اس شخص کی قلبی نابینائی سے جو ایسے امر پر تو نکیر کرتا ہو اور جنازہ کے راستے میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھنے کو باطل کہہ کے حکام کے یہاں مال حاصل کرنا چاہتا ہو، دُوسری طرف یہ حال ہو کہ بھنگ بکتی دیکھے تو بھنگ فروش سے یہ کہنے کی زحمت گوارا نہ ہو یہ تجھ پر حرام ہے بلکہ اس طبقے کے فقیہ کو میں نے دیکھا کہ وہ بھنگ فروش کے مال سے اپنی امامت کی تنخواہ وصول کرتا تو خدا ہی سے عافیت کا سوال ہے۔

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی دینی کتاب عہود المشائخ میں فرمایا کہ اپنے ہم دوستوں میں سے کسی کو ایسے امر پر نکیر کی اجازت نہ دیں گے جسے مسلمانوں نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں تقرب کے طور پر ایجاد کیا ہو اور اسے اچھا جانتے ہوں۔ خصوصاً

ایسا کام جس کا تعلق خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جیسے جنازہ کے آگے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھنا اور اس کے سامنے قرآن کی تلاوت کرنا، یا ایسے دوسرے کام جو اسے حرام کہے وُہ فہمِ شریعت سے قاصر ہے، اس لئے کہ ہر وہ کام جو عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نہ رہا ہو بُرا نہیں، اگر یہ دروازہ کھولا جائے تو مجتہدین کرام کے وہ سارے اقوال مردود ٹھہریں جو انہوں نے اپنی پسند کردہ اچھی چیزوں کے بارے میں فرمائے ہیں اور اس کا کوئی قائل نہیں خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کے علماء کے لئے یہ دروازہ کھول رکھا ہے اور انہیں اجازت دی ہے کہ جو طریقہ بھی اچھا سمجھیں اسے جاری کریں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت میں شامل کریں یہ اجازت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے ثابت ہے: جو شخص کوئی اچھا کام ایجاد کرے اسے اس ایجاد کا ثواب ملے گا اور اس طریقے پر آئندہ سارے عمل کرنے والوں کا بھی ثواب ملے گا کلمۂ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو سب سے بڑی نیکی ہے پھر اس سے کیوں کر روکا جائے گا؟ اس زمانے میں جنازے کے اندر اکثر لوگوں کے احوال پر نظر کرو دنیا کی باتوں میں مشغول ملیں گے جنہیں میت کے حال سے کوئی عبرت نہیں، ان کا دل اس سارے واقعے سے غافل ہے، بلکہ ان میں ہنسنے والے بھی نظر آئیں گے ذکر نہ کریں تو یہ حالت اور ذکر میں مشغول ہوں تو یہ اعتراض ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ تھا۔ ہمارے نزدیک جب ایسا تعارض درپیش ہے تو ہم اللہ کے ذکر کو مقدم رکھیں گے اب اگر سارے شرکاءِ جنازہ پکار کر لا الٰہ الا اللہ کہیں تو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ اس سے ممانعت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد وارد نہیں۔ اگر جنازے میں ذکر الٰہی ممنوع

ہوتا توکسی نہ کسی حدیث میں تو یہ حکم وارد ہوتا، جیسے رکوع میں قرآن شریف پڑھنا ممنوع ہے تو اس بارے میں حدیث آئی ہے۔ تو جس چیز سے ابتدائے اسلام میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سکوت فرمایا وہ ہمارے آخر زمانے میں ممنوع نہیں ہو سکتی۔

اس کلام جمیل امام جلیل رحمۃُ اللہِ علیہ کا خلاصہ ارشادات چند افادات:

(1) سلف صالح کی حالت نماز جنازہ میں یہ ہوتی کہ ناواقف کو نہ معلوم ہوتا کہ ان میں اہلِ میت کون ہے۔ اور باقی ہمراہ کون، سب ایک سے مغموم و محزون نظر آتے، اور اب حال یہ ہے کہ جنازے میں دنیاوی باتوں میں مشغول ہوتے ہیں، موت سے انہیں کوئی عبرت نہیں ہوتی، ان کے دل اس سے غافل ہیں کہ میّت پر کیا گزری، فرماتے ہیں: بلکہ میں نے لوگوں کو ہنستے دیکھا، تو ایسی حالت میں ذکر جہر کرنا اور تعظیم خدا اور رسول جل جلالہ، وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلند آواز سے پڑھنا عین نصیحت ہے کہ ان کے دلوں کے زنگ چھوٹیں اور غفلت سے بیدار ہوں۔

(2) نیز اُس میں میّت کو تلقین ذکر کا فائدہ ہے کہ وہ سن سن کر سوالات نکِیرین کے جواب کے لئے تیار ہو۔

(3) سیدی علی خواص رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا شارع علیہ الصلٰوۃ والسلام کی طرف مسلمانوں کو ذکرِ خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اذنِ عام ہے تو جب تک کسی خاص صورت کی ممانعت میں کوئی نص یا اجماع نہ ہو انکار کیا مناسب ہے؟

(4) نیز انہی امام عارف نے فرمایا: الٰہی جو اس سے منع کرے اس کا دل کس قدر سخت اندھا ہے ، جنازے کے ساتھ ذکر خدا و رسول جل جلالہ، وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بند کرنے کی تو یہ کوشش اور بھنگ بِکتی دیکھیں تو اُس سے اتنا نہ کہیں کہ یہ تجھ پر حرام

ہے فرماتے ہیں بلکہ میں نے انہی میں ایک کو دیکھا کہ اس سے تو منع کرتا اور خود اپنی پیش نمازی کی تنخواہ بھنگ فروش کے حرام مال سے لیتا۔

(5) امام عارف باللہ سیّدی شعرانی قدس سرہ الربانی فرماتے ہیں: اکابر کرام کے یہاں عہد ہے جو اچھی بات مسلمانوں نے نئی نکالی ہو اُس سے منع نہ کریں گے خصوصاً جب وُہ اللہ و رسول عزجلالہ، وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے تعلق رکھتی ہو، جیسے جنازے کے ساتھ قرآن مجید یا کلمہ شریف یا اور ذکر خدا اور رسول کرنا جل وعلاو صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

(6) نیز امامِ ممدوح فرماتے ہیں: جو اُسے ناجائز کہے اسے شریعت کی سمجھ نہیں۔

(7) نیز فرماتے ہیں: ہر وہ بات کہ زمانِ برکت توأماں حضور پُر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں نہ تھی مذموم نہیں ہوتی، ورنہ اس کا دروازہ کُھلے تو ائمہ مجتہدین نے جتنی نیک باتیں نکالیں اُن کے وُہ سب اقوال مردود ہو جائیں۔

(8) فرماتے ہیں: بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اپنے اُس ارشاد سے کہ جو شخص دینِ اسلام میں نیک بات نکالے اُسے اس کا اجر ملے اور قیامت تک جتنے لوگ اس نیک بات کو بجالائیں سب کا ثواب اُس ایجاد کنندہ کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے علمائے امّت کے لئے اس کا دروازہ کھول دیا ہے کہ نیک طریقے ایجاد کر کے جاری کریں اور انہیں شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے ملحق کریں، یعنی جب حضورِ انور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے یہ عام اجازت فرمائی ہے تو جو نیک نئی بات نئی پیدا ہوگئی وہ نئی نئی نہیں بلکہ حضور کے اس اذنِ عام سے حضور ہی کی شریعت ہے صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

(9) فرماتے ہیں کہ شرع مطہر میں اُس سے ممانعت نہ آنا ہی اس کے جواز کی دلیل ہے۔ اگر جنازے کے ساتھ ذکر الٰہی منع ہوتا تو کم از کم ایک حدیث تو اس کی ممانعت میں آتی،

جیسے رکوع میں قرآن مجید پڑھنا منع ہے، تو اس کی ممانعت کی حدیث موجود ہے، تو جس چیز سے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے سکوت فرمایا وہ کبھی ہمارے زمانے میں منع نہیں ہوسکتی۔

(10) نتیجہ یہ نکلا کہ اگر جنازے کے تمام ہمراہی بلند آواز سے کلمہ طیبّہ وغیرہا ذکرِ خدا و رسول عزوعلاوصلی اللہ تعالی علیہ وسلم کرتے چلیں تو کچھ اعتراض نہیں بلکہ اس کا کرنا نہ کرنے سے افضل ہے۔

نیز امام نابلسی ممدوح کتاب مذکور میں فرماتے ہیں : لاینبغی ان ینھی الواعظ عما قال بہ امام من ائمۃ المسلمین بل ینبغی ان یقع النھی عمااجمع الائمۃ کلھم علی تحریم۔ یہ نہ چاہئے کہ واعظ ایسی چیز سے روکے جسے ائمۂ مسلمین میں سے کسی امام نے جائز کہاہو بلکہ ممانعت ایسے کام سے ہوناچاہئے جس کی حرمت پر سب ائمہ کا اجماع ہو۔

درمختار میں ہے:

تحریما صلوۃ مع شروق الا العوام فلا یمنعون من فعلھا لأنھم یترکونھاوالأداء الجائز عند البعض أولی من الترك کما في القنیۃ وغیرھا

ترجمہ: سورج نکلتے وقت نماز مکروہِ تحریمی ہے مگر عوام کو اس سے منع نہ کیا جائے گا اس لئے کہ وہ نماز ہی ترک کردیں گے جبکہ ترک سے وہ ادائیگی بہتر ہے جو بعض کے نزدیک جائز ہے جیسا کہ قنیہ وغیرہا میں ہے:

قلت ونقلہ سیّدی عبدالغنی فی الحدیقۃ عن شرح الدرر لابیہ عن المصفی شرح النسفیۃ عن الشیخ الامام الاستاذ حمیدالدین عن شیخہ

الامام الاجل جمال الدین المحبوبی وایضاعن شمس الائمۃ الحلوانی وعن القنیۃ عن النسفی والحلوانی وایضافی ردالمحتار عن البحرعن المجتبی عن الامام الفقیہ ابی جعفر فی مسئلۃ التکبیر فی الاسواق فی الایام العشرالذی عندی انہ لاینبغی ان تمنع العامۃ عنہ لقلۃ رغبتھم فی الخیر وبہ ناخذ یعنی میں کہتا ہوں اسے سیدی عبدالغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ میں اپنے والد کی شرح درر سے نقل کیا ہے اُس میں نسفیہ کی شرح مصفی سے۔ اس میں شیخ امام استاذ حمید الدین سے نقل ہے۔ انہوں نے اپنے شیخ امامِ اجل جمال الدین محبوبی سے نقل کیاہے۔ اور شمس الائمہ حلوانی سے اور قنیہ سے اُس میں نسفی و حلوانی سے بھی نقل کیا ہے۔ اور ردالمحتار میں بحر سے، اس میں مجتبیٰ سے، اس میں امام فقیہ ابو جعفر سے عشرہ ذی الحجہ میں بازاروں کے اندر تکبیر کہنے کے مسئلہ میں نقل ہے کہ میرے نزدیک یہ ہے کہ عوام کو اس سے نہ روکا جائے کہ اس کی وجہ سے نیکیوں میں ان کی رغبت کم ہو جائے گی، اور ہم اسی کو لیتے ہیں۔

وفی الحدیقۃ الندیۃ ومن ھذا القبیل نھی الناس عن صلوۃ الرغائب بالجماعۃ وصلوۃ لیلۃ القدر و نحو ذلک وان صرح العلماء بالکراھۃ بالجماعۃ فیھا فلا یفتی بذلک العوام لئلا تقل رغبتھم فی الخیرات واللہ تعالٰی اعلم حدیقہ میں ہے: اسی قبیل سے جماعت کے ساتھ صلوۃ الرغائب اور نماز شب قدر اور اس جیسے افعال سے نہی کا معاملہ ہے کہ اگرچہ علماء نے جماعت کے ساتھ یہ نماز مکروہ ہونے کی صراحت فرمائی ہے مگر عوام کو اس کا فتوٰی نہ دیا جائے گا کہ نیکیوں میں

ان کی رغبت کم نہ ہو جائے---اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔[1]

قرآنی آیات، احادیث طیّبات، فقہی جزئیات اور ان اقتباسات سے بالکل واضح ہے کہ فی زمانہ جنازے کے ساتھ بلند آواز سے ذکر و نعت پڑھنا جائز ہی نہیں بلکہ مستحب و مستحسن عمل ہے۔مزید تفصیل و تحقیق کے لئے سلطان المحققین اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ الآراء تصنیف فتاوی رضویہ کی جلد 9 کے صفحہ 140 تا 158 کا مطالعہ فرمائیں۔

جنازے کی وجہ سے اٹھنا یا بیٹھنا

سوال: اگر کسی جگہ سے جنازہ گزرے تو اسے دیکھ کر اٹھنا کیسا ہے؟

جواب: کسی جگہ بیٹھے ہوں اور وہاں سے جنازہ گزرے تو کھڑا ہونا ضروری نہیں، اور کھڑے ہونے کے متعلق روایت میں جو حکم آیا ہے، وہ منسوخ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پہلے کھڑے ہوتے تھے لیکن بعد میں اسے ترک فرما دیا۔ ہاں جو شخص ساتھ جانا چاہتا ہے، وہ اٹھے اور جنازے کے ساتھ شامل ہو جائے۔ در مختار میں ہے:

(ولا يقوم من في المصلى لها اذا رآها) قبل وضعها ولا من مرت عليه هو المختاروما ورد فيه منسوخ زيلعی ترجمہ:اورجوجنازگاہ میں ہے وہ جنازہ دیکھ کر اسے رکھے جانے سے پہلے، اس کے لیے کھڑا نہ ہو اور نہ وہ جس کے پاس سے جنازہ گزرا، یہی مختار ہے۔ اور جو کھڑے ہونے کے متعلق روایت آئی ہے، وہ منسوخ ہے۔ یہ علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے:

1... فتاوی رضویہ، 9/142۔

(قوله وما ورد فيه) أي من قوله صلى الله عليه وسلم «اذا رأيتم الجنازة فقوموا لها حتى تخلفكم أو توضع» قوله منسوخ اي بما رواه ابو داود وابن ماجه وأحمد والطحاوي من طرق عن علي «قام رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قعد» ولمسلم بمعناه وقال قد كان ثم نسخ شرح المنية[1] ترجمہ: اس کے متعلق جو روایت وارد ہوئی، وہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ فرمان ہے: جب تم جنازہ دیکھو تو اس کے لیے کھڑے ہو جاؤ یہاں تک کہ وہ آگے گزر جائے یا اسے نیچے رکھ دیا جائے۔ یہ حلبی میں مذکور ہے۔ اور یہ روایت اس روایت کی وجہ سے منسوخ ہے، جسے ابو داود، ابن ماجہ، احمد، طحاوی نے کئی اسانید سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیام فرمایا پھر بیٹھے رہنے کا عمل فرمایا۔ اور امام مسلم نے اس کے ہم معنی روایت کیا ہے اور فرمایا: کھڑے ہونے کا عمل شروع میں تھا پھر منسوخ ہو گیا۔ یہ شرح منیہ میں مذکور ہے۔

بہار شریعت میں ہے: اگر کسی جگہ بیٹھے ہوں اور وہاں سے جنازہ گزرا تو کھڑا ہونا ضرور نہیں، ہاں جو شخص ساتھ جانا چاہتا ہے وہ اٹھے اور جائے۔[2]

جنازہ اٹھانے کی اجرت

سوال: جنازہ اٹھانے کی اجرت لینا کیسا؟

جواب: جنازہ اٹھانے پر اجرت لینا دینا جائز ہے جب کہ اس کے علاوہ اور بھی اٹھانے والے موجود ہوں۔ اور اگر یہ اکیلا ہے تو اس کے لئے جائز نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

1...درمختار ورد المحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی حمل المیت، 3/160

2...بہار شریعت، 1/824، حصہ: 4۔

ویجوز الاستئجار علی حمل الجنازۃ.[1] یعنی جنازہ اٹھانے کے لئے اجرت لینا جائز ہے۔

نفل نماز افضل یا پڑوسی کے جنازے میں شرکت

سوال: نفل نماز پڑھنا افضل ہے یا پڑوسی کے جنازے میں شرکت کرنا؟

جواب: میّت اگر پڑوسی یا رشتہ دار یا کوئی نیک شخص ہو تو اس کے جنازے کے ساتھ جانا نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

واتباع الجنائز افضل من النوافل اذا کان لجوار او قرابۃ او صلاح مشهور[2] یعنی اگر جنازہ پڑوسی، رشتہ دار یا کسی مشہور نیک شخص کا ہے تو اس کے جنازے میں شرکت کرنا نفل پڑھنے سے افضل ہے۔

جنازہ پڑھ کر کب واپس لوٹیں

سوال: کے ساتھ جانے والا کب واپس آئے؟

جواب: جو شخص جنازے کے ساتھ ہو اسے نماز جنازہ پڑھے بغیر واپس نہیں ہونا چاہئے اور نماز کے بعد اولیائے میّت سے اجازت لے کر واپس ہو سکتا ہے اور دفن کے بعد اولیاء سے اجازت کی ضرورت نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ولا ینبغي ان یرجع من جنازۃ حتی یصلي علیه وبعدما صلی لا یرجع الا باذن اهل الجنازۃ قبل الدفن وبعد الدفن یسعه الرجوع بغیر اذنهم.[3] یعنی

1... فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 178۔
2... فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 178۔
3... فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 181۔

جو جنازہ کے ساتھ ہو ضروری ہے کہ نماز پڑھے بغیر نہ لوٹے اور نماز پڑھنے کے بعد دفن سے پہلے بھی بغیر اولیاءِ میت کی اجازت کے نہ لوٹے اور بعد دفن بغیر اجازت لوٹ سکتا ہے۔

قبرستان چالیس قدم سے کم فاصلے پر ہے

سوال: اگر قبرستان چالیس قدم سے کم مسافت پر ہو تو جنازے کو گھما کر چالیس قدم پورے کرنا کیسا؟

جواب: اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: جہالت و ممنوع ہے۔[1]

1...فتاویٰ رضویہ، 9/646۔

پانچواں باب

پہلی فصل

نمازِ جنازہ کا بیان

نمازِ جنازہ کا حکم

سوال: نمازِ جنازہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: نمازِ جنازہ فرض کفایہ ہے کہ ایک نے بھی پڑھ لی تو سب بری الذمہ ہو گئے ورنہ جس جس کو خبر پہنچی تھی اور نہ پڑھی گنہگار ہوا۔ اس کی فرضیت کا جو انکار کرے کافر ہے۔ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:(و الصلاۃ علیه) صفتھا (فرض کفایة) بالاجماع فیکفر منکرھا لانه انکر الاجماع.[1] یعنی نمازِ جنازہ بالا جماع فرض کفایہ ہے، جو اس کا انکار کرے کافر ہے۔ اس لئے کہ اس نے اجماع کا انکار کیا۔

قادیانی، مرزائی کا نماز پڑھنا

سوال: کیا قادیانی اور مرزائی کا نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: مرزائی، مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والے کو کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی ماننے اور اس طرح کے دیگر عقائد کفریہ رکھنے کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں اور مرتدین سے کسی طرح کے تعلقات رکھنا جائز نہیں لہٰذا مر جائیں تو ان کے جنازے میں شرکت حرام، ان کو مسلمانوں جیسا غسل و کفن دینا حرام، اسی طرح جنازہ پڑھنا بھی حرام بلکہ کفر ہے۔

1 . . . تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/120۔

سیدی اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، مجدد دین وملت، الشاہ امام احمد رضاخان رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: "قادیانی مرتد ہیں۔"[1]

اور مرتدین سے تعلقات رکھنے، ان کا جنازہ پڑھنے وغیرہ کا حکم بیان کرتے ہوئے سیدی اعلی حضرت رحمۃُ اللہِ علیہ لکھتے ہیں: "بلاشبہ اس سے دور بھاگنا اور اسے اپنے سے دور کرنا، اس سے بغض (دشمنی)، اس کی اہانت، اس کا رد فرض ہے اور توقیر حرام وہدم اسلام (اسلام کو گرانا) اسے سلام کرنا اس کے پاس بیٹھنا حرام، اس کے ساتھ کھانا پینا حرام، اس کے ساتھ شادی بیاہ حرام اور قربت زنائے خالص اور بیمار پڑے، تو اسے پوچھنے جانا حرام، مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت حرام، اسے مسلمانوں کا سا غسل وکفن دینا حرام، اس پر نماز جنازہ پڑھنا حرام بلکہ کفر، اس کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھانا، اس کے جنازے کی مشایعت حرام، اسے مسلمانوں کے مَقابر میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پر کھڑا ہونا حرام، اس کے لیے دعائے مغفرت یا ایصال ثواب حرام، بلکہ کفر، والعیاذباللہ رب العالمین۔"[2]

غیر مسلم کے جنازے میں جانا کیسا؟

سوال: غیر مسلم کے جنازے میں جانا کیسا ہے؟

جواب: غیر مسلم کے جنازے میں شرکت کرنا حرام ہے، ایسا کرنے والے پر اعلانیہ توبہ لازم ہے اور اگر غیر مسلم کے لیے بخشش ومغفرت کی دعا کی، تو کفر ہے اور ایسا کرنے والے پر توبہ وتجدیدِ ایمان اور شادی شدہ ہونے کی صورت میں تجدیدِ نکاح بھی فرض

1...فتاوی رضویہ، 23/598۔
2...فتاوی رضویہ، 14/593۔

ہے۔ قرآنِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾

(پ10، توبہ:84)

ترجمہ کنزالعرفان: اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نمازِ جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ بیشک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور نافرمانی کی حالت میں مر گئے۔

اس آیت کی تفسیر میں جامع المعقول والمنقول شیخ احمد جِیوَن رحمۃُ اللہِ علیہ غیر مسلم کے جنازے میں شرکت ناجائز ہونے کے متعلق فرماتے ہیں:

هذه الاٰية صريحة فی انه لا يجوز الصلاة على الكافر بحال --- لا تقف على قبره للدفن او الزيارة ملخصا[1] ترجمہ: یہ آیت اِس حکم میں صریح (واضح) ہے کہ کافر پر کسی بھی حالت میں نمازِ جنازہ ادا کرنا، جائز نہیں اور اس کی قبر پر دفن یا زیارت کے لیے کھڑا نہ ہو۔

تفسیر خزائن العرفان میں ہے:

"اس آیت سے ثابت ہوا کہ کافِر کے جنازے کی نماز کسی حال میں جائز نہیں اور کافِر کی قبر پر دفن و زیارت کے لئے کھڑے ہونا بھی ممنوع ہے اور یہ جو فرمایا "اور فِسق ہی میں مر گئے" یہاں فِسق سے کُفر مراد ہے۔ قرآنِ کریم میں اور جگہ بھی فِسق بمعنی کُفر وارِد ہوا ہے جیسے کہ آیت اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ میں۔"[2]

1...تفسیراتِ احمدیہ، ص471-472۔
2...تفسیر خزائن العرفان، ص376۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

”مُردہ کافر و منافق کو مرحوم کہنا یا رحمۃ اللہ یا رضی اللہ عنہ کے القاب دینا یا ان کے لیے ختمِ قرآن مجید کرنا، ان کی فاتحہ، قُل وغیرہ کرنا حرام ہے۔۔۔کافر و منافق کی نمازِ جنازہ پڑھنا حرام ہے۔“[1]

کافر کے لیے مغفرت کی دعا کرنا کفر ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِیْنَ وَ لَوْ كَانُوْۤا اُولِیْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ﴿۱۱۳﴾ (پ11، توبہ:113)

ترجمۂ کنزالعرفان: نبی اور ایمان والوں کے لائق نہیں کہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں، جبکہ ان کے لئے واضح ہو چکا ہے کہ وہ دوزخی ہیں۔

رد المحتار میں ہے:ان الدعاء بالمغفرۃ للکافر کفر[2] ترجمہ: کافر کے لیے بخشش کی دعا کرنا کفر ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:کافر کے لیے دعائے مغفرت وفاتحہ خوانی کفرِ خالص وتکذیبِ قرآنِ عظیم ہے۔[3]

1...تفسیر نعیمی، 10/475، ملخصاً۔
2...ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی الدعاء المحرم، 2/288۔
3...فتاوی رضویہ، 21/228۔

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جو کسی کافر کے لیے اس کے مرنے کے بعد مغفرت کی دعا کرے یا کسی مردہ مرتد کو مرحوم یا مغفور یا کسی مردہ ہندو کو بیکنٹھ باشی (جنّتی) کہے، وہ خود کافر ہے۔"[1]

نمازِ جنازہ کی جماعت

سوال: کیا نمازِ جنازہ کے لئے جماعت شرط ہے؟

جواب: نمازِ جنازہ کے لئے جماعت شرط نہیں ایک شخص بھی پڑھ لے فرض ادا ہو گیا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: والصلوٰۃ علی الجنازۃ تتادی باداء الإمام وحدہ لان الجماعۃ لیست بشرط الصلوٰۃ علی الجنازۃ.[2] یعنی نمازِ جنازہ اکیلے امام کے ادا کرنے سے ادا ہو جائے گی کیونکہ نمازِ جنازہ کے لئے جماعت شرط نہیں۔

وجوبِ نماز جنازہ کی شرائط

سوال: نماز جنازہ کس پر فرض ہے؟

جواب: نمازِ جنازہ فرض ہونے کے لئے پانچ شرطیں ہیں: (1) مسلمان ہونا (2) بالغ ہونا (3) عاقل ہونا (4) قادر ہونا (5) موت کی خبر ہونا۔ فتاویٰ شامی میں ہے:

واما شروط وجوبھا فھی شروط بقیۃ الصلوات من القدرۃ والعقل والبلوغ والاسلام مع زیادۃ العلم بموتہ[3] یعنی نمازِ جنازہ واجب ہونے کے لئے وہی شرائط ہیں جو اور نمازوں کے لئے ہیں یعنی (1) قادر (2) بالغ (3) عاقل (4) مسلمان

1... بہار شریعت، 1/185، حصہ: 1۔
2... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/178۔
3... ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی صلاۃ الجنازۃ، 3/121۔

ہونا، ایک بات اس میں زیادہ ہے یعنی اس کی موت کی خبر ہونا۔

نمازِ جنازہ کے صحیح ہونے کی شرائط

سوال: نمازِ جنازہ کی کتنی شرائط ہیں؟

جواب: نمازِ جنازہ کے صحیح ہونے کے لئے دو طرح کی شرطیں ہیں۔(1)نمازی کے متعلق (2) میت کے متعلق۔

نمازی کے متعلق شرائط: نمازی کے لئے چار شرطیں ہیں:(1)طہارت(2)سترِ عورت (2)قبلہ کی طرف منہ ہونا(4) نیت۔

میت کے متعلق شرائط: میت کے متعلق سات شرطیں ہیں:(1) میّت کا مسلمان ہونا (2) میّت کے بدن و کفن کا پاک ہونا(3) جنازے کا وہاں موجود ہونا(4)جنازہ سواری پر نہ ہو (5)جنازہ نمازی کے آگے قبلہ کی طرف ہونا(6)میّت کا وہ حصہ جس کا چھپانا فرض ہے چھپا ہونا(7)میّت امام کے سامنے ہونا۔[1]

نمازِ جنازہ کے فرائض (ارکان)

سوال: نمازِ جنازہ کے کتنے ارکان ہیں؟

جواب: نمازِ جنازہ میں دو رکن ہیں۔(1) چار تکبیرات (2) قیام (کھڑا ہونا)۔ تنویر الابصار میں ہے:

وركنها التكبيرات والقيام[2] یعنی نمازِ جنازہ کے رکن دو ہیں۔ تکبیرات اور قیام۔

1... ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی صلاۃ الجنازۃ، 3/121۔

2... تنویر الابصار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/124۔

Go To Index

نمازِ جنازہ کی سنتیں

سوال: نماز جنازہ میں کتنی سنتیں ہیں؟

جواب: نماز جنازہ میں تین چیزیں سنّتِ مؤکدہ ہیں:(1) اللہ پاک کی حمد و ثنا (2) نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر درود بھیجنا (3) میّت کے لئے دُعا کرنا۔ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:

(وسنتھا)ثلاثۃ (التحمید والثناء والدعاء فیھا) [1] نماز جنازہ میں تین سنتیں ہیں

(1) اللہ کی حمد وثنا (2) نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر درود بھیجنا (3) میت کے لئے دعا۔

نمازِ جنازہ کی اردو میں نیت

سوال: نمازِ جنازہ کی اردو میں کیسے نیت کریں؟

جواب: نیت دل کے پختہ ارادے کا نام ہے، زبان سے کہنا ضروری نہیں، ہاں اگر زبان سے بھی کہہ لیا تو افضل ہے چاہے کسی بھی زبان میں ہو اگرچہ اپنی مادری زبان میں جیسے اردو میں بھی نیت کر سکتے ہیں۔ عام طور پر نمازِ جنازہ کی نیت کے لئے یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں اور یہ کافی ہیں۔

"میں اِس حاضر میت کی نمازِ جنازہ کی نیت کرتا ہوں، ثناء اللہ کریم کے لئے، درود حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے لئے ، دعا اِس حاضر میت کے لئے، منہ میرا قبلہ شریف کی طرف۔ مقتدی یہ الفاظ بھی نیت میں زائد کریں کہ پیچھے اِس امام کے۔ یہ نیت کرکے "اللہ اکبر" کہہ کر نماز شروع کردیں۔"

1... تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، 3/124۔

نماز جنازہ کا طریقہ

سوال:: نمازِ جنازہ پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: نماز جنازہ کا طریقہ یہ ہے کہ کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ نیچے لائے اور حسبِ معمول ناف کے نیچے باندھ لے اور ثنا پڑھے یعنی سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ. پھر بغیر ہاتھ اٹھائے اَللّٰهُ اَكْبَر کہے اور درود شریف پڑھے بہتر وہ دُرود ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور کوئی دوسرا درود پڑھا جب بھی حرج نہیں پھر اَللّٰهُ اَكْبَر کہہ کر اپنے اور میّت اور تمام مومنین و مومنات کے لئے دُعا کرے اور بہتر یہ کہ وہ دُعا پڑھے جو احادیث میں وارد ہو اور ماثور (وہ دعائیں جو قرآن وحدیث میں آئی ہیں) دُعائیں اگر اچھی طرح نہ پڑھ سکے تو جو دُعا چاہے پڑھے مگر وہ دُعا ایسی ہو کہ آخرت سے متعلق ہو۔ پھر چوتھی تکبیر کہے اور ہاتھ کھول دے اور دونوں طرف سلام پھیر دے۔[1]

بالغ مرد وعورت کی دعا

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا ط اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: اے اللہ! تو ہمارے زندہ، مردہ، حاضر، غائب، چھوٹے، بڑے مرد وعورت کو بخش دے۔ اے اللہ! ہم میں سے تُو جس کو زندہ رکھے اُسے اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے تُو جس کو موت دے اُسے ایمان پر موت دے۔

1 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1 / 180۔

نابالغ بچے کی دعا

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطاً وَّاجْعَلْہُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا شَافِعاً وَّ مُشَفَّعاً

ترجمہ: اے اللہ! تو اسے ہمارے لئے پیش رو کر اور اسے ہمارے لئے ذخیرہ کر اور اسے ہماری شفاعت کرنے والا اور مقبول الشفاعۃ کر دے۔

نابالغ بچی کی دعا

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لَنَا فَرَطاً وَّاجْعَلْھَا لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّاجْعَلْھَا لَنَا شَافِعَۃً وَّ مُشَفَّعَۃً

ترجمہ: اے اللہ! تو اسے ہمارے لئے پیش رو کر اور اسے ہمارے لئے ذخیرہ کر اور اسے ہماری شفاعت کرنے والا اور مقبول الشفاعۃ کر دے۔

مجنون کی دعائے جنازہ

سوال: مجنون کی نمازِ جنازہ میں کیا پڑھیں؟

جواب: صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃُ اللہِ علیہ فتاویٰ امجدیہ میں فرماتے ہیں:

اگر جنون اصلی ہو تو نابالغ والی دعا پڑھی جائے اور اگر جنون عارضی تھا اور بالغ ہونے کے بعد جنون ہو تو دعائے مغفرت نہ کی جائے اور عارضی جنوں ہو تو دعائے مغفرت بھی کی جائے کہ قبل جنوں وہ مکلف تھا۔ درمختار میں ہے:"لا یستغفر فیھا لصبی و مجنون و معتوہ لعدم تکلیفھم-

ردالمحتار میں ہے:ھذا فی الاصلي فان الجنون و العتہ الطائرین بعد البلوغ لا یسقطان الذنوب السابقۃ[1] یہ قاعدہ کلیہ ہے اس لئے کہ جنون اور عقل کا ختم

1... فتاویٰ امجدیہ، 1/315۔

ہو جانا یہ بالغ ہونے کے بعد پہلے والے گناہوں کو ساقط نہیں کرتے۔

سلام پھیرتے وقت ہاتھ کہاں ہوں

سوال: کیا نمازِ جنازہ میں سلام ہاتھ چھوڑنے کے بعد پھیرنا چاہئے یا ہاتھ چھوڑنے سے پہلے، افضل کیا ہے؟

جواب: اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفی 1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

ہاتھ باندھنا سُنّت اس قیام کی ہے جس کے لئے قرار ہو۔ کما فی الدر المختار وغیرھا من الاسفار (جیسا کہ درمختار وغیرہ کتابوں میں ہے) سلام وقتِ خروج ہے اُس وقت ہاتھ باندھنے کی طرف کوئی داعی نہیں، تو ظاہر یہی ہے کہ تکبیر چہارم کے بعد ہاتھ چھوڑ دیا جائے۔[1]

جنونِ اصلی اور عارضی میں فرق

سوال: جنونِ اصلی اور عارضی میں کیا فرق ہے؟

جواب: جنون اصلی سے مراد یہ ہے کہ نابالغی کی حالت ہی سے مجنون ہو یا بلوغ کے ساتھ ساتھ جنون بھی طاری ہوا ہو[2] اور جنون عارضی جو بالغ ہونے کے بعد مجنون ہو گیا۔

نمازِ جنازہ کے بعد اجتماعی دعا

سوال: نمازِ جنازہ کے بعد اجتماعی دعا کرنا کیسا؟

جواب: نمازِ جنازہ کے بعد کچھ فاصلہ کر کے دعا کرنا جائز ہے جیسا کہ آج کل ہوتا ہے کہ

1... فتاوی رضویہ، 9/194۔
2... فتاویٰ امجدیہ، 1/315۔

نمازِ جنازہ کی صفوں کو توڑ کر فاتحہ کے بعد میت کے لئے اجتماعی دعا کی جاتی ہے جائز و مستحسن ہے۔ امام ابو داود سلیمان بن الاشعث (المتوفی:275ھ) سنن ابو داود میں نقل فرماتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ

اِذَاصَلَّیْتُمْ عَلَی الْمَیِّتِ فَاَخْلِصُوالَهُ الدُّعَاءَ[1] یعنی جب تم میت پر نماز پڑھ چکو تو اخلاص کے ساتھ اس کے لئے دعا کرو۔

امام علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی (المتوفی:587ھ) بدائع الصنائع میں نمازِ جنازہ کے تکرار کی ممانعت پر کئی روایتیں ذکر کی گئیں ہیں جن سے دعا بعد نمازِ جنازہ کا ثبوت بھی ظاہر ہے۔

ولنا: ما روي ان النبي صلى الله عليه وسلم صلى على جنازة فلما فرغ جاء عمر ومعه قوم فاراد ان يصلي ثانيا فقال له النبي صلى الله عليه وسلم الصلاة على الجنازة لا تعاد ولكن ادع للميت واستغفر له وهذا نص في الباب وروي ان ابن عباس وابن عمر رضي الله تعالى عنهم فاتتهما صلاة على جنازة فلما حضرا ما زادا على الاستغفار له وروي عن عبد الله بن سلام انه فاتته الصلاة على جنازة عمر رضي الله عنه فلما حضر قال إن سبقتموني بالصلاة عليه فلا تسبقوني بالدعاء له.[2]

ترجمہ: (یہ مسئلہ کہ نمازِ جنازہ کا تکرار جائز نہیں) اس میں ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی

1...ابو داود، کتاب الجنائز، باب: الدعاء للمیت: 3/275، حدیث: 3199۔
2...بدائع الصنائع: فصل فی بیان من یصلی علیہ: 2/47۔

اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ایک شخص کی نمازِ جنازہ پڑھائی جب حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نماز جنازہ پڑھا کر فارغ ہو چکے تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے ساتھ آئے اور دوبارہ نماز پڑھنے کا ارادہ کیا، تو حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: دوبارہ نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ لیکن میت کے لئے دعا کرو اور اس کے لئے استغفار کرو۔

یہ اس باب (تکرار نمازِ جنازہ جائز نہیں) میں نص ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک نمازِ جنازہ نکل گئی، پس جب میت کے پاس آئے تو صرف دعا پر اکتفا کیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلام سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ نکل گئی، جب وہ آئے تو انہوں نے (جنازے پر موجود حاضرین سے) کہا اگرچہ تم نمازِ جنازہ میں مجھ سے پہل کر چکے ہو لیکن دعا میں مجھ سے پہل نہ کرو۔

امام مسلم بن الحجّاج القشیری النیسابوری (المتوفی:261ھ) مسلم میں نقل فرماتے ہیں: حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ وُضِعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَى سَرِيرِهِ فَتَكَنَّفَهُ النَّاسُ يَدْعُونَ وَيُثْنُونَ وَيُصَلُّونَ عَلَيْهِ قَبْلَ أَنْ يُرْفَعَ وَأَنَا فِيهِمْ قَالَ فَلَمْ يَرُعْنِي إِلَّا بِرَجُلٍ قَدْ أَخَذَ بِمَنْكِبِي مِنْ وَرَائِي فَالْتَفَتُّ اِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ عَلِيٌّ فَتَرَحَّمَ عَلٰى عُمَرَ وَقَالَ مَا خَلَّفْتَ أَحَدًا أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَلْقَى اللهَ بِمِثْلِ عَمَلِهِ مِنْكَ وَايْمُ اللهِ اِنْ كُنْتُ لَأَظُنُّ أَنْ يَّجْعَلَكَ اللهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ وَذَاكَ اَنِّي كُنْتُ أُكَثِّرُ اَسْمَعُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ جِئْتُ اَنَا وَاَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَدَخَلْتُ اَنَا وَاَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَخَرَجْتُ اَنَا وَاَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَاِنْ كُنْتُ لَاَرْجُو اَوْ لَاَظُنُّ اَنْ يَجْعَلَكَ اللهُ

مَعَهُمَا.[1] یعنی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا جنازہ تخت پر رکھا گیا تو لوگ ان کے گرد جمع ہوگئے، وہ ان کے حق میں دعا کرتے، تحسین آمیز کلمات کہتے اور جنازہ اٹھائے جانے سے بھی پہلے ان پر صلوٰۃ (یعنی دعا) پڑھ رہے تھے، میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا، اچانک ایک شخص نے پیچھے سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا، میں نے گھبرا کر مڑ کے دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے رحمت کی دعا کی اور کہا (اے عمر!) آپ نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جس کے کیے ہوئے اعمال کے ساتھ مجھے اللہ پاک سے ملاقات کرنا پسند ہو بخدا! مجھے یقین ہے کہ اللہ کریم آپ کا درجہ آپ کے دونوں صاحبوں کے ساتھ کر دے گا، کیونکہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بہ کثرت یہ سنتا تھا، میں اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما آئے، میں اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما داخل ہوئے، میں اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نکلے اور مجھے یقین ہے کہ اللہ پاک آپ کو آپ کے دونوں صاحبوں کے ساتھ رکھے گا۔

ان احادیث مبارکہ سے بالکل واضح ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں نمازِ جنازہ کے بعد دعا کا معمول تھا۔ مزید تفصیل و تحقیق کے لئے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کے رسالہ بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز کا مطالعہ کریں جو فتاوی رضویہ جدید کی جلد 9 صفحہ 239 پر موجود ہے۔

1... مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل عمر، ص:1000، حدیث:6187

نماز کے بعد میت کا چہرہ دیکھنا

سوال: نماز جنازہ کے بعد میت کا چہرہ دیکھنا کیسا ہے؟

جواب: نماز جنازہ پڑھنے سے پہلے اور بعد، میت کا چہرہ دیکھنا جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ میت کا چہرہ دیکھنے دکھانے کے معاملات میں اس کی تدفین میں دیر نہ ہو کہ شریعت مطہرہ میں میت کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرنے کا حکم ہے اور بلا ضرورت تاخیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔[1]

مفسداتِ نمازِ جنازہ

سوال: نمازِ جنازہ کن چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے؟

جواب: جن چیزوں سے تمام نمازیں فاسد ہو جاتی ہیں نماز جنازہ بھی اُن سے فاسد ہو جاتی ہے سوا ایک بات کہ عورت مرد کے محاذی (برابر) ہو جائے تو نماز جنازہ فاسد نہ ہو گی۔ علامہ کاسانی بدائع الصنائع میں فرماتے ہیں:

انها تفسد بما تفسد به سائر الصلوات وهو ما ذكرنا من الحدث العمد والكلام والقهقهة وغيرها من نواقض الصلوٰة الا المحاذاة.[2] یعنی نمازِ جنازہ بھی انہی چیزوں سے فاسد ہوتی ہے جن سے تمام نمازیں فاسد ہوتی ہیں حدث عمد، گفتگو، قہقہہ وغیرہ اور اسی طرح جن سے وضو فاسد ہوتا ہے مگر ایک چیز کہ عورت اگر برابر کھڑی ہو تو نماز جنازہ فاسد نہیں ہوتی۔

1... فتاوی اہلسنت، ماہنامہ فیضان مدینہ جمادی الاولی 1441ھ۔
2... بدائع الصنائع: فصل فی بیان من یصلی علیہ، 2/47۔

وقت کی کمی کی وجہ سے تیمم کرنا

سوال: وضو یا غسل کرنے سے نمازِ جنازہ جانے کا خوف ہے تو کیا کرے؟

جواب: غیر ولی اگر وضو یا غسل کرے گا تو نماز جنازہ ختم ہو جائے گی تو وہ تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے جبکہ ولی کے لئے وضو کا حکم ہے۔ درمختار میں ہے: جاز (لخوف فوت صلاۃ جنازۃ)[1] یعنی نمازِ جنازہ کے فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم جائز ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِذَا خِفْتَ أَنْ تَفُوتَكَ الْجِنَازَةُ وَأَنْتَ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ فَتَيَمَّمْ وَصَلِّ[2] عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ إِذَا فَجَأَتْكَ الْجِنَازَةُ وَأَنْتَ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ فَتَيَمَّمْ وَصَلِّ عَلَيْهَا[3] عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِذَا فَجَأَتْكَ الْجِنَازَةُ وَلَسْتَ عَلَى وُضُوءٍ فَإِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ فَتَوَضَّأْ وَصَلِّ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَكَ مَاءٌ فَتَيَمَّمْ وَصَلِّ[4] عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ يَتَيَمَّمُ إِذَا خَشِيَ الْفَوْتَ[5] عَنْ عَطَاءٍ قَالَ إِذَا خِفْتَ أَنْ تَفُوتَكَ الْجِنَازَةُ فَتَيَمَّمْ وَصَلِّ[6] یعنی حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب تجھے نمازِ جنازہ کے فوت ہونے کا ڈر ہو اور تو بے وضو ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لیا کر۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اچانک جنازہ آجائے اور تم اس وقت بے وضو ہو تو تیمم کر کے نمازِ جنازہ میں شریک ہو جایا کرو۔ حضرت ابراہیم فرماتے ہیں کہ جب جنازہ آجائے اور تم اس وقت بے وضو ہو تو اگر تیرے پاس پانی ہو تو وضو کر کے نماز پڑھ اور

1... تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب التیمم، 1/455۔
2... مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجنائز، فی الرجل یخاف أن تفوتہ الصّلاۃ علی الجنازۃ، 7/273، حدیث:11586۔
3... مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجنائز، فی الرجل یخاف أن تفوتہ الصّلاۃ علی الجنازۃ، 7/273، حدیث:11587۔
4... مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجنائز، فی الرجل یخاف أن تفوتہ الصّلاۃ علی الجنازۃ، 7/273، حدیث:11588۔
5... مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجنائز، فی الرجل یخاف أن تفوتہ الصّلاۃ علی الجنازۃ، 7/273، حدیث:11589۔
6... مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجنائز، فی الرجل یخاف أن تفوتہ الصّلاۃ علی الجنازۃ، 7/273، حدیث:11590۔

اگر پانی نہ ہو تو تیمم کرکے نماز پڑھ لے۔ حضرت عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تجھے خوف ہو کہ نمازِ جنازہ فوت ہو جائے گا تو تیمم کرکے نمازِ جنازہ پڑھ لیا کرو۔

میت کی چارپائی الٹی اور نماز جنازہ

سوال: غلطی سے میت کی چارپائی الٹی رکھ کر جنازہ ادا کر دیا گیا، تو کیا نماز ادا ہو گئی؟

جواب: جی ہاں! (دیگر شرائط کی موجودگی میں) مذکورہ نمازِ جنازہ ادا ہو گئی، شرائط نمازِ جنازہ میں ایک شرط میت کا امام کے سامنے ہونا ہے، فقط اس طریقے کے مطابق رکھنے میں غلطی ہوئی جو لوگوں میں شروع سے چلتا آ رہا ہے، اور یہ نمازِ جنازہ درست ہونے سے مانع نہیں، اور چونکہ ایسا غلطی سے ہوا لہذا کوئی حرج بھی نہیں۔ جان بوجھ کر کریں تو خلافِ سنت و مکروہ ہے۔[1]

سواری پر نمازِ جنازہ پڑھنا

سوال: نمازِ جنازہ سواری پر پڑھنا کیسا؟

جواب: نمازِ جنازہ سواری پر پڑھی تو نہ ہوئی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ولا تجوز الصلوٰۃ علی الجنازۃ راکبا[2] یعنی سوار ہو کر جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔

ایمبولینس میں رکھی میت کا نمازِ جنازہ

سوال: اگر میت ایمبولینس میں رکھی ہو تو کیا نمازِ جنازہ ادا ہو جائے گا؟

جواب: میت ایمبولینس میں رکھی ہوئی ہو اور میت، امام کے سامنے موجود ہو اور

1 . . . فتاوی اہلسنت، فتوی نمبر: Pin:4993، تاریخ اجرا: 30 ربیع الثانی 1438ھ / 29 جنوری 2017
2 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1 / 180۔

صاف نظر آ رہی ہو، تو اس طرح نماز جنازہ ہو جائے گی، کیونکہ فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے نمازِ جنازہ کے صحیح ہونے کی جو شرائط بیان فرمائی ہیں، ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ میت ، نمازِ جنازہ پڑھنے والے یا پڑھانے والے امام کے سامنے ہو اورامام کی محاذات میں ہو۔بیان کردہ صورت میں چونکہ میت امام کے سامنے موجود ہے اور ایمبولینس کا فرش یا اسٹریچر اتنا اونچا نہیں ہو تا کہ وہ امام کی محاذات سے بھی بلند ہو لہٰذا نمازِ جنازہ ہو جائے گی، البتہ اگر میت اتنی اونچی ہو کہ امام کی محاذات میں نہ ہو، جیسے اونٹ یا گھوڑے یا ہاتھی پر رکھی ہو، تو اب نمازِ جنازہ نہیں ہو گی۔

نمازِ جنازہ کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ میت امام کے سامنے ہو، جیسا کہ فتح القدیر میں ہے:

شرط صحتها اسلام الميت و طهارته و وضعه امام المصلى[1] ترجمہ: نمازِجنازہ کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے کہ میت مسلمان ہو، پاک ہو اور نمازِ جنازہ پڑھنے والے کے سامنے ہو۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

من الشروط حضور الميت و وضعه و كونه امام المصلى[2] ترجمہ: نمازِ جنازہ کی شرائط میں سے ہے کہ میت حاضر ہو اور نماز جنازہ پڑھنے والے کے سامنے رکھی ہو۔

امام اہلسنت امام احمد رضاخان رحمۃ اللہ علیہ فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں: ”اگر پلنگ اتنا اونچا ہو کہ قد آدم سے زائد، جس میں امام کی محاذات میت کے کسی جزو سے نہ ہو، تو البتہ

1...فتح القدیر، 2/ 80۔
2... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 180۔

نماز ناجائز ہو گی کہ محاذات شرط ہے، مگر کوئی پلنگ اتنا اونچا نہیں ہو تا۔فی رد المحتار عن جامع الرموز عن تحفة الفقهاء ان ركنها القيام و محاذاته الى جزء من اجزاء الميت(یعنی رد المحتار میں جامع الرموز سے اور اس میں تحفۃ الفقہاء سے منقول ہے کہ نماز جنازہ کا رکن قیام ہے اور نمازی کا میت کے کسی جز کے مقابل ہونا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم [1]

میت کے لیے ضروری ہے کہ وہ جنازہ پڑھنے والے امام کے مقابل و محاذی ہو، جیسا کہ اس کے متعلق حبیب الفتاوی میں ہے: "اصل یہ ہے کہ میت کو تنہا نمازِ جنازہ پڑھنے والے یا نماز جنازہ پڑھانے والے امام کے مقابل و محاذی ہو نا ضروری ہے، اگر میت کو کسی سواری، اونٹ، گھوڑے، ہاتھی پر یا کسی اونچی چیز پر یا ہاتھوں کو اتنا اونچا کر دیا جائے کہ تنہا نماز جنازہ پڑھنے والے یا نماز جنازہ پڑھانے والے امام کے مقابل و محاذات میں میت نہ ہو، تو نماز جنازہ جائز و صحیح نہیں ہو گی۔ اختلاف مکان سے نماز جنازہ کے عدمِ جواز و صحت کا یہی مطلب ہے اور اگر میت کسی ایسے جنازہ اور سریر پر ہو یا چارپائی و مسہری پر ہو یا اور کسی اونچے چبوترے وغیرہ پر یا ہاتھوں پر زمین سے قریب ہو کہ تنہا نماز جنازہ پڑھنے والے یا نماز جنازہ پڑھانے والے امام کے مقابلہ و محاذات میں میت رہے، یعنی مقابلہ و محاذات نماز پڑھانے والے امام یا تنہا نماز جنازہ پڑھنے والے شخص سے میت کا باقی رہے تو نماز جنازہ جائز و صحیح ہو گی۔ [2]

نمازِ جنازہ میں رفع یدین (کانوں تک ہاتھ اٹھانا)

سوال: نمازِ جنازہ کی چاروں تکبیروں میں رفع یدین کرنا کیسا؟

1...فتاوی رضویہ، 9/190۔

2...حبیب الفتاوی، 559-560۔

جواب: نمازِ جنازہ میں پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کرنا ممنوع ہے۔ تنویر الابصار میں ہے: یرفع یدیه فی الاولی فقط.[1] یعنی صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اُٹھائیں گے۔

بے نمازی کا جنازہ

سوال: کیا بے نمازی کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی؟

جواب: بے نمازی سخت فاسق و گنہگار اور مستحقِ عذابِ نار ہے مگر کافر نہیں، اس کی بھی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا:

وَالصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَيْكُمْ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا وَإِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ[2] یعنی ہر مسلمان کی نمازِ جنازہ تم پر فرض ہے نیک ہو یا بد، اگرچہ اس نے گناہِ کبیرہ کئے ہوں۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ ترکِ نماز سخت کبیرہ اشد کفرانِ نعمت ہے، مگر کفر وارتداد نہیں، جبکہ انکارِ فرضیت یا استخفاف واہانت نہ کرے، اور نماز ہر مسلمان کے جنازے کی فرض کفایہ ہے، اگر سب چھوڑیں گے سب گنہگار رہیں گے، نماز پنجگانہ اُس پر فرض تھی اُس نے چھوڑی، نماز جنازہ ہم پر فرض ہے ہم کیوں چھوڑیں، اُس نے وہ فرض چھوڑا جو خالص حق اللہ کریم غنی عزوجل کا تھا، ہم وہ فرض چھوڑ دیں جس میں اللہ عزوجل کا بھی حق اور اس محتاج باشدّ الاحتیاج کا بھی حق العبد، یہ محض نادانی اور خود اپنی بھی بدخواہی ہے، علمائے کرام نے فرضیتِ نمازِ جنازہ سے صرف چند شخصوں کو استثناء فرمایا۔ باغی اور آپس کے بلوائی کہ

1 . . . تنویر الابصار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/128۔

2 . . . ابو داود، کتاب الجهاد، باب فی الغزو مع ائمۃ الجور، 3/25، حدیث: 2533۔

فریقین بطور جاہلیت لڑیں اوراُن کے تماشائی اورڈاکواور وُہ کہ لوگوں کو گلا دبا کر، پھانسی دے کرمار ڈالا کرتا ہو اور وُہ جس نے اپنے ماں باپ کو قتل کیا۔ ظاہر ہے کہ بے نمازی ان سے خارج ہے تو اس کی نمازِ جنازہ مثل عام مسلمانوں کے فرض ہے۔فی الدر المختارھی فرض علٰی مسلم مات خلابغاة وقطاع طریق اذا قتلوا فی الحرب واھل عصبة ومکابرفی مصر لیلاوخناق وقاتل احدابویه اھ ملخصادر مختار میں ہے: ہر مرنے والے مسلمان کی نماز جنازہ فرض ہے سوا باغی، رہزن کے جب یہ لڑائی میں مارے جائیں، اور جو براہ عصبیت آپس میں لڑیں، رات کو ہتھیار لے کر شہر میں لوٹ مار کرنے والا، گلا دبا کر مار ڈالنے والا، اپنے والدین میں سے کسی کا قاتل۔[1]

خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ

سوال: کیاخودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ ادا کی جائے گی؟

جواب: خودکشی کرنے والا سخت گنہگار ہے لیکن اس کو غسل بھی دیاجائے گا اور نمازِجنازہ بھی ادا کی جائے گی۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

من قتل نفسه عمدا یصلی علیه عند أبی حنیفة ومحمد رحمهما الله وهو الأصح[2]یعنی خودکشی کرنے والے کو غسل دیا جائے گا اس کی نمازِجنازہ ادا کی جائے گی امام اعظم اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک یہی صحیح ہے۔

ڈاکو کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کی وجہ

سوال: ڈاکو کی نماز جنازہ کیوں نہیں پڑھی جائے گی؟

1... فتاوی رضویہ، 9/161۔

2... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/179۔

جواب: شریعتِ مطہرہ نے مسلمانوں کی جان، مال اور عزت کی حفاظت کا درس دیا ہے اور مسلمانوں کے حقوق اور احترام کو بیان فرمایا ہے اور جو مسلمانوں کے حقوق کو پامال کرے اور ان پر ظلم کرے، تو اس کے متعلق وعیدوں اور سزاؤں کو بھی بیان کیا ہے۔ اسی طرح دینِ اسلام میں معاشرتی اور ملکی نظام کے حقوق کے متعلق بھی رہنمائی کی گئی ہے اور معاشرے کو پرامن بنانے کے لئے کئی احکامات ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ معاشرتی بگاڑ اور مسلمانوں کی جان اور مال کو نقصان پہنچانے والی چیزوں میں سے ایک چیز ڈاکہ زنی ہے کہ ڈاکو لوٹ مار کرکے مال اور جان کو نقصان پہنچاتے ہیں جو کہ اسلامی ریاست میں رہنے والے افراد کے لئے تکلیف کا باعث بنتا ہے اور معاشرے اور ملکی نظام میں فساد پھیلانے کا سبب ہوتا ہے۔ اللہ پاک نے قرآنِ پاک میں زمین میں فساد پھیلانے والوں کی مذمت بیان فرمائی ہے، لہٰذا ایسے لوگ ہمدردی کے لائق نہیں ہوتے اور شریعتِ مطہرہ نے ایسے افراد کو نشانِ عبرت بنانے کے لئے اور اس فعل کے سدِّباب کے لئے مختلف سزائیں تجویز کی ہیں۔

اس مختصر گفتگو کے بعد یہ بات بھی بغور ذہن نشین رکھی جائے کہ فوت شدہ ڈاکو دو طرح کے ہوتے ہیں (1) وہ ڈاکو جو دورانِ ڈکیتی لڑائی میں مارے جائیں (2) وہ ڈاکو جو ڈاکہ زنی کرتے ہوئے پکڑے جائیں اور بعد میں سزا کی وجہ سے مر جائیں یا دورانِ ڈکیتی نہ مارے گئے ہوں بلکہ اپنی طبعی موت مر جائیں۔ ان دونوں صورتوں کے ڈاکوؤں کا حکم مختلف ہے۔

پہلی صورت کے ڈاکوؤں کے متعلق ہی فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے کتبِ فقہ میں یہ مسئلہ ارشاد فرمایا ہے جو سوال میں مذکور ہے کہ: **”ڈاکو جو ڈاکہ زنی کے دوران قتل کر دیا جائے، تو**

ایسے شخص کی نمازِ جنازہ اس لئے ادا نہیں کی جائے گی"کیونکہ نمازِ جنازہ میں دعا اور رحمت کو طلب کرنا ہے اور شریعت مطہرہ نے بیان فرمایا ہے کہ ڈاکو کے لئے دنیا میں رسوائی اور ذلت ہے، لہذا یہ رحمت کا مستحق نہیں ہو گا، نیز اس وجہ سے بھی ڈاکو کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی کہ لوگوں کو تنبیہ ہو اور وہ عبرت حاصل کریں اور ڈاکہ زنی کے فعل پر اقدام نہ کریں۔

البتہ وہ ڈاکو جو دورانِ ڈکیتی انتقال نہ کرے، بلکہ گھر میں انتقال کر گیا یا وہ ڈاکو جس کو پکڑا گیا اور دورانِ سزا انتقال کر گیا یا جیل میں ہی اپنی طبعی موت مر گیا، الغرض ہر وہ ڈاکو جو دورانِ ڈکیتی فوت نہ ہوا ہو، تو ایسے ہر ڈاکو کے متعلق حکمِ شرعی یہ ہے کہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی اور اسے غسل بھی دیا جائے گا۔

دورانِ ڈاکہ ڈاکو مر گیا یا عام حالات میں ڈاکو مر گیا، دونوں صورتوں کے متعلق صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ہر مسلمان کی نماز پڑھی جائے اگرچہ وہ کیسا ہی گنہگار و مرتکب کبائر ہو مگر چند قسم کے لوگ ہیں کہ اُن کی نماز نہیں۔۔۔ڈاکو کہ ڈاکہ میں مارا گیا نہ اُن کو غسل دیا جائے نہ اُن کی نماز پڑھی جائے، **مگر جبکہ بادشاہِ اسلام نے اُن پر قابو پایا اور قتل کیا تو نماز و غسل ہے یا وہ نہ پکڑے گئے نہ مارے گئے بلکہ ویسے ہی مرے تو بھی غسل و نماز ہے۔**"[1]

زانیہ عورت کا جنازہ

سوال: زانیہ طوائف عورت کا جنازہ پڑھنا کیسا؟

جواب: اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں صدر الشریعہ بدر الطریقہ المفتی محمد

1 . . . بہار شریعت، 1/827، حصہ: 4۔

امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1367ھ) فتاویٰ امجدیہ میں فرماتے ہیں:
نمازِ جنازہ ہر مسلمان کی پڑھنا فرضِ کفایہ ہے اگرچہ وہ کتنا ہی گناہ گار ہو۔ صحیح مسلم شریف میں ہے:ثُمَّ اَمَرَبِهَا فَصُلِّيَ عَلَيْهَا رجم کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حکم فرمایا پھر اون کے جنازہ کی نماز پڑھی گئی۔[1]

جن کی نمازِ جنازہ ادا نہیں کی جائے گی

سوال: کیا کوئی ایسا مسلمان بھی ہے جس کی نمازِ جنازہ ادا نہیں کی جائے گی؟

جواب: ہر مسلمان کی نماز پڑھی جائے اگرچہ وہ کیسا ہی گنہگار و مرتکب کبائر (بڑے گناہ کرنے والا) ہو مگر چند قسم کے لوگ ہیں کہ اُن کی نماز نہیں۔(1) باغی جو امامِ برحق پر ناحق خروج کرے اور اُسی بغاوت میں مارا جائے (2) ڈاکو کہ ڈاکہ میں مارا گیا نہ اُن کو غسل دیا جائے نہ اُن کی نماز پڑھی جائے مگر جبکہ بادشاہ اسلام نے اُن پر قابو پایا اور قتل کیا تو نماز و غسل ہے یا وہ نہ پکڑے گئے نہ مارے گئے بلکہ ویسے ہی مرے تو بھی غسل و نماز ہے (3) جو لوگ ناحق پاسداری سے لڑیں بلکہ جو اُن کا تماشہ دیکھ رہے تھے اور پتھر آکر لگا اور مر گئے تو ان کی بھی نماز نہیں ہاں اُن کے متفرق ہونے کے بعد مرے تو نماز ہے (4) جو کسی شخص کا گلا گھونٹ کر مار ڈالے (5) شہر میں رات کو ہتھیار لے کر لوٹ مار کریں وہ بھی ڈاکو ہیں اس حالت میں مارے جائیں تو اُن کی بھی نماز نہ پڑھی جائے (6) جس نے اپنی ماں یا باپ کو مار ڈالا اُس کی بھی نماز نہیں (7) جو کسی کا مال چھین رہا تھا اور اس حالت میں مارا گیا اُس کی بھی نہیں۔[2]

1... فتاوی امجدیہ، 1/ 307۔
2... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 179۔

جنازے والے وضو سے فرض نماز پڑھنا

سوال: جس وضو سے نمازِ جنازہ ادا کی اسی سے فرض نماز ادا کی جا سکتی ہے؟

جواب: اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں عمدۃ المحققین حضرت مفتی حبیب اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ حبیب الفتاویٰ میں فرماتے ہیں: جنازے کے لئے جو وضو کیا جاتا ہے اس وضو سے فرض نماز ادا کرنا صحیح و جائز ہے دوبارہ نیا وضو ضروری نہیں۔ عوام میں یہ مسئلہ غلط مشہور ہو گیا ہے کہ جنازے والے وضو سے فرض نماز نہیں پڑھ سکتے۔[1]

1 . . . حبیب الفتاوی، ص575۔

دوسری فصل

مسبوق[1] کا بیان

مسبوق فوت شدہ تکبیروں میں کیا پڑھے گا

سوال: نمازِ جنازہ کا مسبوق یعنی جس کی چند تکبیریں رہ گئیں وہ فوت شدہ تکبیروں کو پُورا کرے تو ان میں کس کس تکبیر کے بعد کیا کیا پڑھے؟

جواب: اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: اگر جنازہ اُٹھالیا جانے کا اندیشہ ہو جلد جلد تکبیریں بلادُعا کہہ کر سلام پھیر دے ورنہ ترتیب وار پڑھے۔ مثلاً تین تکبیریں فوت ہوئیں تو چوتھی امام کے ساتھ کہہ کر بعد سلام پہلی تکبیر کے بعد ثنا پھر درود پھر دعا پڑھے اور دو(۲) فوت ہوئیں تیسری امام کے ساتھ دُعا، چوتھی کے بعد سلام، پھر اول کے بعد ثنا، دوم کے بعد درود، اور ایک ہی فوت ہوئی تو بعد سلام ایک تکبیر کے بعد ثناء۔[2]

امام نے پانچویں تکبیر کہہ دی

سوال: اگر امام نے پانچویں تکبیر کہہ دی تو مقتدی کیا کرے؟

جواب: امام نے پانچ تکبیریں کہیں تو پانچویں تکبیر میں مقتدی امام کی پیروی نہ کرے بلکہ چُپ کھڑا رہے جب امام سلام پھیرے تو اُس کے ساتھ سلام پھیر دے۔ درمختار میں علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

1... جس کی تکبیریں رہ گئیں ہوں۔

2... فتاوی رضویہ، 9/194۔

(ولو کبر امامه خمسا لم یتبع) لانه منسوخ (فیمکث المؤتم حتی یسلم معه اذا سلم)[1] اگر امام نے پانچویں تکبیر کہہ دی تو اس کی اتباع نہیں کی جائے گی کیونکہ وہ تکبیر زائد ہے پس مقتدی خاموش کھڑا رہے جب امام سلام پھیرے تو مقتدی اس کے ساتھ سلام پھیر دے۔

بعد میں نمازِ جنازہ میں شامل ہونے کا طریقہ

سوال: بعض تکبیریں فوت ہو گئیں تو نماز جنازہ میں کیسے شامل ہوں؟

جواب: بعض تکبیریں فوت ہو گئیں یعنی اُس وقت آیا کہ بعض تکبیریں ہو چکی ہیں تو فوراً شامل نہ ہو اس وقت شامل ہو جب امام تکبیر کہے اور اگر انتظار نہ کیا بلکہ فوراً شامل ہو گیا تو امام کے تکبیر کہنے سے پہلے جو کچھ ادا کیا اُس کا اعتبار نہیں اگر وہیں موجود تھا مگر تکبیرِ تحریمہ کے وقت امام کے ساتھ اللہ اکبر نہ کہا خواہ غفلت کی وجہ سے دیر ہوئی یا نیّت ہی کرتا رہ گیا تو یہ شخص دوسری تکبیر کا انتظار نہ کرے بلکہ فوراً شامل ہو جائے۔ علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

(والمسبوق)ببعض التکبیرات لا یکبر فی الحال بل (ینتظر) تکبیر (الامام لیکبر معه) للافتتاح لما مر ان کل تکبیر کرکعة والمسبوق لا یبدأ بما فاته .[2] یعنی اور جس کو بعض تکبیریں امام کے پیچھے نہ ملی ہوں تو وہ اس وقت تکبیر نہ کہے، بلکہ امام کی تکبیر کا انتظار کرے تاکہ امام کے ساتھ شروع کی تکبیر کہے کیونکہ پہلے گزر چکا کہ ہر تکبیر ایک رکعت کی طرح ہے، اور بعد میں ملنے والا اپنی فوت شدہ

1... تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/131۔

2... تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/134۔

رکعتوں سے شروع نہیں کرے گا۔

جو تکبیریں رہ گئیں تھیں

سوال: جس کی تکبیریں فوت ہو گئیں وہ اپنی باقی تکبیریں کب کہے؟

جواب: ایسے شخص کو فقہ کی اصطلاح میں مسبوق کہتے ہیں، مسبوق اپنی باقی تکبیریں امام کے سلام پھیرنے کے بعد کہے اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ دُعائیں پڑھے گا تو پوری کرنے سے پہلے لوگ میّت کو کندھے تک اٹھالیں گے تو صرف تکبیریں کہہ لے دُعائیں چھوڑ دے۔ علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ در مختار میں فرماتے ہیں:

ثم يكبران ما فاتهما بعد الفراغ نسقا (بلا دعاء إن خشيا رفع الميت على الأعناق)[1] یعنی پھر مسبوق امام کے فارغ ہونے کے بعد بغیر دعا کے باقی رہ جانے والی تکبیریں کہے گا جبکہ اسے خوف ہو کہ میت کو کندھوں پر اُٹھالیں گے۔

چوتھی تکبیر کے بعد آیا

سوال: جو شخص چوتھی تکبیر کے بعد آیا وہ کیا کرے؟

جواب: چوتھی تکبیر کے بعد جو شخص آیا تو جب تک امام نے سلام نہ پھیرا شامل ہو جائے اور امام کے سلام کے بعد تین بار اللہ اکبر کہے۔ در مختار میں ہے:

فإذا سلم الإمام كبر ثلاثا كما في الحاضر وعليه الفتوى[2] امام کے سلام پھیرنے سے پہلے نماز شروع کی تو امام کے سلام پھیرتے ہی تین تکبریں کہے۔ جیسا کہ حاضر (یعنی جو تیسری تکبیر کے بعد آیا وہ چوتھی میں شریک ہو گا اور سلام کے بعد تین تکبیریں کہے گا)

1... تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/136۔
2... در مختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/136۔

اور اسی (امام ابو یوسف کے قول) پر فتویٰ ہے۔

ایک تکبیر رہتی تھی سلام پھیر دیا

سوال: نمازِ جنازہ میں تیسری تکبیر کے بعد السلام علیکم و رحمۃ اللہ ایک بار کہا اور یاد آگیا پھر تکبیر کہی اور سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اس نے بھول کر تیسری تکبیر کے بعد سلام پھیرا یاد آنے پر چوتھی تکبیر کہہ کر دوبارہ سلام پھیرا تو نماز ہو جائے گی۔ اور اگر اس کے علم میں تھا کہ نمازِ جنازہ کی تین ہی تکبیریں ہوتی ہیں اور اس نے سلام پھیر دیا تو نماز نہ ہو گی۔ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

دوسری صورت میں نماز ہو جانا بھی اُسی صورت میں ہے کہ اس نے بھول کر سلام پھیرا ہو، اور اگر قصداً پھیرا یہ جان کر کہ نمازِ جنازہ میں تین ہی تکبیریں ہیں، تو یہ نماز بھی نہیں ہو گی۔[1]

1…فتاوی رضویہ، 9/194۔

تیسری فصل

نمازِ جنازہ کی صفوں کا بیان

نمازِ جنازہ کی صفیں

سوال: کم از کم نمازِ جنازہ کی کتنی صفیں بنانی چاہئیں؟

جواب: بہتر یہ ہے کہ نمازِ جنازہ میں تین صفیں بنائی جائیں کہ مغفرت کی امید ہے۔ اگر کل سات ہی شخص ہوں تو ایک امام بنے اور تین پہلی صف میں اور دو دوسری صف میں اور ایک تیسری صف میں کھڑا ہو۔ حضرت مَرثَد بن عبد اللہ الیزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوفٍ فَقَدْ أَوْجَبَ[1] یعنی جس کی نماز تین صفوں نے پڑھی تو اللہ پاک نے اس کے لئے جنت واجب کر دی۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں نقل فرماتے ہیں:

سیّدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کے استاد امامِ اجل عطاء بن ابی رباح تابعی جلیل تلمیذِ امِّ المومنین صدیقہ و ام المومنین امِّ سلمہ وابوہریرہ و ابوسعید خدری و عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین روایت فرماتے ہیں: ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم علی جنازۃ فکانوا سبعۃ فجعل الصف الاول ثلثۃ والثانی اثنین والثالث واحدا۔ نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی، صرف سات آدمی تھے، حضور اقدس صلی

1...ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الصلاۃ علی الجنازۃ، 2/317، حدیث:1028۔

اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے پہلی صف تین آدمیوں کی کی، دوسری صف دو کی اور تیسری صف ایک شخص کی۔

امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں : فی القنیۃ ثم ان کان القوم سبعۃ فاتموھا ثلثۃ صفوف یقدم احدھم وخلفہ ثلثۃ وخلفھم اثنان وخلفھما واحد انتھی قلت ویشھدلہ ان عطاء بن ابی رباح روی ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وعلٰی اٰلہ وصحبہ وسلم صلی علی جنازۃ فکانوا سبعۃ (وساق الحدیث وقال) ولو لاھذاالحدیث لقنا بکراھۃ جعل الواحد صفالامرہ صلی اللہ تعالی علیہ واٰلہ وصحبہ وسلم للمنتبذ وراء الصف فی الصلٰوۃ المطلقۃ باعادتہاکما تقدم فی موضعہ، اللھم الاان یقال ان ذلک ایضااذالم یکن فیہ تحصیل مصلحۃ مقصودۃمن الصلاۃ وقد وجدت ھھنا مصلحۃ مقصودۃ وھي السع فی حصول المغفرۃ للمیت کمااخبرہ الشارع صلی اللہ تعالی علیہ وسلم. یعنی قنیہ میں ہے: اگر سات آدمی ہوں تو پوری تین صف بنائیں، ایک آگے ہو، تین اس کے پیچھے، دو ان کے پیچھے اور ایک ان کے پیچھے (عبارتِ قنیہ ختم) میں کہتا ہوں اس کا ثبوت اس حدیث سے ہے کہ حضرت عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی صرف سات آدمی تھے (آگے حدیث ذکر کی، پھر کہا) اگر یہ حدیث نہ ہوتی تو ایک شخص کی صف بنانے کو ہم مکروہ کہتے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے صلاۃِ مُطلَقہ میں صف کے پیچھے الگ تھلگ کھڑے ہونے والے کو نماز لوٹانے کا حکم فرمایا جیسا کہ یہ اپنے موقع پر بیان ہو چکا ہے مگر یہ کہا جائے کہ وہ بھی اُس وقت ہے جب اس میں نماز کی

مصلحتِ مقصودہ کی بجا آوری نہ ہو، اور یہاں نماز کی ایک مصلحتِ مقصودہ موجود ہے وہ ہے میت کے لئے حصولِ مغفرت کی کوشش، جیسا کہ شارع صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے خبر دی ہے۔

غنیہ شرح منیہ میں ہے : یستحب ان یصفوا ثلثة صفوف حتی لوکانوا سبعة یتقدم احدھم للامامة ویقف ورائه ثلثة وورائھم اثنان ثم واحدذکرہ فی المحیط لقوله صلی اللہ تعالی علیه وسلم من صلی علیه ثلثة صفوف غفرله رواہ ابوداؤد والترمذی وقال حدیث حسن والحاکم وقال صحیح علٰی شرط مسلم قلت رواہ احمد وابن ماجة وابن سعد فی الطبقات والبیھقی فی السنن وابن مندة فی المعرفة کلھم عن مالک بن ھبیرة رضی اللہ تعالی عنه بالفاظ شتی وکلھافی نظری بحمداللہ تعالی .یعنی تین کرنا مستحب ہے یہاں تک کہ اگر سات آدمی ہوں تو ایک شخص امامت کے لئے آگے ہو اور اس کے پیچھے تین کھڑے ہوں، ان کے پیچھے دو، پھر ایک۔ اسے محیط میں ذکر کیا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس پر تین صفیں نماز پڑھیں اس کی بخشش ہو جائے۔اسے ابوداوٗد اور ترمذی نے روایت کیا۔اور ترمذی نے کہا حدیث حسن ہے۔اور حاکم نے روایت کیا اور کہا صحیح برشرطِ مسلم ہے۔ میں کہتا ہوں: اسے امام احمد، ابنِ ماجہ، طبقات میں ابنِ سعد، سنن میں بیہقی، معرفہ میں ابن مندہ نے بھی روایت کیا ہے۔ان سبھی محدثین نے حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے بالفاظِ مختلفہ روایت کیا اور بحمدہ تعالی سب میری نظر میں ہیں.

رحمانیہ میں عقابیہ سے ہے:لوکان القوم سبعاقاموا ثلثة صفوف یتقدم واحد وثلثة بعدہ واثنان بعدہ وواحد بعدہ لان فی الحدیث من صلی علیہ ثلثة صفوف غفرلہ قلت وافرد الضمیر فی"بعدہ" فی اخیرین ارجاعالہ الی الصّف۔ یعنی اگر سات آدمی ہوں تو تین صف میں کھڑے ہوں،ایک آگے ہو، تین اس کے بعد، دو اس کے بعد اور ایک اس کے بعد۔ اس لئے کہ حدیث میں ہے جس کا جنازہ تین صفیں پڑھیں اس کی مغفرت ہو جائے۔ میں کہتاہوں دو اخیر والے"اس کے بعد" میں ضمیر واحد اس لئے رکھی کہ مرجع صف کو بنایا ہے حلیہ وغنیہ وردالمحتار شروح معتمدہ میں اور جامع التفاریق ومحیط وعتابیہ وتاتار خانیہ وعالمگیریہ فتاوٰی مستندہ اور کتبِ مذہب میں ان کا کہیں خلاف نہیں۔

لاجرم امام ابن امیر الحاج نے جنازہ میں ایک شخص کے صف ہونے کی کراہت کو امام احمد بن حنبل سے ایک روایت کی طرف نسبت فرمایا:

حیث قال بعد ماقدمناعنہ ھذاوعن احمد انہ کرہ ان یکون الواحد صفا. اس طرح کہ ہماری نقل کردہ عبارت کے بعد فرمایا: یہ محفوظ رکھو،اور امام احمد سے ایک روایت ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کی صف کو مکروہ جانا۔

اپنے مذہب میں کراہت کی کوئی روایت ہوتی تو وہی احق بالذکر تھی، صرف مذہب غیر کی طرف نسبت پر اکتفانہ کی جاتی۔ غرضِ فقہ یہ ہے اور حدیث وہ، پھر مخالفت کیا معنی۔ رہاوہ اشارہ جو مرقاۃ میں استنباط کیا اور اس کے سبب جُہّال(جاہلوں) نے نصوصِ حدیث وفقہ کو بالائے طاق رکھ دیا۔[1]

1...فتاوی رضویہ،9/197۔

جنازے کی صفوں کے درمیان فاصلہ

سوال: کیا نماز جنازہ میں صفوں کے درمیان پنج وقتہ والی صفوں جتنا فاصلہ ہوگا؟

جواب: نمازِ جنازہ کی صفوں کے درمیان اتنا فاصلہ رکھنا جتنا رکوع و سجود والی نماز میں فاصلہ کیا جاتا ہے، ایسا ضروری نہیں، کیونکہ رکوع و سجود والی نماز میں تو اس لیے مخصوص فاصلہ کیا جاتا ہے تاکہ نمازی آسانی سے رکوع اور سجدہ کرسکے اور جنازے میں رکوع وسجود نہیں ہوتے، لہٰذا اگر اتنا فاصلہ نہیں کیا گیا اور قریب قریب صفیں بنا کر نمازِ جنازہ ادا کرلیا گیا، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔[1]

پانچ افراد ہوں تو؟

سوال: اگر صرف پانچ افراد ہوں تو کیا کریں؟

جواب: بہتر ہے کہ تین صفیں بنائی جائیں کہ اس میں میّت کے لئے حصولِ مغفرت کی کوشش ہے۔

اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

"ہاں پانچ میں بھی کی جائے۔ ہمیں حدیث و فقہ نے بتایا کہ ارشادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ما من مسلم یموت فیصلی علیہ ثلثة صفوف من المسلمین الا اوجب. یعنی مسلمانوں میں سے کوئی فوت ہو گیا اور اس پر مسلمانوں کی تین صفوں نے نماز جنازہ پڑھا تو اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔"

(حدیث میں مذکور بشارت) کی برکت حاصل کرنے کو حتی الوسع تین صفیں کی جائیں۔ اگر

1... فتاوی اہلسنت، فتوی نمبر: WAT-933، تاریخ اجراء: 30 ذوالحجۃ الحرام 1443ھ / 30 جولائی 2022

صفِ اخیر صرف ایک شخص کی ہو۔ یہ بات پانچ مقتدیوں میں یقیناً حاصل۔ پہلی دو صفیں دو دو کی ہوں کہ دو آدمی صلوٰۃِ مُطلقہ میں بھی مستقل صف ہیں۔ موطائے امام مالک و مصنّف عبد الرزاق میں انس رضی اللہ عنہ سے ہے:

قام رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وصففت انا واليتيم من ورائه. یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور میں نے اور یتیم نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے پیچھے صف لگائی۔

موطائے امام محمد میں عبد اللہ بن عتبہ سے ہے: قال دخلت على عمر بن الخطاب بالهاجرة فوجدته يسبح فقمت ورائه فقربني فجعلني بحذائه عن يمينه فلما جاء يرفاء تاخرت فصففنا ورائه. یعنی فرمایا: میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے یہاں دوپہر کو آیا تو انہیں نفل پڑھتے ہوئے پایا، میں ان کے پیچھے کھڑا ہو گیا انہوں نے مجھے قریب کر کے اپنے برابر دائیں کر لیا، پھر جب یرفاء آ گیا تو میں پیچھے ہو گیا، ہم دونوں نے ان کے پیچھے صف بنالی۔[1]

نمازِ جنازہ میں افضل صف

سوال: نمازِ جنازہ میں کون سی صف افضل ہے؟

جواب: جنازہ میں پچھلی صف کو تمام صفوں پر فضیلت ہے۔ درمختار میں ہے:

افضل صفوفها آخرها اظهارا للتواضع.[2] یعنی نمازِ جنازہ کی سب صفوں میں عاجزی کی وجہ سے پچھلی صف افضل ہے۔

1... فتاویٰ رضویہ، 9/205۔
2... درمختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/131۔

چوتھی فصل

نمازِ جنازہ کی امامت کا بیان

نمازِ جنازہ میں امامت کا حق

سوال: نمازِ جنازہ میں امامت کا حق کس کو حاصل ہے؟

جواب: نمازِ جنازہ میں امامت کا حق بادشاہ اسلام کو ہے پھر قاضی پھر امام جمعہ پھر امام محلہ پھر ولی کو۔ امام محلہ کی ولی پر تقدیم بطور استحباب (مستحب) ہے اور یہ بھی اُس وقت کہ امام محلہ ولی سے افضل ہو ورنہ ولی بہتر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

أولی الناس بالصلوٰۃ علیه السلطان إن حضر فإن لم یحضر فالقاضی ثم إمام الحی ثم الولی[1] یعنی میّت پر نماز پڑھانے میں اگر سلطان حاضر ہو تو وہ اولیٰ ہے۔ اگر نہ تو پھر قاضی پھر امامِ محلہ پھر ولی۔

ولی کون ہے؟

سوال: میت کے ولی سے کیا مراد ہے؟

جواب: ولی سے مراد میّت کے عصبہ ہیں (عصبہ سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جن کے حصے میراث میں مقرر شدہ نہیں البتہ اصحاب فرائض سے جو بچتا ہے انھیں ملتا ہے اور اگر اصحاب فرائض نہ ہوں تو تمام مال (ترکہ) انہی میں تقسیم ہوجاتا ہے۔)[2] اور نماز پڑھانے میں اولیا کی وہی ترتیب ہے جو نکاح میں ہے۔ صرف فرق اتنا ہے کہ نماز جنازہ میں میّت کے باپ کو بیٹے پر تقدم ہے

1...فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/179۔
2...بہار شریعت، 3/1130، حصہ:20۔

اور نکاح میں بیٹے کو باپ پر۔ البتہ اگر باپ عالم نہیں اور بیٹا عالم ہے تو نماز جنازہ میں بھی بیٹا مقدم ہے اگر عصبہ نہ ہوں تو ذوی الارحام غیروں پر مقدم ہیں۔ در مختار میں علامہ حصکفی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں:

بترتیب عصوبة الانکاح الاالاب فیقدم علی الابن اتفاقاالاان یکون عالماوالاب جاھلافالابن اولٰی۔[1] نکاح کروانے میں عصبہ ہونے کی جو ترتیب ہے وہی یہاں بھی ہوگی مگر باپ کہ وہ بیٹے پر یہاں بالاتفاق مقدم ہے لیکن اگر بیٹا عالم اور باپ جاہل تو بیٹا اولیٰ ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

ایں ولایت ھمچو ولایت نکاح بترتیب عصوبت و قرابت اقرب فالاقرب. یعنی یہ ولایت، ولایتِ نکاح کی طرح عصبہ ہونے اور قریبی ہونے کی ترتیب پر قریب تر پھر قریب تر کے لئے ہوتی ہے۔[2]

جس عورت کا ولی نہیں

سوال: اگر عورت کا ولی نہ ہو تو کیا کریں؟

جواب: عورت کا کوئی ولی نہ ہو تو شوہر نماز پڑھائے وہ بھی نہ ہو تو پڑوسی یونہی مرد کا ولی نہ ہو تو پڑوسی دوسروں پر مقدم ہے۔ علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ در مختار میں فرماتے ہیں:

"فان لم یکن له ولی فالزوج ثم الجیران.[3] یعنی اگر میت کا ولی نہ ہو تو عورت کے

1... در مختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/141۔

2... فتاوی رضویہ، 9/177۔

3... در مختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/143۔

لئے شوہر زیادہ حق دار ہے پھر پڑوسی۔“

عورت کی ولایت

سوال: کیا عورت بھی میت کی ولی ہو سکتی ہے؟

جواب: عورتوں اور بچوں کو نمازِ جنازہ کا حقِ ولایت حاصل نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

لا حق للنساء فی الصلاۃ علی المیت و لا للصغار[1] نماز جنازہ پڑھنے میں عورتوں اور بچوں کو میت پر حق ولایت حاصل نہیں۔

ولی اقرب کا ولی ابعد کی موجودگی میں کسی اور سے نمازِ جنازہ پڑھوانا

سوال: کیا ولی اقرب (سب سے زیادہ نزدیک کا رشتہ دار) ولی ابعد کی موجودگی میں اپنے علاوہ کسی اور سے نمازِ جنازہ پڑھوا سکتا ہے؟

جواب: میّت کے ولی اقرب (سب سے زیادہ نزدیک کا رشتہ دار) اور ولی ابعد (دُور کا رشتہ والا) دونوں موجود ہیں تو ولی اقرب کو اختیار ہے کہ ابعد کے سوا کسی اور سے پڑھوائے ابعد (دُور کے رشتے والے) کو منع کرنے کا اختیار نہیں اور ولی اقرب غائب ہے اور اتنی دُور ہے کہ اُس کے آنے کا انتظار نہ کیا جاسکے اور کسی تحریر کے ذریعے سے ابعد کے سوا کسی اور سے پڑھوانا چاہے تو ابعد کو اختیار ہے کہ اُسے روک دے اور ولی اقرب موجود ہے مگر بیمار ہے تو جس سے چاہے پڑھوا دے ابعد کو منع کا اختیار نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وللاقرب ان یقدم علی الابعد من شاء فان غاب الاقرب فی مکان تفوت الصلاۃ بحضورہ فالابعد أولی فان قدم الغائب غیرہ بکتاب

1 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 179۔

كان للابعد ان يمنعه والمريض فى المصر بمنزلة الصحيح يقدم من شاء وليس للابعد ان يمنعه .[1] یعنی اقرب کو اختیار ہے کہ وہ ابعد پر کسی اور کو مقدم کر دے اور اگر اقرب موجود نہ ہو اور خدشہ ہو کہ اس کے آنے تک نماز فوت ہو جائے گی تو پس ابعد بہتر ہے۔ اگر ولی اقرب اپنی غیر موجودگی میں کسی کو خط کے ذریعے نمازِ جنازہ کا کہے تو ابعد کو اختیار ہے کہ اس کو روک دے۔ اور اگر اقرب موجود ہے مگر بیمار ہے تو وہ بمنزلۂ تندرست ہی ہے تو جسے چاہے نمازِ جنازہ کے لئے آگے کر دے ابعد اسے نہیں روک سکتا۔

بیٹے اور شوہر میں ولایت کس کو

سوال: عورت مر گئی شوہر اور جوان بیٹا چھوڑا تو ولایت بیٹے کو ہے یا شوہر کو؟

جواب: عورت مر گئی شوہر اور جوان بیٹا چھوڑا تو ولایت بیٹے کو ہے شوہر کو نہیں البتہ اگر یہ لڑکا اُسی شوہر سے ہے تو باپ پر پیش قدمی مکروہ ہے اسے چاہئے کہ نمازِ جنازہ باپ سے پڑھوائے اور اگر دوسرے شوہر سے ہے تو سوتیلے باپ پر تقدم کر سکتا ہے کوئی حرج نہیں اور بیٹا بالغ نہ ہو تو عورت کے جو اور ولی ہوں اُن کا حق ہے شوہر کا نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ولو ماتت امرأة ولها زوج وابن عاقل بالغ منه فالولاية للابن دون الزوج لكن يكره للابن أن يتقدم اباه وينبغي ان يقدمه فان كان لها ابن زوج آخر فلا بأس بان يتقدم لانه هو الولي وتعظيم زوج أمه غير واجب عليه.[2] یعنی اگر عورت فوت ہوگئی اس نے شوہر اور عاقل بالغ بیٹا چھوڑا تو

1 . . . فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 179۔
2 . . . فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 179۔

ولایت بیٹے کو حاصل ہے شوہر کو نہیں لیکن بیٹے کا اپنے والد سے مقدم ہونا مکروہ ہے۔اسے چاہیے کہ وہ اپنے والد سے پڑھوائے۔ہاں اگر بیٹا دوسرے شوہر سے ہے تو پھر کوئی حرج نہیں کہ وہ مقدم ہو کیونکہ وہ ولی ہے اور اس پر اپنے ماں کے شوہر کی تعظیم واجب نہیں۔

دو یا اس سے زائد ایک درجہ کے ولی ہوں تو

سوال: اگر میت کے دو یا اس سے زائد ایک درجہ کے ولی ہوں تو کیا کریں؟

جواب: دو یا چند شخص ایک درجہ کے ولی ہوں تو زیادہ حق اُس کا ہے جو عمر میں بڑا ہے مگر کسی کو یہ اختیار نہیں کہ دوسرے ہم مرتبہ ولی کے سوا کسی غیر سے بغیر اُس کی اجازت کے پڑھوادے اور اگر ایسا کیا یعنی خود نہ پڑھائی اور کسی اور کو اجازت دے دی تو دوسرے ولی کو منع کرنے کا اختیار ہے اگرچہ یہ دوسرا ولی عمر میں چھوٹا ہو اور اگر ایک ولی نے ایک شخص کو اجازت دی دوسرے نے دوسرے کو تو جس کو بڑے نے اجازت دی وہ بہتر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

فان تساوی ولیان فی درجة فاکبرھم سنا أولی ولیس لاحدھما ان یقدم غیر شریکه الا باذنه فإن قدم کل واحد منهما رجلا کان الذی قدمه الاکبر اولی.[1] یعنی اگر دو ولی ہم مرتبہ ہوں تو جو عمر میں بڑا ہے اس کا حق ہے لیکن کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ دوسرے ہم مرتبہ ولی کی اجازت کے بغیر کسی اور سے نماز جنازہ پڑھوائے اور دونوں میں سے ہر ایک نے کسی اور شخص کو اجازت دے دی تو جسے بڑے نے کہا وہ پڑھائے گا۔

1 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 179۔

ولی کی اجازت کے بغیر نمازِ جنازہ پڑھادی

سوال: ولی کے علاوہ کسی ایسے نے نماز پڑھائی جو ولی پر مقدم نہ تھا اور ولی نے اُسے اجازت بھی نہ دی تھی تو اس نمازِ جنازہ کا کیا حکم ہے اور کیا ولی دوبارہ نماز پڑھ سکتا ہے؟

جواب: نماز تو ہوگئی لیکن چونکہ ولی کی اجازت سے نہیں پڑھی گئی اور نہ ولی اس میں شریک ہوا اس لئے ولی کو دوبارہ پڑھنے کی اجازت ہے۔ اور یہ اجازت بھی اس صورت میں کہ پہلے پڑھانے یا پڑھنے والوں میں کوئی ایسا شخص نہ ہو جو ولی سے مقدم ہے۔ جیسے بادشاہ و قاضی و امام محلہ کہ ولی سے افضل ہیں تو اب ولی نماز کا اعادہ نہیں کر سکتا یا پہلے پڑھانے والا بھی اولیاء میت میں سے تھا تو بھی اس ولی کو اعادہ کی اجازت نہیں۔ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:

(فان صلی غیر) ای الولی (ممن لیس له حق التقدیم) علی الولی (ولم یتابعه) الولی (اعادالولی) ولوعلی قبره ان شاء لاجل حقه لا لاسقاط الفرض[1] یعنی اگر ولی کے علاوہ ایسے شخص نے جس کو ولی پر تقدم کا حق حاصل نہیں، نمازِ جنازہ پڑھ لی اور ولی نے نہیں پڑھی تو ولی اگر چاہے تو دوبارہ پڑھ سکتا ہے خواہ قبر پر ہی پڑھے۔ اسے یہ اختیار اپنے حق کے سبب ہے اس لئے نہیں کہ فرضِ جنازہ ادا نہ ہوا تھا۔

سیدی اعلیٰ حضرت **امام احمد رضا خان** رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

نماز ہوگئی مگر جو نماز بے اجازت ولی پڑھی جائے ولی کو اختیار ہے کہ دوبارہ پڑھے۔ مگر جو

1... تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، 3/144۔

پہلے پڑھ چکے ہیں وُہ دوبارہ نہیں پڑھ سکتے۔ پھر یہ بھی اس صورت میں ہے کہ پہلی نماز کسی ایسے نے پڑھی جس پر ولی کو ترجیح تھی، ورنہ اگر مثلاً بادشاہِ اسلام یا قاضیٔ شرع یا امام حی (محلے کے امام) نے نماز پڑھادی تو ولی کو اعادہ کا اختیار نہیں کہ وہ اس بات میں ولی سے مقدم ہیں۔[1]

ایک بیٹے نے نماز ادا کرلی تو تکرار جائز نہیں

سوال: میت کے ایک سے زائد بیٹے ہوں تو اور کسی ایک نے نماز جنازہ پڑھ لی تو بقیہ بیٹے نماز جنازہ دوبارہ پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: جب میت کا والد نہ ہو تو بیٹے اس کے ولی بنتے ہیں اور شرعی اعتبار سے سب بیٹے ایک ہی درجے کے ولی ہیں اور ہم درجہ اولیاء میں سے کوئی بھی نماز جنازہ پڑھ لے تو بقیہ اولیا جنازے کی نماز کا اعادہ نہیں کرسکتے، لہذا جب ایک بیٹے نے نماز جنازہ پڑھ لی تو بقیہ بیٹے بھی دوبارہ نہیں پڑھ سکتے، کیونکہ اس صورت میں نماز جنازہ کی تکرار جائز نہیں ہے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

لو صلى عليه الولي وللميت أولياء أخر بمنزلته ليس لهم أن يعيدوا كذافي الجوهرة النيرة[2] یعنی اگر میت پر ایک ولی نے نماز پڑھ لی اور میت کے اسی درجہ کے اور اولیا بھی ہوں تو ان کے لیے نمازِ جنازہ کا اعادہ جائز نہیں، ایسا ہی جوہرہ نیرہ میں ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

1... فتاوی رضویہ، 9/ 182۔

2... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 180۔

مذہب مہذّب حنفی میں جبکہ ولی نماز پڑھ چکا یا اس کے اذن سے ایک بار نماز ہو چکی، تو اب دوسروں کو مطلقاً جائز نہیں، نہ ان کو جو پڑھ چکے نہ اُن کو جو باقی رہے۔ ائمہ ٔ حنفیہ کا اس پر اجماع ہے، جو اس کا خلاف کرے مذہبِ حنفی کا مخالف ہے۔ تمام کُتبِ مذہب متون وشروح وفتاوٰی اس کی تصریحات سے گونج رہی ہیں۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق وتنقیح فقیر کے رسالہ النھی الحاجز عن تکرار صلوٰۃ الجنائز میں بفضلہ بروجہِ اتّم ہو چکی ہے۔[1]

بہار شریعت میں ہے:

ولی کے سوا کسی ایسے نے نماز پڑھائی جو ولی پر مقدم نہ ہو اور ولی نے اُسے اجازت بھی نہ دی تھی، تو اگر ولی نماز میں شریک نہ ہوا، تو نماز کا اعادہ کر سکتا ہے اور اگر مردہ دفن ہو گیا ہے تو قبر پر نماز پڑھ سکتا ہے اور اگر وہ ولی پر مقدم ہے، جیسے بادشاہ و قاضی و امام محلہ کہ ولی سے افضل ہو تو اب ولی نماز کا اعادہ نہیں کر سکتا اور اگر ایک ولی نے نماز پڑھا دی تو دوسرے اولیاء اعادہ نہیں کر سکتے اور ہر صورت اعادہ میں جو شخص پہلی نماز میں شریک نہ تھا، وہ ولی کے ساتھ پڑھ سکتا ہے اور جو شخص شریک تھا وہ ولی کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا ہے کہ جنازہ کی دو مرتبہ نماز ناجائز ہے، سوا اس صورت کے کہ غیر ولی نے بغیر اذن ولی (ولی کی اجازت کے بغیر) پڑھائی۔[2]

1...فتاوی رضویہ، 9/318۔
2...بہار شریعت، 1/838، حصہ:4۔

پانچویں فصل

اجتماعی نمازِ جنازہ

اجتماعی نمازِ جنازہ کا حکم

سوال: اگر ایک سے زائد میتیں ہوں تو کیا سب کی نماز جنازہ ایک ساتھ پڑھی جاسکتی ہے؟

جواب: کئی جنازے ایک ساتھ آجائیں تو ایک ساتھ سب کی اجتماعی نمازِ جنازہ پڑھ سکتے ہیں یعنی ایک ہی نماز میں سب کی نیّت کرلی جائے لیکن افضل یہ ہے کہ سب کی علیحدہ علیحدہ نمازِ جنازہ پڑھیں اور اس صورت میں یعنی جب علیحدہ علیحدہ پڑھیں تو اُن میں جو افضل ہے اس کی پہلے پڑھے اور اس کے بعد اس کی نماز پڑھے جو پہلے والے کے بعد سب میں افضل ہے وعلٰی ھذا القیاس۔ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:

(واذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلاۃ) علی کل واحدۃ(اولی) من الجمع وتقدیم الافضل افضل (وان جمع جاز)[1] یعنی جب ایک ساتھ کئی جنازے آجائیں تو سب کا الگ الگ جنازہ پڑھنا اجتماعی طور پر پڑھنے سے بہتر ہے اور جب علیحدہ علیحدہ جنازہ پڑھیں تو جو افضل ہے اس کا پہلے جنازہ پڑھنا افضل ہے اور اگر سب کا اکٹھا نمازِ جنازہ پڑھا تب بھی جائز ہے۔

اجتماعی نمازِ جنازہ میں جنازوں کی ترتیب

سوال: اجتماعی نماز جنازہ میں جنازے کس ترتیب سے رکھیں؟

جواب: اگر اجتماعی نمازِ جنازہ پڑھانی ہو تو ان کی صفوں کی ترتیب کے دو طریقے ہیں۔

1... تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/138۔

(1) ایک میت کو امام کے سامنے رکھیں اور قبلہ کی طرف بڑھاتے جائیں۔
(2) یا پھر اس طرح رکھیں کہ ایک کے پاؤں کی سیدھ میں دوسرے کا سرہانا اور دوسرے کے پاؤں کی سیدھ میں تیسرے کا سرہانا۔ اسی ترتیب سے باقی جنازے رکھتے جائیے جیسے اگر قبلہ مغرب کی جانب ہے تو شمالاً جنوباً اس طرح قطار میں رکھیں کہ سب کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو۔

اور ان میں افضل کو امام کے قریب رکھیں پھر اس کے بعد جو افضل ہے وعلٰی ھذا القیاس اور اگر فضیلت میں برابر ہوں تو جس کی عمر زیادہ ہو اسے امام کے قریب رکھیں۔ یہ اس وقت ہے کہ سب ایک جنس کے ہوں اور اگر مختلف جنس کے ہوں تو امام کے قریب مرد ہو اس کے بعد لڑکا پھر خنثٰی پھر عورت پھر قریب البلوغ لڑکی یعنی نماز میں جس طرح مقتدیوں کی صف میں ترتیب ہے اس کا عکس یہاں ہے۔ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:

ثم ان شاء جعل الجنائز صفا واحدا وقام عند افضلهم وان شاء (جعلها صفا مما يلي القبلة) واحدا خلف واحد (بحيث يكون صدر كل) جنازة (مما يلى الامام) ليقوم بحذاء صدر الكل وان جعلها درجا فحسن لحصول المقصود (وراعى الترتيب) المعهود خلفه حالة الحياة فيقرب منه الافضل فالافضل الرجل مما يليه، فالصبى فالخنثى فالبالغة فالمراهقة[1] یعنی ایک ساتھ نماز پڑھنے کی صورت میں اگر چاہے تو سب ایک صف بنالیں اس طرح کہ ایک کا سر دوسرے کے پاؤں کی طرف ہو اور امام ان میں سب سے افضل کے سامنے کھڑا ہو۔ اور اگر چاہے تو ان کو قبلہ کی طرف ایک دوسرے کے پیچھے رکھ کر صف بنائے اس طرح کے ہر ایک کا سینہ امام کے مقابل ہو تا کہ امام سب کے مقابل کھڑا

1... تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/139۔

ہو۔ اس صورت میں صف کو درجۃً بنائے (یعنی ایک کا سر دوسرے کے کچھ نیچے بائیں جانب کرے اس طرح کہ ہر جنازہ بنسبت پہلے کے تھوڑا سا بائیں جانب ہو) تو بہتر ہے پس ان میں سے افضل کو امام اپنے قریب رکھے پھر جو اس سے کم ہو۔ مرد کو اپنے پاس رکھے پھر لڑکے کو پھر خنثیٰ کو پھر بالغہ عورت کو پھر قریب البلوغ لڑکی کو۔

اجتماعی نمازِ جنازہ پڑھنے کا طریقہ

سوال: اجتماعی نمازِ جنازہ پڑھنے کا کیا طریقہ ہے جبکہ مختلف الجنس بالغ نابالغ میتیں ہوں تو کون سی میّت کی دعا پڑھیں گے؟

جواب: امام اور مقتدی سب کی نیت کریں گے اور تیسری تکبیر کے بعد جو بالغ والی دعا ہے وہ مرد اور عورت دونوں کے لئے ایک ہی ہے اور اس میں جمع کا صیغہ ہے اس لئے اگرچہ بالغ اموات ایک سے زائد ہوں تو یہ سب کو شامل ہو جائے گی۔ البتہ اگر متعدد اموات میں نابالغ بچے بھی ہوں تو بالغ کی دعا کے بعد نابالغ بچے اور بچی کی دعا بھی پڑھ لینی چاہیے، اگر بچے دو ہوں تو ضمیر "ہٗ" یا "ھَا" کی جگہ "ھُمَا" اور اگر دو سے زیادہ ہوں تو بچوں کی دعا میں ضمیر "ہ" کی بجائے "ھُمْ" اور بچیوں کی دعا میں ضمیر "ھا" کی بجائے "ھُنَّ" پڑھ لیں۔ لیکن اگر صرف بالغ کی دعا پڑھ کر سلام پھیر دیا تب بھی سب کا جنازہ صحیح ادا ہو جائے گا۔ طحطاوی میں ہے:

"ویکتفي لهم بدعاء واحد كما بحثه بعضهم ويؤيده أن الضمائر ضمائر جمع في قوله اللهم اغفر لحينا الخ بقي ما إذا كان فيهم مكلفون وصغار والظاهر انه يأتي بدعاء الصغار بعد دعاء المكلفين.[1] یعنی (اجتماعی نمازِ جنازہ

1 . . . حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، باب احکام الجنائز، 2/592۔

میں) مردوں اور عورتوں کے لئے ایک ہی دعا کافی ہے جیسا کہ بعض علمارحمۃ اللہ علیہم نے اس کی بحث فرمائی کہ قول اللھم اغفر لحینا کی ضمیریں جمع کی ہیں جو اس کی طرف مؤیّد ہیں البتہ جب بڑوں کے ساتھ نابالغ بھی ہوں تو بالغوں کی دعا کے بعد نابالغ کی دُعا پڑھی جائے۔

مسلم اور کافر میتوں کا معلوم نہ ہو

سوال: مختلف حادثات میں ایک ساتھ کئی لوگ مر جاتے ہیں مرنے والوں کا معلوم بھی نہیں ہوتا کہ کون ہیں؟ اب نمازِ جنازہ کس طرح پڑھیں گے؟

جواب: کسی حادثے میں جب کئی افراد ایک ساتھ ہلاک ہو جائیں تو جس کے بارے میں کسی علامت سے معلوم ہو جائے کہ یہ مسلمان ہے یا کافر تو مسلمان کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی اور کافر کی نہیں، اور اگر علامت کے ذریعے معلوم نہ ہو پائے تو پھر علاقے کا اعتبار کیا جائے گا کہ اگر مسلمانوں کا علاقہ ہے تو انہیں مسلمان تصور کر کے نماز جنازہ ادا کریں گے اور اگر کافروں کا علاقہ ہے تو نمازِ جنازہ نہیں پڑھیں گے، اور اگر مرنے والوں کے بارے میں یقینی طور پر معلوم ہو کہ اس میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی تو علامت کے ذریعے مسلم یا کافر ہونا واضح ہو تو وہی حکم ہو گا جو اوپر مذکور ہوا اور اگر علامت سے مسلم یا کافر ہونا واضح نہ ہو تو پھر سب میتوں کو سامنے رکھا جائے گا اور نمازِ جنازہ فقط مسلمان میتوں کی نیت سے ادا کی جائے، پھر اگر مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو تو سب کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیں گے ورنہ کسی ایسی علیحدہ جگہ دفن کریں جو مسلمانوں یا کافروں کا قبرستان نہ ہو۔[1]

---

1 . . . فتاوی اہلسنت، فتوی نمبر: Sar:5184، تاریخ اجراء: 13 محرم الحرام 1438ھ، 15/ اکتوبر 2016ء۔

چھٹی فصل

نمازِ جنازہ کے متفرق مسائل

سب سے پہلی نمازِ جنازہ

سوال: سب سے پہلے نمازِ جنازہ کس کی پڑھی گئی اور کس نے پڑھائی؟

جواب: سب سے پہلی نمازِ جنازہ حضرت آدم علیہ السلام پر پڑھی گئی۔ اور اسلام میں نماز جنازہ کے وجوب کا حکم ہجرت کے بعد مدینہ شریف میں نازل ہوا۔ اور ہجرت کے بعد سب سے پہلے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہجرت کے نویں مہینے شوال المکرم میں ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اسلام میں یہ سب سے پہلی نمازِ جنازہ تھی۔ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: 1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

واما بدء صلوٰة الجنازة فكان من لدن سيّدنا اٰدم عليه الصّلاة والسلام اخرج الحاكم فی المستدرک والطبرانی والبهيقی فی سننه عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما قال اٰخر ماكبر النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم علی الجنازة اربع تكبيرات، وكبر عمر علٰی ابی بكرا ربعا، وكبر ابن عمر علٰی عمر اربعا وكبر الحسن بن علیٍّ علی علیٍّ اربعا، وكبر الحسين بن علیٍّ علی الحسن بن علیٍّ اربعا وكبرت الملٰئكة علٰی اٰدم اربعا ولم تشرع فی الاسلام الا فی المدينة المنورة اخرج الامام الواقدی من حديث حكيم بن حزام رضی الله تعالٰی عنه فی ام المؤمنين خديجة

رضی اللہ تعالٰی عنھا انھا توفیت سنة عشر من البعثة بعد خروج بنی ہاشم من الشعب ودفنت بالحجون ونزل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی حفرتھا ولم تکن شرعة الصلوٰة علی الجنائز وقال الامام ابن حجر العسقلانی فی الاصابة فی ترجمة اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ذکر الواقدی انہ مات علی راس تسعة اشھر من الھجرة رواہ الحاکم فی المستدرک وقال الواقدی کان ذلک فی شوال قال البغوی بلغنی انہ اول من مات من الصحابة بعد الھجرة وانہ اوّل میّت صلی علیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اہ وبہ اتضح الجواب-واللہ تعالٰی اعلم.یعنی جنازہ کی ابتداء، تو یہ سیدنا آدم علیہ السلام کے دور سے ہے۔حاکم نے مستدرک، طبرانی اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جنازہ پر جو آخری عمر میں تکبیرات کہیں وہ چار تھیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جنازۂ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ پر چار تکبیرات کہیں، اور ابنِ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جنازۂ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ پر، امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جنازۂ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ پر اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جنازۂ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ پر چار تکبیرات کہیں، ملائکہ نے سیدنا آدم علیہ السلام پر چار تکبیریں کہیں اور اسلام میں وجوبِ نمازِ جنازہ کا حکم مدینۂ منورہ میں نازل ہوا، امام واقدی نے حضرت ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے بارے میں حکیم بن حزام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کا وصال بعثت کے دسویں سال شعبِ ابی طالب سے خروج کے بعد ہُوا اور آپ کو حجون کے قبرستان میں دفن کیا گیا اور

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود ان کی لحد میں اترے اور اس وقت میت پر جنازہ کا حکم نہیں تھا اھ اور امام ابنِ حجر عسقلانی نے اصابہ میں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال میں واقدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ان کا وصال ہجرت کے بعد نویں مہینے کے آخر میں ہُوا، اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور بقول واقدی یہ شوال کا مہینہ تھا، بغوی نے کہا کہ ہجرت کے بعد سب سے پہلے اسی صحابی کا وصال ہوا، اور یہ پہلے صحابی کی میت تھی جس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھی اور اس سے جواب واضح ہو گیا۔[1]

جوتا پہن کر نمازِ جنازہ پڑھنا

سوال: جنازہ گاہ کے علاوہ جب سڑک یا میدان وغیرہ میں نمازِ جنازہ ادا کی جائے تو جوتے اتار دینے چاہئے یا نہیں؟

جواب: بعض لوگ جوتا پہنے اور بہت لوگ جوتے اتار کر ان پر کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھتے ہیں اگر جوتا پہنے پڑھی تو جوتا اور اس کے نیچے کی زمین دونوں کا پاک ہونا ضروری ہے کہ جوتے سے متصل زمین یا جوتے ہی کے اوپر یا نیچے بقدر مانع نجاست ہو گی تو اس کی نماز نہ ہو گی۔ کیونکہ مذکورہ صورت میں جوتا لباسِ بدن ہے۔ لباس کی تعریف کرتے ہوئے علامہ شامی فرماتے ہیں:

ما لابس البدن فدخل القلنسوۃ والخف والنعل.[2] یعنی جو بدن سے مِلا ہو پس اس میں ٹوپی، موزے اور جوتے داخل ہیں۔

1...فتاوی رضویہ، 5/375۔

2...ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب: شروط الصلاۃ، 2/91۔

اور لباس نجاست کے لئے آڑ نہیں ہو سکتا کہ وہ بدن کے تابع ہوتا ہے لہٰذا اگر اس کے پہنے ہوئے جوتے کو نجاست لگی ہو گی تو نماز نہ ہو گی۔ اور اگر جوتے اتار کر اس کے اوپر کھڑے ہو کر پڑھی تو جوتے کے اوپر کا حصہ جو پاؤں سے متصل ہے اس کا پاک ہونا ضروری ہے، اگرچہ نچلی طرف جو حصہ زمین سے ملا ہوا ہے وہ نجس ہو تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ جب جوتوں کو اتار دیا جائے تو لباس نہیں رہتے بلکہ علیحدہ چیز ہو جاتے ہیں اور علیحدہ چیز نجاست کے لئے آڑ ہو سکتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ولو خلع نعليه وقام عليهما جاز سواء كان ما يلي الأرض منه نجسا أو طاهرا إذا كان ما يلي القدم طاهرا.[1] یعنی اگر جوتے اتار کر ان کے اوپر کھڑا ہو تو جائز ہے۔ برابر ہے کہ جو حصہ زمین سے ملا ہوا ہے وہ پاک ہے یا نہیں۔ جب کہ وہ حصہ (اوپر والا) جو پاؤں سے ملا ہوا ہے وہ پاک ہو۔

عموماً ایسی جگہوں کے ناپاک ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور جوتوں کے تلوے بھی بعض اوقات ناپاک ہوتے ہیں۔ احتیاط اسی میں ہے کہ جوتا اتار کر اس کے اوپر پاؤں رکھ کر نمازِ جنازہ ادا کی جائے، اگر زمین یا جوتے کا تلوا ناپاک ہو تب بھی نماز میں کوئی خلل نہ ہو گا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

احتیاط یہی ہے کہ جوتا اتار کر اس پر پاؤں رکھ کر نماز پڑھی جائے کہ زمین یا تلا اگر ناپاک ہو تو نماز میں خلل نہ آئے۔ ردالمحتار میں ہے:

قد توضع فی بعض المواضع خارج المسجد فی الشارع فیصلی علیها

1. . . فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلاۃ، باب: شروط الصلاۃ، 1/ 69۔

ویلزم منه فسادها من کثیر من المصلین لعموم النجاسة وعدم خلعهم نعالهم المتنجسة. یعنی کبھی بعض مقامات میں بیرونِ مسجد سڑک پر جنازہ رکھ کر نماز پڑھی جاتی ہے اس سے بہت سے لوگوں کی نماز کا فساد لازم آتا ہے کیونکہ وہ جگہیں نجس ہوتی ہیں اور لوگ اپنے نجاست آلود جوتے نہیں اتارتے۔

اُسی میں ہے: فی البدائع لو صلی علٰی مکعب اعلاہ طاهر وباطنه نجس عندمحمد یجوز لانه صلی فی موضع طاهر کثوب طاهر تحته ثوب نجس وظاهره ترجیح قول محمد وهو الاشبه(ملخصاً) یعنی بدائع میں ہے: اگر کسی ایسے مکعب پر نماز پڑھی جس کا بالائی حصہ پاک ہے اور اندرونی حصہ ناپاک ہے تو امام محمد کے نزدیک جائز ہے، اس لئے کہ نماز پاک جگہ ادا ہوئی جیسے کوئی پاک کپڑا ہو جس کے نیچے دوسرا ناپاک کپڑا ہو ا۔ اس کا ظاہر امام محمد کے قول کی ترجیح ہے اور وہی اشبہ ہے (ملخصًا)۔[1]

نمازِ جنازہ میں اپنا خلیفہ بنانا

سوال: نمازِ جنازہ میں امام اگر بے وضو ہو جائے تو کیا کسی کو اپنا خلیفہ بنا سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں! بنا سکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ولو أحدث الإمام فی صلاة الجنازة فقدم غیره جاز هو الصحیح[2] اگر امام نمازِ جنازہ میں بے وضو ہو گیا اور اس نے کسی دوسرے کو آگے کر دیا تو جائز ہے اور یہی صحیح ہے۔

1...فتاوی رضویہ، 9/188۔
2...فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/181۔

بغیر جنازہ پڑھے دفن کر دیا

سوال: مردہ کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی ہو تو کتنے دن تک پڑھنا جائز ہے؟

جواب: اگر مٹی نہیں دی تو میت نکال لیں اور نماز پڑھ کر دفن کریں اور اگر مٹی دے چکے تو اس کی قبر پر نماز پڑھیں جب تک میت پھٹنے کا گمان نہ ہو۔ قبر پر نماز پڑھنے میں دنوں کی کوئی تعداد مقرر نہیں کہ کتنے دن تک پڑھی جاسکتی ہے کہ یہ موسم اور زمین اور میّت کے جسم و مرض کے اختلاف سے مختلف ہے گرمی میں میت کا جسم جلد پھٹے گا اور سردی میں دیر سے تر زمین میں جلد، خشک میں دیر سے فربہ جسم جلد اور لاغر دیر سے۔ لہٰذا جب تک جسم سلامت ہونے کا غالب ظن ہو پڑھ سکتے ہیں۔ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:

(وإن دفن) وأهيل عليه التراب (بغير صلاة) أو بها بلا غسل (صلي على قبره) استحسانا (ما لم يغلب على الظن تفسخه) من غير تقدير هو الأصح.[1] یعنی بغیر نماز کے، یا بغیر غسل کے نماز پڑھ کر میّت کو دفن کر دیا گیا اور اس پر مٹی ڈال دی گئی تو اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے جب تک اس کے پھٹنے کا ظن غالب نہ ہو، اس میں کسی حد کی تعیین نہیں یہی اصح ہے۔

اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

جب تک بدنِ میت کا سالم ہونا مظنون ہو اور یہ امر اختلافِ موسم وحالِ زمین وحالِ میّت سے جلدی و دیر میں مختلف ہو جاتا ہے، گرمی میں جلد بگڑ جاتا ہے سردی میں بدیر، زمین شُور

1... تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/146۔

(کھاری زمین) یانمک میں جلد، سخت وغیر شور (جس میں نمک یا شورنہ ہو یعنی قابل زراعت) میں بدیر، فربہ مرطوب (تندرست وتوانا) جلد، خشک ولاغر بدیر، تو اس کے لئے مدت معین نہیں کر سکتے۔[1]

کنویں یا سمندر میں ڈوب کر مر گیا

سوال: کنویں یا سمندر میں ڈوب کر مر گیا اور مردہ نکالا نہ جاسکا تو کیا کریں؟

جواب: کنویں میں گر کر یا کسی جگہ دب کر مر گیا اور میت نکالی نہ جاسکی تو اسی جگہ نمازِ جنازہ پڑھیں گے یہ ایسے ہی ہے کہ کسی کو نمازِ جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا تو اس کی قبر پر نماز پڑھیں گے اور اگر سمندر یا دریا وغیرہ میں ڈوب کر مر گیا اور نکالا نہ جاسکا تو اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی کہ میت کا امام کے سامنے ہونا ضروری ہے۔ فتاویٰ شامی میں ہے: ینبغي أن یکون في حکم من دفن بلا صلاۃ من تردی في نحو بئر أو وقع علیه بنیان ولم یمکن إخراجه بخلاف ما لو غرق في بحر لعدم تحقق وجوده أمام المصلي.[2] یعنی جو شخص کسی کنویں یا مکان میں دب گیا اور اس کا نکالنا ممکن نہیں تو وہ بلا نماز پڑھے دفن ہونے والے مردے کے حکم میں ہو گا۔ بخلاف اس کے جو سمندر میں غرق ہو گیا کیونکہ اس کا جسم نمازی کے سامنے ہونا متحقق نہیں۔

تکرارِ نمازِ جنازہ

سوال: کیا ایک میّت کی نمازِ جنازہ بار بار پڑھی جاسکتی ہے؟

جواب: احناف کے نزدیک نمازِ جنازہ کی تکرار جائز نہیں البتہ اگر ولی اقرب (قریب ترین

1...فتاوی رضویہ، 9/195۔

2...ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب تعظیم اولی الامر واجب، 3/147۔

وارث)نے نہ پڑھی ہو اور دوسرے لوگوں نے پڑھ لی ہو تو ولی اقرب دوبارہ پڑھ سکتا ہے، ایسی صورت میں اس کے ساتھ ایسے اور لوگ بھی شریک ہوسکتے ہیں جنہوں نے پہلے نمازِ جنازہ نہیں پڑھی۔ولی اقرب نے نمازِ جنازہ پڑھ لی ہو یا اس کی اجازت سے کسی نے پڑھا لی ہو تو پھر دوبارہ نمازِ جنازہ نہیں پڑھ سکتے۔علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا کہ اگر نمازِ جنازہ میں تکرار مشروع ہوتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے روضہ اطہر پر نماز جنازہ پڑھنے سے تمام جہان اعراض نہ کرتا کیونکہ وہ آج بھی اپنی قبرِ انور میں ویسے ہی تشریف فرما ہیں جیسے وقتِ تدفین۔امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

لوكان مشروعالمااعرض الخلق كلهم من العلماء والصالحين والراغبين فى التقرب اليه عليه الصلٰوة والسلام بانواع الطرق عنه فهذادليل ظاهر عليه فوجب اعتباره[1] یعنی اگر نمازِ جنازہ کی تکرار مشروع ہوتی تو مزار اقدس پر نماز پڑھنے سے تمام جہان اعراض نہ کرتا جس میں علماء وصلحاء اور وہ بندے ہیں جو طرح طرح سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرنے کی رغبت رکھتے ہیں تو یہ تکرار کی عدم مشروعیت پر کھلی دلیل ہے پس اس کا اعتبار واجب ہوا۔

شیخ الاسلام برھان الدّین علی بن ابو بکر المرغینانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:593ھ)الھدایہ میں فرماتے ہیں:

رأينا الناس تركوا عن اٰخرهم الصلٰوة على قبرالنبى عليه الصلوة والسلام وهواليوم كماوضع.[2] یعنی ہم دیکھتے ہیں کہ تمام جہان کے مسلمانوں نے

1...فتح القدیر، فصل فی الصلاۃ علی المیت،2/84۔
2...الھدایۃ شرح بدایۃ المبتدی،کتاب الجنائز،فصل فی الصلاۃ علی المیت،1/98۔

نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مزار اقدس پر نماز چھوڑ دی حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم آج بھی ویسے ہی ہیں جیسے قبر مبارک میں رکھنے کے دن تھے۔

امام علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:587ھ) بدائع الصنائع میں فرماتے ہیں:

ولا يصلى على ميت إلا مرة واحدة لا جماعة ولا وحدانا عندنا.[1] یعنی احناف کے نزدیک میت پر صرف ایک بار نماز پڑھی جائے گی دوبارہ نہ جماعت کے ساتھ جائز نہ ہی تنہا۔

امام ابو بکر بن علی الحدادی الیمنی الزَّبِیدِیّ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:800ھ) الجوھرۃ النیّرۃ میں فرماتے ہیں:

ان صلى عليه الولى لم يجز ان يصلى احد بعده لان الفرض يتادى بالاولى والنفل بها غير مشروع[2] یعنی اگر میت کے ولی نے اس پر نماز پڑھ لی تو کسی دوسرے کو اس کے بعد پڑھنے کی اجازت نہیں کیونکہ فرض پہلی نماز کے ساتھ ادا ہو گیا اور نمازِ جنازہ میں نفل مشروع نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ولا يصلى على ميت إلا مرة واحدة والتنفل بصلاة الجنازة غير مشروع.[3] یعنی میت پر ایک ہی مرتبہ نماز پڑھی جائے گی اور نماز جنازہ میں نفل مشروع نہیں۔

1... بدائع الصنائع: فصل فی بیان من یصلی علیہ، 2/337۔
2... جوہرۃ النیرہ، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، ص414۔
3... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، 1/180۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی الحنفی الحصکفی (المتوفی:1088ھ) علیہ رحمۃ اللہ القوی درمختار میں فرماتے ہیں:

لیس لمن صلی علیھا أن یعید مع الولی لأن تکرارھا غیر مشروع.[1]

یعنی جو پہلے پڑھ چکا وہ ولی کے ساتھ بھی اعادہ کا اختیار نہیں رکھتا کہ اس کی تکرار مشروع نہیں۔

اعلیٰ حضرت **امام احمد رضا خان** علیہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاوٰی رضویہ میں فرماتے ہیں:

"نماز جنازہ کی تکرار ہمارے ائمۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک تو مطلقاً ناجائز ونامشروع ہے، مگر جب کہ اجنبی غیر احق نے بلااذن و بلامتابعتِ ولی پڑھ لی ہو تو ولی اعادہ کرسکتا ہے۔"[2]

اور اسی میں فرماتے ہیں:

جب مانع مفقود اور مقتضی اس درجہ قوت سے موجود، تو اگر نمازِ جنازہ کی تکرار شرع میں جائز ہوتی تو صحابہ و تابعین سے لے کر آج تک تمام جہان تمام طبقات کے تمام علما اور اولیا وصلحا اور عاشقانِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس کے ترک پر اجماع کیا معنی، جن میں لاکھوں بندے خدا کے وُہ گزرے اور اب بھی ہیں جنہیں دن رات یہی فکر رہتی ہے کہ جہاں تک مل سکیں وُہ طریقے بجالائیں کہ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تقرب پائیں، لاجرم تیرہ سو برس کا یہ اجماع کلی دلیل ظاہر ہے کہ تکرارِ نماز جنازہ جائز نہیں، اس لئے مجبوراً

1...درمختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، 3/145۔
2...فتاوی رضویہ، 9/270۔

سب باقی ماندہ کو اس فضل عظیم (بڑے فضل) سے محروم ہونا پڑا۔[1]

فقہائے کرام کی تصریحات سے واضح ہے کہ تکرار نمازِ جنازہ جائز نہیں۔ مزید تفصیل و تحقیق چاہیے تو اعلیٰ حضرت **امام احمد رضا خان** رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ **النہی الحاجز عن تکرار صَلاۃ الجنائز** کا مطالعہ کریں جو فتاویٰ رضویہ جدید جلد 9 کے صفحہ 269 پر موجود ہے۔

غائبانہ نمازِ جنازہ

سوال: غائبانہ نمازِ جنازہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: غائبانہ نمازِ جنازہ ناجائز و ممنوع ہے، اس کے عدمِ جواز (جائز نہ ہونے) پر ائمہ حنفیہ کا اجماع ہے۔ احناف کی تمام کتب میں اس بات کی تصریح ہے کہ میت کا سامنے موجود ہونا شرط ہے۔ درمختار میں ہے:

شرطھا حضورہ فلاتصح علیٰ غائب.[2] یعنی جنازے کا حاضر ہونا شرطِ نماز ہے لہذا کسی غائب پر نمازِ جنازہ صحیح نہیں۔

امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

وشرط صحتھا اسلام المیت وطھارتہ و وضعہ امام المصلی فلھذا القید لاتجوز علی غائب.[3] یعنی صحتِ نمازِ جنازہ کی (نمازِ جنازہ صحیح ہونے کے لئے) شرط یہ ہے کہ میّت مسلمان ہو طاہر ہو، جنازہ نمازی کے آگے زمین پر رکھا ہو۔ اسی شرط کے سبب کسی غائب کی نمازِ جنازہ جائز نہیں۔

1... فتاوی رضویہ، 9/272۔
2... درمختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/123۔
3... فتح القدیر، فصل فی الصلاۃ علی المیت، 2/80۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ومن الشروط حضور الميت ووضعه وكونه أمام المصلى فلا تصح على غائب.[1] یعنی میت کا حاضر ہونا اور نمازی کے سامنے رکھنا نمازِ جنازہ کی شرائط میں سے ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے کبھی بھی غائبانہ نمازِ جنازہ (اس طرح کہ میت سامنے نہ ہو) ثابت نہیں۔ حالانکہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم مسلمانوں کی نمازِ جنازہ کا بہت زیادہ اہتمام کرتے تھے۔ اگر کسی وقت رات اندھیری یا دوپہر کی گرمی یا حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے آرام فرما ہونے کے سبب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اطلاع نہ دی اور دفن کر دیا تو ارشاد فرماتے:

فَلَا تَفْعَلُوا فَادْعُونِي لِجَنَائِزِكُمْ[2] یعنی ایسا نہ کرو مجھے اپنے جنازوں کے لئے بلا لیا کرو۔

اور فرماتے:

لَا تَفْعَلُوا لَا يَمُوتَنَّ فِيكُمْ مَيِّتٌ مَا كُنْتُ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ أَلَّا آذَنْتُمُونِي بِهِ فَإِنَّ صَلَاتِي عَلَيْهِ لَهُ رَحْمَةٌ[3] یعنی ایسا نہ کرو جب تک میں تم میں تشریف فرما ہوں۔ ایسا ہرگز نہ ہو کہ تم میں کوئی فوت ہو اور تم مجھے اطلاع نہ دو کہ اُس پر میری نماز موجبِ رحمت ہے۔

اور فرماتے:

إِنَّ هَذِهِ الْقُبُورَ مَمْلُوءَةٌ ظُلْمَةً عَلَى أَهْلِهَا وَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِي عَلَيْهِمْ.[4] یعنی یہ قبریں تاریکی سے بھری ہوئی ہیں اور بیشک اللہ کریم میری نماز کے سبب انہیں

1... فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، 1/180۔
2... مسند احمد بن حنبل، حدیث عامر بن ربیعہ، 5/323، حدیث:15673۔
3... مسند احمد بن حنبل، حدیث یزید بن ثابت، 7/116، حدیث:19469۔
4... مسلم، کتاب الجنائز: باب الصلاۃ علی القبر: حدیث:2215، ص370۔

روشن فرمادیتا ہے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

زمانۂ اقدس میں صدہا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دوسرے مواضع (مقامات) میں وفات پائی، کبھی کسی حدیثِ صریح سے ثابت نہیں کہ حضور نے غائبانہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ کیا وہ محتاجِ رحمتِ والا نہ تھے، کیا معاذاللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر یہ رحمت وشفقت نہ تھی، کیا ان کی قبور اپنی نمازِ پاک سے پُرنور نہ کرنا چاہتے تھے، کیا جو مدینہ طیبہ میں مرتے انہیں کی قبور محتاج نور ہوتیں اور جگہ اس کی حاجت نہ تھی۔ یہ سب باتیں بداہۃً باطل ہیں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عام طور پر ان کی نماز جنازہ نہ پڑھنا ہی دلیلِ روشن وواضح ہے کہ جنازۂ غائب پر نماز ناممکن تھی ورنہ ضرور پڑھتے کہ مقتضی بکمال وفور موجود اور مانع مفقود۔ لاجرم نہ پڑھنا قصداً باز رہنا تھا اور جس امر سے مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم بے عذر مانع بالقصد احتراز فرمائیں(یعنی کسی روکنے والے عذر کے نہ پائے جانے کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا کسی عمل کو ارادۃً ترک فرمادینا) وُہ ضرور امرِ شرعی(شریعت کا حکم) ومشروع(جائز) نہیں ہوسکتا۔ مزید اسی میں فرمایا: اب واقعہ بیر معونہ ہی دیکھئے۔ مدینہ طیبہ کے ستر (70) جگر پاروں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاص پیاروں، اجلّہ علمائے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کفار نے دغا سے شہید کردیا۔ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کا سخت وشدید غم والم ہوا۔ ایک مہینہ کامل خاص نماز کے اندر کفارِ ناہنجار پر لعنت فرماتے رہے، مگر ہر گز منقول نہیں کہ ان پیارے محبوبوں پر نماز پڑھی ہو۔

آخرایں ترک وبایں مرتبہ بے چیزے نیست

(آخر اجلہ صحابہ کرام کے شہید ہونے پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کی نمازِ جنازہ کو ترک فرمانا بغیر کسی

وجہ کے نہیں ہوسکتا)۔[1]

باقی رہی وہ احادیث جن میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنے کا بیان ہے وہ تین واقعات ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔

پہلا واقعہ: بخاری شریف کتاب المغازی میں ہے کہ جب حبشہ کے بادشاہ نجاشی کا وصال ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کو خبر دی اور آپ عید گاہ کی طرف تشریف لے گئے وہاں آپ نے صحابہ کرام کی صفیں بنائیں اور چار تکبیریں پڑھیں۔

صحیح ابن حبان میں ہے:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ أَنْبَأَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَخَاكُمُ النَّجَاشِيَّ تُوُفِّيَ فَقُومُوا فَصَلُّوا عَلَيْهِ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفُّوا خَلْفَهُ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا وَهُمْ لَا يَظُنُّونَ إِلَّا أَنَّ جَنَازَتَهُ بَيْنَ يَدَيْه.[2] یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا تمہارا بھائی نجاشی فوت ہو گیا، اٹھو اس پر نماز پڑھو پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کھڑے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیچھے صفیں باندھیں۔ حضور نے چار تکبیریں کہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہی ظن تھا کہ ان کا جنازہ حضور اقدس کے سامنے حاضر ہے۔

صحیح ابو عوانہ میں انہیں سے ہے:

فَصَلَّيْنَا خَلْفَهُ ونحن لَانَرٰى إِلَّا أَنَّ الْجَنَازَةَ قُدَّامنا[3] یعنی ہم نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہی اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے موجود ہے۔

1... فتاوی رضویہ، 9/346۔

2... الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الصلاۃ، فصل فی الصّلٰوۃ علی الجنائز، 5/40، حدیث: 3092۔

3... فتح الباری، باب الصفوف علی الجنازہ، 1/164۔

امام واحدی نے اسبابِ نزولِ قرآن میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا:

كشف للنبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عن سریرالنجاشی حتی راٰہ وصلّٰی علیہ۔[1] یعنی نجاشی کا جنازہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے لئے ظاہر کر دیا گیا تھا حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اسے دیکھا اُس پر نماز پڑھی۔

دوسرا واقعہ: معاویہ بن معاویہ مُزَنی رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ میں انتقال کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے تبوک میں ان پر نماز پڑھی۔ اس واقعہ کے بارے میں طبرانی میں یہ تصریح موجود ہے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کے لفظ طبرانی کے یہاں یہ ہیں: جبریل امین علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! معاویہ بن معاویہ مزنی رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں انتقال کیا۔

أَتُحِبُّ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ قَالَ نَعَمْ فَضَرَبَ بِجَنَاحَيْهِ فَلَمْ تَبْقَ شَجَرَةٌ وَلَا أَكَمَةٌ إِلَّا تَضَعْضَعَتْ وَرَفَعَ لَهُ سَرِيرَهُ حَتَّى نَظَرَ إِلَيْهِ فَصَلَّى عَلَيْهِ وَخَلْفَهُ صَفَّانِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فِي كُلِّ صَفٍّ سَبْعُونَ أَلْفًا[2] کیا حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ان پر نماز جنازہ پڑھنا چاہتے ہیں؟ فرمایا: ہاں، جبریل علیہ السلام نے اپنا پَر زمین پر مارا کوئی درخت یا ٹیلہ نہ رہا جو پست نہ ہوا ہو۔ اور ان کا جنازہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سامنے بلند کیا گیا یہاں تک کہ پیش نظرِ اقدس (نظر کے سامنے) ہو گیا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ان پر نماز پڑھی اور فرشتوں کی دو صفیں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے پیچھے تھیں ہر صف میں ستر ہزار فرشتے۔

1... شرح الزرقانی علی المواہب بحوالہ واحدی النوع الرابع فی صلوٰتہ الخ، 11/194۔
2... معجم کبیر، باب: معاویۃ بن معاویۃ المزنی توفی، 19/428، حدیث: 1040۔

ابو احمد حاکم کے یہاں یوں ہے:

فَوَضَعَ جَنَاحَهُ الْاَیْمَنَ عَلَى الْجِبَالِ فَتَوَاضَعَتْ وَوَضَعَ جَنَاحَهُ الْاَیْسَرَ عَلَى الْاَرَضِینَ فَتَوَاضَعْنَ حَتّٰى نَظَرَ اِلٰى مَكَّةَ وَالْمَدِیْنَةِ فَصَلّٰى عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَجِبْرِیْلُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ [1] یعنی جبریل علیہ السلام نے اپنا داہنا پَر پہاڑوں پر رکھا وہ جھک گئے بایاں زمینوں پر رکھا وہ پست ہو گئیں یہاں تک کہ مکہ و مدینہ ہم کو نظر آنے لگے، اس وقت رسول اللہ، جبریل و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے ان پر نماز پڑھی۔

تیسرا واقعہ: واقدی نے مغازی میں عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبد اللہ بن ابی بکر سے روایت کی:

لما التقى الناس بمؤتة جلس رسول الله صلى الله عليه وسلم على المنبر وكشف له ما بينه وبين الشام فهو ينظر إلى معتركهم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أخذ الراية زيد بن حارثة فمضى حتى استشهد فصلى عليه وقال استغفروا له وفقد دخل الجنة وهو يسعٰى ثم اخذ الراية جعفر بن ابى طالب حتى استشهد فصلى عليه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ودعا له وقال استغفروا لأخيكم فإنه شهيد دخل الجنة فهو يطير في الجنة بجناحين من ياقوت حيث يشاء من الجنة۔[2] یعنی جب مقام موتہ میں لڑائی شروع ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ پاک نے حضور کے لئے پردے اٹھا دیئے کہ ملک شام اور وہ معرکہ حضور دیکھ رہے تھے، اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: زید بن

1... معجم اوسط، 3/63، حدیث: 3874۔

2... کتاب المغازی بیان غزوہ موتہ، 2/762۔

حارثہ نے جھنڈا اٹھایا اور لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہوئے، حضور نے انہیں اپنی صلوٰۃ ودعا سے مشرف فرمایا اور صحابہ کو ارشاد ہوا اس کے لئے استغفار کرو بیشک وہ دوڑتے ہوئے جنت میں داخل ہوگئے ہیں۔ حضور نے فرمایا پھر جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھایا اور لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہوئے۔ حضور نے ان کو اپنی صلوٰۃ ودعا سے شرف بخشا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو ارشاد ہوا اس کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہوئے اور اس میں جہاں چاہے اپنے پروں سے اڑتے پھرتے ہیں۔خود اسی روایت میں صاف تصریح ہے کہ پردے اُٹھادیئے گئے تھے،معرکہ حضرتِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے پیش نظر تھا۔لہٰذا ثابت ہوا کہ تینوں واقعات میں میّت نبی کریم کے سامنے پیش کردی گئی تھی اورآپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے غائبانہ نمازِ جنازہ نہیں پڑھا۔

مزید تفصیل و تحقیق کے لئے میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ ”الھادی الحاجب عن جنازۃ الغائب“ کا مطالعہ کریں جس کو اعلی حضرت نے85کتب اور 207عبارات سے مزّین فرمایا۔یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ مخرّجہ کی جلد9 کے صفحہ317 پر موجود ہے۔

کتاب سے دیکھ کر جنازہ کی دعا پڑھنا

سوال: اگر امام نے نمازِ جنازہ میں پڑھی جانے والی دعا کتاب سے دیکھ کر پڑھی تو کیا حکم ہے؟

جواب: اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں مفتی اعظم پاکستان مفتی وقارالدین رحمۃ اللہ علیہ وَقارُ الفتاویٰ میں فرماتے ہیں:”نمازِ جنازہ میں جو دعائیں پڑھی جاتیں ہیں اگر یاد نہ تھیں تو ان کے علاوہ کوئی اور دعا پڑھ لیتا تو بھی نماز ہو جاتی۔ نماز میں کتاب کھول کر دعا

پڑھی جائے تو نماز نہیں ہوتی لہٰذا یہ نمازِ جنازہ ادا نہیں ہوئی۔"[1]

جنازہ کی دعا کی جگہ کیا پڑھیں؟

سوال: نمازِ جنازہ کی دعا نہ آتی ہو تو کیا پڑھنا چاہیے؟

جواب: ہر وہ دعا پڑھی جاسکتی ہے جس کا تعلق امورِ آخرت سے ہو، البتہ ممکنہ صورت میں نمازِ جنازہ میں پڑھی جانے والی دعاؤں کو یاد کرنے کی بھرپور کوشش کرے کہ ماثور دعاؤں کا پڑھنا بہتر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

هذا إذا كان يحسن ذلك فإن كان لا يحسن يأتي بأي دعاء شاء[2] یعنی ماثور دعائیں پڑھنے کا حکم اس وقت ہے کہ جب انہیں اچھے انداز سے پڑھنے پر قادر ہو ورنہ اگر ان دعاؤں پر قدرت نہ رکھتا ہو تو پھر جو چاہے دعا مانگے۔

بہارِ شریعت میں ہے:

"بہتر یہ کہ وہ دُعا پڑھے جو احادیث میں وارد ہیں اور ماثور دُعائیں اگر اچھی طرح نہ پڑھ سکے تو جو دُعا چاہے پڑھے، مگر وہ دُعا ایسی ہو کہ اُمورِ آخرت سے متعلق ہو۔"[3]

کھانا پہلے کھائیں یا جنازہ پڑھیں

سوال: کھانا بھی تیار ہے اور نمازِ جنازہ بھی۔ ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ نیز کھانے کی وجہ سے دفن میں شرکت نہ کرنے کا حکم بیان کر دیجئے۔

جواب: ایسی صورت میں پہلے نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ نمازِ جنازہ میں بہت ہی کم

1... وقار الفتاوی، 2/361۔
2... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/164۔
3... بہارِ شریعت، 1/829، حصہ: 4۔

وقت لگتا ہے۔ اگر دفنانے والے موجود ہوں اور اس کے نہ جانے سے دفنانے میں کوئی شرعی خرابی بھی نہیں آئے گی تو پہلے کھانا کھائے اب کھانے کو دفنانے پر مقدم نہیں کرنا چاہیے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں اسی طرح کے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

"جنازہ آگیا تو پہلے اس کی نماز پڑھ لے کہ اس نماز میں ایسی دیر نہیں ہوتی۔ پھر اگر بھوک وغیرہ وہی (کھانا سامنے آیا اور کھانے کے بعد جنازہ مل جائیگا، یا پہلے جنازہ میں شرکت کرے تو بھوک کی وجہ سے دل کھانے کی طرف رہے گا یا کھانا ٹھنڈا ہو کر بے مزا ہو جائے گا، یا اس کے دانت کمزور ہیں روٹی ٹھنڈی ہو جائیگی اور چبائی نہ جائے گی) ضرورتیں لاحق ہو تو دفن کے لئے بعد کھانا کھانے کے جائے یا فقط نماز پر قناعت کرے، جبکہ لے جانے والے موجود ہوں اور اس کے نہ جانے سے کوئی شرعی حرج لازم نہ آتا ہو۔"[1]

مسجد میں نمازِ جنازہ

سوال: مسجد میں نمازِ جنازہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

سخت سردی یا دھوپ میں مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا

سوال: کیا دھوپ یا سخت سردی کی صورت میں مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: فقیہِ مِلّت مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ علیہ فتاوی فیضُ الرّسول میں فرماتے ہیں:

1...فتاوی رضویہ، 9/186۔

سخت سردی اور دھوپ کے سبب بھی مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا جائے گا کہ جس طرح لوگ سخت سردی اور دھوپ میں اپنے کاموں کے لئے نکلتے ہیں جنازے کے لئے بھی تھوڑی دیر سردی اور دھوپ برداشت کر سکتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

نمازِ جنازہ بہت ہلکی اور جلد ہونے والی چیز ہے اتنی دیر دھوپ کی تکلیف ایسی نہیں کہ اس کے لئے مکروہ تحریمی گوارہ کیا جائے۔ اور مسجد کی بے حرمتی روا رکھیں۔

رہی تیز بارش تو جس طرح بارش میں جنازہ گھر سے لے کر مسجد اور مسجد سے قبرستان تک جائیں گے اسی طرح بارش میں مسجد سے باہر جنازہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اور اگر بارش میں جنازہ لے کر نکلنا اور دفن کرنا تو ممکن ہو مگر نمازِ جنازہ پڑھنا کسی طرح ممکن نہ ہو تو اس صورت میں ضرور مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے کی رخصت دے دی جائے گی۔ بشرطیکہ شہر میں کہیں مدرسہ، مسافر خانہ اور جماعت خانہ وغیرہ میں پڑھنا ممکن نہ ہو۔ [1]

صحنِ مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا

سوال: مسجد میں جو صحن بنا ہوتا ہے، اکثر گرمیوں میں وہاں پر مغرب کی نماز پڑھی جاتی ہے اُس جگہ جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں اسی طرح کے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

صحنِ مسجد یقیناً مسجد ہے، فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اُسے مسجد صیفی یعنی گرمیوں کی

1 . . . فتاوی فیض الرسول، 1/446۔

اور مسقف دَرَجہ کو مسجدِ شتوی یعنی جاڑوں کی مسجد کہتے ہیں۔ اور نمازِ جنازہ مسجد میں مطلقاً مکروہ ہے۔[1]

فنائے مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا

سوال: مسجد کے اطراف میں جوتے اتارنے کی جگہ اور اس طرح کی دیگر جگہوں میں نمازِ جنازہ پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: اس طرح کی جگہیں فنائے مسجد ہوتی ہیں۔ اس میں نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان فرماتے ہیں: "حدِ مسجد سے باہر فنائے مسجد میں (نمازِ جنازہ پڑھنا) جائز ہے۔"[2]

مسجد حرام اور مسجدِ نبوی میں نمازِ جنازہ پڑھنا

سوال: مسجد حرام اور مسجد نبوی میں تو نمازِ جنازہ پڑھائی جاتی ہے؟

جواب: اسی طرح کے سوال کے جواب میں سیدی امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: وہاں شافعیہ کے طور پر ہوتی ہے حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں۔[3]

علیحدہ کچی زمین کو پختہ کرکے مسجد سے ملادیا

سوال: پہلے ایک حصہ خام تھا اب بالکل ملحقہ مسجد کرکے سب پختہ کردیا گیا آیا یہ مسجد میں داخل ہے یا نہیں اور یہاں نمازِ جنازہ جائز ہے یا نہیں اور صحن مسجد ہے یا نہیں؟

جواب: اسی طرح کے سوال کے جواب میں سیدی امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ

1... فتاوی رضویہ، 9/265۔
2... ایضاً۔
3... فتاوی رضویہ، 9/266۔

(المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: یہ جگہ مسجد سے خارج تھی اگر اُسے پختہ کر کے صحنِ مسجد سے ملا دینا مسجد کے طور پر نہیں بلکہ صرف اس لئے کہ جمعہ و عیدین میں نمازیوں کو آرام ہو تو وہ بدستور مسجد سے خارج ہے اور اس میں نمازِ جنازہ جائز ہے، اور اگر تمام مسلمانوں کی رائے سے اُسے مسجد کر لیا گیا تو اب اس میں نمازِ جنازہ جائز نہیں۔[1]

عید گاہ اور مدرسہ میں نمازِ جنازہ پڑھنا

سوال: عید گاہ یا مدرسہ کے احاطے میں نمازِ جنازہ پڑھنا کیسا؟

جواب: سید العلماء سید احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1231ھ) تحریر فرماتے ہیں:

لا تکرہ فی مسجد أعد لھا وکذا فی مدرسۃ ومصلی عید لانہ لیس لھا حکم المسجد فی الاصح[2] یعنی نمازِ جنازہ جنازہ گاہ، اسی طرح مدرسہ اور عید گاہ میں مکروہ نہیں کیونکہ صحیح قول کے مطابق یہ مسجد کے حکم میں نہیں۔

نمازِ جنازہ پڑھنے سے وضو پر اثر

سوال: کیا نماز جنازہ پڑھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: نمازِ جنازہ کی ادائیگی وضو توڑنے والے اسباب میں سے نہیں لہٰذا اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں خلیلِ ملت مفتی محمد خلیل خان برکاتی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ خلیلیہ میں فرماتے ہیں: نمازِ جنازہ کی ادائیگی نواقص وضو (وضو

1... فتاوی رضویہ، 9/266۔
2... طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص595۔

توڑنے والی چیزوں) میں سے نہیں ہیں۔[1]

مقتدی کا نمازِ جنازہ میں دعا اور درود پڑھنا

سوال: کیا مقتدی نمازِ جنازہ میں دعا اور درود شریف پڑھے گا؟

جواب: جی ہاں! مقتدی درود شریف اور دعائے نمازِ جنازہ امام کی اقتدا میں پڑھے گا۔ مقتدی کو امام کی اقتدا میں صرف قرأت قرآنِ عظیم منع ہے، جو نمازِ جنازہ میں مشروع نہیں، بقیہ دعا، درود شریف اور تسبیحات تو پانچ وقتی فرض نمازوں میں بھی مقتدی کو امام کی اقتداء میں پڑھنے کا حکم ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

مقتدی بھی سب کچھ پڑھیں کہ نمازِ جنازہ میں صرف ذکر و دُعا ہے قراءتِ قرآن نہیں، اور مقتدیوں کو صرف قرأتِ قرآنِ عظیم ہی منع ہے باقی دُعا و اذکار میں وہ امام کے شریک ہیں۔ فی الرحمانية فی الطحطاوی يكبرون الافتتاح مع رفع اليدين ثم يقرءون الثناء ثم يكبرون ويصلون على النبی صلى الله تعالى عليه وسلم ثم يكبرون ويستغفرون للميت ثم يكبرون ويسلمون ولا يرفعون ايديهم فی التكبيرات الثلث ولا قرأة فيها. یعنی رحمانیہ میں ہے: طحطاوی میں ہے کہ کانوں تک ہاتھ لے جانے کے ساتھ تکبیرِ افتتاح کہیں، پھر ثناء پڑھیں، پھر تکبیر کہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں، پھر تکبیر کہیں اور میت کے لئے استغفار کریں پھر تکبیر کہیں اور سلام پھیریں۔ بعد کی تینوں تکبیروں میں ہاتھ نہ اُٹھائیں۔ اور نمازِ جنازہ میں قرأتِ قرآن نہیں۔

1... فتاوی خلیلیہ، 1/432۔

خزانۃ المفتین میں ہے:

وان كانت الميت غيربالغ فان الامام ومن خلفه يقولون اللهم اجعله لنافرطاواجعله لنا اجرا ذخرا وشافعاومشفعاوالله‌تعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم. یعنی اگر میّت نابالغ ہو تو امام اور مقتدی سب کہیں گے اے اللہ! اسے ہمارے لئے آگے پہنچ کر سامان کرنے والا بنادے اور اس کو ہمارے لئے اجر کا موجب اور اسے ہمارے لئے ذخیرہ بنادے اور شفاعت کرنے والا، مقبول الشفاعۃ کر دے۔[1]

نمازِ جنازہ اور نمازِ ظہر میں کسے مقدم کریں

سوال: ظہر کی نماز کا وقت ابھی شروع ہُوا پھر جنازہ بھی آیا اور وقت وسیع ہے، اب کون سی نماز پہلے پڑھے اور سنّت کس وقت پڑھے؟

جواب: اگر ظہر کا وقت وسیع ہے اور باآسانی نمازِ جنازہ پڑھ کر تدفین سے فارغ ہو کر ظہر کی جماعت میں شامل ہوسکتے ہیں تو نمازِ جنازہ کو مقدّم کریں۔ اور اگر نمازِ جنازہ کے بعد تدفین کا وقت نہیں میت ایسے ہی جماعتِ ظہر کے بعد تک پڑی رہے گی اور اس کے پھولنے اور خراب ہونے کا بھی خوف نہیں تو نمازِ ظہر کے فرض اور سنّتیں پہلے پڑھ لیں امید ہے کہ نمازی بھی بڑھ جائیں اور جنازے میں کثرت ہو۔

اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

جب وقتِ ظہر وسیع ہے جنازے کی تقدیم کریں، ہاں اگر جنازہ لے جانے والے بھی اسی

1... فتاوی رضویہ، 9/193۔

جماعتِ ظہر میں شریک ہوں گے کہ اگر جنازے کی نماز پہلے ہو جائے جب بھی جنازہ نمازِ ظہر سے فارغ ہونے کے لئے رکھا رہے گا اس کے تغیر کا اندیشہ نہ ہو تو ظہر کے فرض وسنّت پہلے پڑھیں اس دیر میں شاید اور نمازی بھی آجائیں اور جنازے پر تکثیر ہو۔[1]

نمازِ جمعہ کے وقت جنازہ

سوال: جمعہ کے دن کسی کا انتقال ہوا جنازہ اس وجہ سے روک رکھنا کیسا کہ جمعہ کے بعد نمازی زیادہ ہوں گے؟

جواب: جمعہ کے دن کسی کا انتقال ہوا تو اگر جمعہ سے پہلے تجہیز وتکفین ہو سکے تو پہلے ہی کر لیں اس خیال سے روک رکھنا کہ جمعہ کے بعد مجمع زیادہ ہو گا مکروہ ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

(کرہ تأخیر صلاتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلاۃ الجمعۃ الا اذا خیف فوتہا بسبب دفنہ.[2] یعنی (جمعہ کے دن) نمازِ جنازہ اور اس کی تدفین میں اس لئے تاخیر کرنا کہ نمازِ جمعہ کے بعد مجمع زیادہ ہو گا مکروہ ہے۔ لیکن اگر تدفین سے نمازِ جمعہ فوت ہونے (وقت ختم ہو جانے) کا خوف ہو تو مکروہ نہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

اگر روزِ جمعہ پیش از جمعہ جنازہ تیار ہو گیا جماعت کثیرہ کے انتظار میں دیر نہ کریں پہلے ہی دفن کر دیں۔ اس مسئلہ کا بہت لحاظ رکھنا چاہیئے کہ آج کل عوام میں اس کے خلاف رائج ہے، جنہیں کچھ سمجھ ہے وہ تو اسی جماعتِ کثیر کے انتظار میں روکے رکھے ہیں، اور نرے جُہّال نے اپنے جی سے اور باتیں تراشی ہیں، کوئی کہتا ہے میّت بھی جمعہ کی نماز میں شریک

1... فتاوی رضویہ، 9/184۔

2... تنویر الابصار، کتاب الصلوۃ، مطلب فی دفن المیت، 3/173۔

ہو جائے، کوئی کہتا ہے نماز کے بعد دفن کریں گے تو میت کو ہمیشہ جمعہ ملتا رہے گا۔ یہ سب بے اصل و خلافِ مقصدِ شرع ہیں۔[1]

نمازِ مغرب میں جنازہ آ جائے تو

سوال: نمازِ مغرب کے وقت جنازہ آیا تو کون سی نماز پہلے پڑھیں؟

جواب: نمازِ مغرب کے وقت جنازہ آیا تو فرض اور سنتیں پڑھ کر نمازِ جنازہ پڑھیں یونہی کسی اور فرض نماز کے وقت جنازہ آئے اور جماعت تیار ہو تو فرض و سنت پڑھ کر نماز جنازہ پڑھیں بشرطیکہ نمازِ جنازہ کی تاخیر میں جسم خراب ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

نمازِ مغرب را تقدیم باید کما فی ردالمحتار بلکه سنن راتبه نیز به یفتی کما فی البحر وغیره اقول آرے اگر ضرورت داعیه بتقدیم جنازه است مثلاً شکمِ مُرده منتفخ شد واندیشه است که اگر دیر کنند منشق شود وهنوز در وقت سعتے ست که بتقدیم جنازه فوت نه شود آنگاه لا جرم تقدیم جنازه مے شاید بالاتفاق کما لا یخفی واللّٰه تعالی اعلم. یعنی پہلے نمازِ مغرب ادا کرنا چاہئے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے بلکہ مقررہ سُنتوں کو بھی ادا کرلینا چاہئے۔ اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ بحر وغیرہ میں ہے اقول ہاں اگر ضرورت پہلے ادائے جنازہ کی طالب ہے مثلاً مُردہ کا پیٹ پھولا ہوا ہے اور اندیشہ ہے کہ اگر دیر کریں تو پھٹ جائے گا، اور ابھی وقت میں اتنی وسعت ہے کہ جنازہ پہلے ادا کرنے سے مغرب فوت نہ ہو گی تو ایسے وقت میں ناچار، بالاتفاق نماز جنازہ کی ادائیگی پہلے ہو گی، جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔[2]

1... فتاوی رضویہ، 9/310۔
2... فتاوی رضویہ، 9/183۔

نمازِ عید کے وقت جنازہ آجائے تو

سوال: نمازِ عید کے وقت جنازہ آیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: پہلے عید کی نماز پڑھیں پھر جنازہ پھر خطبہ، اس لئے کہ نمازِ عید تمام کے لئے واجب ہے اور جنازہ کفایہ ہے کہ بعض کے پڑھنے سے بھی ادا ہو جائے گا۔ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:

(وتقدم) صلاتها (على صلاة الجنازة إذا اجتمعا) لأنه واجب عينا والجنازة كفاية.[1] یعنی جب نمازِ عید اور نمازِ جنازہ جمع ہو جائیں تو نمازِ عید کو مقدم کیا جائے گا کیونکہ نمازِ عید واجبِ عین ہے اور نماز جنازہ فرض کفایہ۔

بچہ زندہ پیدا ہوا اور مر گیا

سوال: مسلمان مرد یا عورت کا بچہ زندہ پیدا ہوا اور مر گیا تو اس کے غسل، کفن اور نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: مسلمان مرد یا عورت کا بچہ زندہ پیدا ہوا یعنی اکثر حصہ باہر ہونے کے وقت زندہ تھا پھر مر گیا تو اُس کو غسل و کفن دیں گے اور اس کی نماز پڑھیں گے۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا:

اِذَا اسْتَهَلَّ الصَّبِيُّ صُلِّيَ عَلَيْهِ وَوُرِثَ[2] یعنی جب بچہ پیدا ہوتے وقت رویا (زندگی کی کوئی علامت پائی گئی) تو اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی اور وہ وارث بھی بنے گا۔

تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:

---

1 . . . تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ العیدین، 3/52۔

2 . . . ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الصلاۃ علی الطفل، 2/222، حدیث: 1508۔

(ومن ولد فمات يغسل ويصلى عليه) ويرث ويورث ويسمى (إن استهل)[1] یعنی جو پیدا ہو کر فوت ہو گیا اگر علامتِ زندگی پائی گئی تو غسل دیا جائے گا اور اس پر نمازِ جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور وہ وارث بھی بنے گا اور اس کی میراث بھی تقسیم ہو گی اور نام بھی رکھا جائے گا۔

مردہ بچہ پیدا ہوا

سوال: جو بچہ مردہ پیدا ہوا اس کی تجہیز و تکفین کا کیا حکم ہے؟

جواب: اُسے نہلا کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں گے ایسے غسل و دفن کے لئے کوئی سنت طریقہ نہیں اور اس کی نماز نہیں پڑھی جائے گی۔ جب تک اکثر ولادت نہ ہوئی ہو اگر اکثر سے کم ولادت کے وقت تو زندہ تھا لیکن اکثر ولادت سے قبل فوت ہو گیا تو نماز نہیں پڑھیں گے۔ اکثر کی مقدار یہ ہے کہ سر کی جانب سے ہو تو سینہ تک اکثر ہے اور پاؤں کی جانب سے ہو تو کمر تک۔ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:

(والا) يستهل(غسل وسمى وأدرج فى خرقة ودفن ولم يصل عليه)[2] اگر کوئی علامت زندگی نہ پائی جائے تو نہلایا جائے گا غسل دیا جائے گا کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا اور اس پر نماز نہیں پڑھی جائے گی۔

مُردہ بچے کا نام رکھنا

سوال: کیا جو بچہ مُردہ پیدا ہوا اس کا نام رکھا جائے گا؟

جواب: صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی

1... تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/152۔

2... تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/153۔

اپنی کتاب بے مثال بہارِ شریعت میں فرماتے ہیں: بچہ زندہ پیدا ہوا یا مُردہ اُس کی خلقت تمام ہو یا ناتمام (نامکمل) بہرحال اس کا نام رکھا جائے اور قیامت کے دن اُس کا حشر ہوگا۔[1]

مردہ بچہ کو ہانڈی میں ڈال کر قبرستان سے باہر دفن کرنا

سوال: بعض لوگ مردہ پیدا ہونے والے بچے کو ہانڈی میں ڈال کر قبرستان سے علیحدہ دفن کرتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ یہ پکّا مسان (خبیث) ہے، اس سے ہندوؤں کی طرح بچتے ہیں، یہ کیونکر ہے؟

جواب: اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: "یہ شیطانی خیال ہے اسے مسلمانوں کے گورستان (قبرستان) ہی میں دفن کریں۔"[2]

غسل وکفن کے بعد اور جنازے سے پہلے سلام پڑھنا

سوال: غسل وکفن کے بعد اور جنازے سے پہلے سلام پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: تجہیز و تکفین کے بعد جب جنازہ رکھا ہوا ہو اور کسی ضرورت کے تحت ابھی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی گئی ہو تو ایسے وقت میں سلام یا فاتحہ وغیرہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ بلکہ کتبِ احادیث میں صراحتاً نمازِ جنازہ سے پہلے دعا اور ثنا کرنے کا ذکر ہے۔ صحیح بخاری میں روایت ہے:

عَنِ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ اَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ وُضِعَ عُمَرُ عَلَى سَرِيرِهِ فَتَكَنَّفَهُ النَّاسُ

1... بہارِ شریعت، 1/841، حصہ:4۔
2... فتاوی رضویہ، 9/390۔

يَدْعُونَ وَيُصَلُّونَ قَبْلَ اَنْ يُرْفَعَ وَاَنَا فِيهِمْ[1] ترجمہ: ابنِ ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو فرماتے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی چارپائی پر رکھا گیا تو لوگوں نے ان کو گھیر لیا اور وہ ان کو اٹھائے جانے سے پہلے ان کے لیے دعا کرنے لگے اور میں بھی ان ہی میں تھا۔

مسلم شریف میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

وُضِعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَى سَرِيرِهِ فَتَكَنَّفَهُ النَّاسُ يَدْعُونَ وَيُثْنُونَ وَيُصَلُّونَ عَلَيْهِ قَبْلَ أَنْ يُرْفَعَ وَأَنَا فِيهِمْ[2] ترجمہ: امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا جنازہ رکھا تھا، تو لوگوں نے انہیں گھیر لیا اور انہیں اٹھائے جانے سے پہلے اُن کے لئے دُعا و ثناء میں مشغول گئے، میں بھی اُن ہی دُعا کرنے والوں میں شامل تھا۔

1... بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب مناقب عمر بن الخطاب، 2/527، حدیث: 3685۔
2... مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل عمر رضی اللہ تعالی عنہ، حدیث: 6187، ص 1000۔

چھٹا باب

قبر و دفن کا بیان

قریبی رشتہ دار کی وجہ سے تاخیر سے دفن کرنا

سوال: میت کو کسی رشتہ دار کی وجہ سے تاخیر سے دفن کرنا کیسا ہے؟

جواب: کسی رشتہ دار کے آنے کے انتظار میں میت کی تدفین میں تاخیر کرنا، جیسا کہ بعض اوقات میت کا کوئی قریبی بیرونِ ملک ہوتا ہے، تو اسے چہرہ دکھانے کے لیے تاخیر کر دی جاتی ہے وغیرہ، تو یہ مکروہ اور ممنوع ہے۔ تفصیل اس مسئلہ کی یوں ہے کہ جب کسی شخص کے فوت ہو جانے کا یقین ہو جائے، تو شرعاً حکم ہے کہ اس کی تجہیز و تکفین اور تدفین میں جلدی کی جائے، بلا ضرورت تاخیر کرنا مکروہ اور ممنوع ہے، البتہ موت کا یقین ہونے، قبر کی تیاری کرنے اور غسل و کفن وغیرہ کے ضروری انتظامات میں جو دیر لگتی ہے، اس کی اجازت ہے، اس کے علاوہ مزید تاخیر کرنا منع ہے۔ اسی حکم تعجیل (جلدی دفن کرنے والے حکم) کے پیشِ نظر فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں: اگر جمعہ کے دن میت کی تجہیز و تکفین کے معاملات مکمل ہوں، تو نمازِ جنازہ کی ادائیگی کو جمعہ کی نماز کے بعد تک فقط اس وجہ سے مؤخر کرنا، تاکہ جنازہ میں زیادہ لوگ شامل ہو جائیں، تو یہ مکروہ ہے، بلکہ یہاں تک فرما دیا کہ اگر جنازہ تین مکروہ اوقات (طلوعِ آفتاب سے بیس منٹ بعد تک، استواءِ شمس سے سورج ڈھلنے تک، جسے عرفِ عام میں زوال کا وقت بھی کہتے ہیں اور غروبِ آفتاب سے پہلے کے 20منٹ) میں بھی جنازہ گاہ پہنچے، تو اسی وقت ادا کر دیا جائے، حالانکہ ان تین اوقات میں

کوئی بھی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ پس جب شریعت کو تدفین میں اتنی جلدی مطلوب ہے کہ جنازے میں زیادہ لوگ شامل ہونے کی وجہ سے جمعہ کے بعد تک تاخیر کو مکروہ قرار دیا اور مکروہ وقت میں جنازہ لایا گیا، تو اسی وقت اسے ادا کرنے کی اجازت دے دی، تو فقط کسی رشتہ دار کے انتظار کے سبب تدفین میں تاخیر کیسے روا ہو سکتی ہے؟

میت کی تدفین میں جلدی کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ حضرت حصین بن وحوح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

اَنَّ طَلْحَةَ بْنَ الْبَرَاءِ مَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ فَقَالَ اِنِّي لَا أَرَى طَلْحَةَ اِلَّا قَدْ حَدَثَ فِيهِ الْمَوْتُ فَآذِنُونِي بِهِ وَعَجِّلُوا فَاِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِجِيفَةِ مُسْلِمٍ اَنْ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ أَهْلِهِ [1] ترجمہ: حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے پھر ارشاد فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ طلحہ کی موت کا وقت قریب آ گیا ہے، موت کے بعد مجھے اس کی خبر دینا اور تجہیز و تکفین وغیرہ میں جلدی کرنا، کیونکہ کسی مسلمان کی میت کے لیے اپنے گھر والوں کے درمیان دیر تک رہنا مناسب نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ فَاِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ لَعَلَّهُ قَالَ تُقَدِّمُونَهَا عَلَيْهِ وَاِنْ تَكُنْ غَيْرَ ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ [2] ترجمہ: جنازہ کو دفن کرنے میں جلدی کرو کہ اگر وہ نیک ہے تو

1... ابو داود، کتاب الجنائز، باب التعجیل بالجنازۃ وکراھیۃ حبسھا، 3/268، حدیث: 3159۔
2... مسلم، کتاب الجنائز، باب الاسراع بالجنازۃ، حدیث: 944، ص366۔

تم اس کو اچھائی کی طرف لے کر جارہے ہو اور اگر وہ نیک نہیں ہے، تو تم اپنی گردنوں سے برائی کو جلد اتار پھینکو گے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

نماز جنازہ میں تعجیل (جلدی کرنا) شرعاً نہایت درجہ مطلوب۔ امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ و حاکم و ابن حبان وغیرہم امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی حضور پُرنور، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ثَلاث لَا تُؤَخِّرهُنَّ الصَّلَاۃُ إِذَا آنَتْ وَالجَنَازَۃُ إِذَا حَضَرَتْ، وَالأَيِّمُ إِذَا وَجَدَتْ لَهَا كُفُوا ترجمہ: تین چیزوں میں دیر نہ کرو، نماز جب اس کا وقت آجائے اور جنازہ جس وقت حاضر ہو، اور زنِ بے شوہر جب اس کا کفو ملے۔

طبرانی بہ سندِ حسن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوهُ وَأَسْرِعُوا بِهِ إِلَى قَبْرِهِ ترجمہ: جب تم میں سے کوئی مرے، تو اسے نہ روکو اور جلد دفن کو لے جاؤ۔

ولہٰذا علماء فرماتے ہیں: اگر روزِ جمعہ پیش از جمعہ جنازہ تیار ہو گیا، جماعتِ کثیرہ کے انتظار میں دیر نہ کریں، پہلے ہی دفن کر دیں، اس مسئلہ کا بہت لحاظ رکھنا چاہیے کہ آج کل عوام میں اس کے خلاف رائج ہے۔[1]

میت کو دفن کرنے کا حکم

سوال: میت کو دفن کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: میّت کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے اور یہ جائز نہیں کہ میّت کو زمین پر رکھ دیں

1... فتاوی رضویہ، 9/309-310، ملخصاً۔

اور چاروں طرف سے دیواریں قائم کرکے بند کردیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

دفن المیت فرض علی الکفایة والسنة ھو اللحد دون الشق.[1] میت کو دفن کرنا فرضِ کفایہ ہے۔ اور لحد بنانا سنت ہے شق یعنی صندوق کی طرح سنت نہیں۔

لحد کی تعریف

سوال: لحد کسے کہتے ہیں؟

جواب: فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

صفة اللحد أن یحفر القبر بتمامه ثم یحفر فی جانب القبلة منه حفیرة فیوضع فیه المیت یجعل ذلک کالبیت المسقف.[2] یعنی لحد کی تعریف یہ کہ قبر پوری کھود کر اس کے اندر قبلہ کی طرف گڑھا کھودا جائے اور اس میں میت کو رکھ دیا جائے۔ جیسا کہ گھر میں گیلری بناتے ہیں۔

اگر لحد بنانا ممکن نہ ہو

سوال: اگر لحد بنانا ممکن نہ ہو کہ زمین نرم ہو اور قبر کے گر جانے کا اندیشہ ہو تو کیا کریں؟

جواب: لحد اگرچہ افضل ہے لیکن اگر کوئی صندوق والی قبر بنائے تو بھی ممنوع نہیں اور اگر زمین نرم ہو کہ لحد نہ بن سکے تو ایسی صورت میں صندوق نما قبر شق بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

1... فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/182۔
2... فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/182۔

ان كانت الارض رخوة فلا بأس بالشق. [1]یعنی اگر زمین نرم ہو تو شق بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

صندوق نما شق قبر بنانے کا طریقہ

سوال: شق قبر کسے کہتے ہیں؟

جواب: شق کی معنی یہ ہے کہ اول ایک مستطیل زیادہ عریض وطویل کھودیں پھر اس کے وسط میں دوسرا مستطیل اُس سے چھوٹا اور لمبائی میں میّت کے قد سے کچھ زائد اور چوڑائی میں نصف قامت کے برابر اور گہرائی میں سینہ تک یا قدِّآدم کھودیں۔ اس دوسرے مستطیل میں میّت کو قبلہ رُو رکھیں اور اس کے اوپر مستطیل اول کے اندر تختوں وغیرہ سے بند کرکے مستطیل اول کی جگہ مٹی سے بھر دیں اور سطح زمین سے پاؤ گز بلند مٹی رکھیں۔ یہی طریقہ شق کا ہے اور یہی پاک وہند میں معمول ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

صفة الشق ان تحفر حفيرة كالنهروسط القبر ويبنى جانباه باللبن اوغيره ويوضع الميّت فيه ويسقف. [2]یعنی شق کی صورت یہ ہے کہ قبر کے بیچ میں نہر کی طرح مستطیل ایک گڑھا کھودا جائے جس کے دونوں کنارے کچی اینٹوں یا کسی اور چیز سے بنادیں اوراس میں میّت کو رکھ کر اُوپر سے چھت کی طرح بند کردیں۔

قبر کی لمبائی، چوڑائی اور گہرائی

سوال: قبر کی لمبائی، چوڑائی اور گہرائی کیا ہو؟

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 182۔
2... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 182۔

جواب: قبر کی لمبائی میّت کے قد کے برابر ہو اور چوڑائی آدھے قد کی اور گہرائی کم سے کم نصف قد کی اور بہتر یہ کہ گہرائی بھی قد برابر ہو اور متوسط درجہ یہ کہ سینہ تک ہو۔ اس سے مراد یہ کہ لحد یا صندوق اتنا ہو، یہ نہیں کہ جہاں سے کھودنا شروع کیا وہاں سے آخر تک یہ مقدار ہو۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وينبغي أن يكون مقدار عمق القبر إلى صدر رجل وسط القامة وكلما زاد فهو أفضل طول القبر على قدر طول الإنسان وعرضه قدر نصف قامته .[1] یعنی اور چاہیے کہ قبر کی گہرائی درمیانہ قد کے آدمی کے سینہ تک ہو جس قدر زیادہ ہو افضل ہے۔ قبر کی لمبائی انسان کے قد برابر اور چوڑائی نصف قد ہو۔

گھر میں دفن کرنا

سوال: جس جگہ انتقال ہوا اسی جگہ گھر میں دفن کرنا کیسا؟

جواب: جس جگہ انتقال ہوا اس جگہ یعنی گھر ہی میں دفن نہ کریں کہ انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کے لئے خاص ہے بلکہ میّت بالغ ہو یا نابالغ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں۔ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:

(ولا ينبغي أن يدفن) الميت (في الدار ولو) كان (صغيرا) لاختصاص هذه السنة بالأنبياء[2] یعنی میت کو گھر میں دفن نہیں کرنا چاہیے اگرچہ چھوٹا بچہ ہو۔ یہ انبیائے کرام علیہم السلام کے لئے خاص ہے۔

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 182۔

2... تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، 3/ 166۔

قبر میں چٹائی بچھانا

سوال: قبر میں چٹائی یا گدا بچھانا کیسا؟

جواب: قبر کے اندر چٹائی بچھانا ناجائز ہے کہ بلا ضرورت مال ضائع کرنا ہے۔ درمختار میں ہے:(ولا) یجوزان (یوضع فیه مضربة) .[1] یعنی قبر میں گدا رکھنا جائز نہیں۔

تابوت میں دفن کرنا

سوال: میت کو تابوت میں دفن کرنا کیسا؟

جواب: میّت کو کسی لکڑی وغیرہ کے صندوق میں رکھ کر دفن کریں یہ مکروہ ہے مگر جب ضرورت ہو مثلاً زمین بہت تر ہے یا نرم ہے تو حرج نہیں اور اس صورت میں تابوت کے مصارف اس میں سے لئے جائیں جو مال میّت نے چھوڑا ہے۔ اگر تابوت میں رکھ کر دفن کریں تو سنت یہ ہے کہ اس میں مٹی بچھا دیں اور دائیں بائیں خام اینٹیں لگا دیں اور اوپر مٹی کی لپائی کر دیں غرض یہ کہ اندر کا حصہ لحد کی طرح ہو جائے۔ لوہے کا تابوت مکروہ ہے اور قبر کی زمین نم ہو تو دھول بچھا دینا سنت ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تابوت میں دفن کرنا مکروہ و خلافِ سنت مگر اُس حالت میں کہ وہاں زمین بہت نرم ہو تو حفاظت کے لئے حرج نہیں۔[2]

عورت کی میت کو تابوت سمیت دفن کرنا

سوال: عورت کی میت کو تابوت میں رکھ کر دفن کرنا کیسا ہے؟

1 . . . تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، 3/164۔
2 . . . فتاوی رضویہ، 9/206۔

جواب:عورت کا معاملہ زندگی میں اور موت کے بعد بھی ستر یعنی پردے کا ہوتا ہے لہٰذا مسلمان عورت کی میت کو کسی ضرورت کے بغیر بھی تابوت یعنی لکڑی یا پتھر وغیرہ کے صندوق میں رکھ کر دفن کرسکتے ہیں بلکہ فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے عورت کی میت کو تابوت میں دفن کرنے کو مستحسن یعنی اچھا عمل قرار دیا ہے ، کیونکہ اس طرح اسے چھونے سے بھی بچا جائے گا اور اگر کبھی خدانخواستہ بارش کی کثرت یا کسی اور وجہ سے قبر کھل جائے اور میت ظاہر ہو جائے، تو عورت کا پردہ بھی باقی رہے گا۔ تابوت میں دفنانے کی صورت میں بہتر یہ ہے کہ اس کے اندر مٹی بچھا دیں اور اندر ہی سیدھی اور الٹی طرف کچی اینٹیں لگا دیں اور ڈھکن کو نیچے کی طرف سے مٹی سے لَیپ دیں، تاکہ اندر کا حصہ قبر جیسا ہو جائے نیز اگر عورت کی میت تابوت میں نہ ہو، تو اس کے جنازے کی چارپائی کو اور پھر قبر میں اتارتے ہوئے تختے لگانے تک قبر کو کسی چادر یا کپڑے وغیرہ سے ڈھکے رکھنا مستحب ہے، تاکہ عورت کی میت کا غیر مردوں سے پردہ برقرار رہے۔[1]

قبر میں پکی اینٹیں لگانا

سوال: قبر میں میت کے جسم سے قریب پکی اینٹیں لگانا کیسا؟

جواب: قبر کے اس حصہ میں کہ میّت کے جسم سے قریب ہے پکی اینٹ لگانا مکروہ ہے کہ اینٹ آگ سے پکتی ہے۔ اللہ پاک مسلمانوں کو آگ کے اثر سے بچائے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

1 . . . فتاوی اہلسنت، فتوی نمبر:Aqs-2527، تاریخ اجرا:27ربیع الاول 1445ھ /12اکتوبر 2023ء

ویکرہ الاٰجر فی اللحد اذا کان یلی المیت[1] لحد میں میت سے متصل پکی اینٹیں لگانا مکروہ ہے۔

قبر میں اتارنے والے کتنے اور کون کون ہوں

سوال: قبر میں اتارنے والے کتنے اور کون کون ہوں؟

جواب: قبر میں اتارنے والے دو تین ہوں جو مناسب ہوں کوئی تعداد اس میں خاص نہیں اور بہتر یہ ہے کہ قوی و نیک دامن ہوں کہ کوئی نامناسب بات دیکھیں تو لوگوں پر ظاہر نہ کریں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

یستحب ان یکونوا اقویاء امناء وصلحاء[2] یعنی مستحب ہے کہ طاقتور، امانت دار اور نیک لوگ قبر میں اتریں۔

میت کو قبر میں اتارنے کی سمت

سوال: میت کو قبر میں کس سمت سے اتاریں؟

جواب: مستحب یہی ہے کہ میّت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں لے جائیں۔ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:

یستحب ان (یدخل من قبل القبلة) بان یوضع من جهتها.[3] یعنی مستحب یہ ہے کہ میّت کو قبلہ کی طرف سے داخل کریں اس طرح کہ اسی سمت سے رکھیں۔

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 182۔
2... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 182۔
3... تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/ 166۔

عورت کا جنازہ کون اتارے؟

سوال: عورت کا جنازہ کون اتارے؟

جواب: عورت کا جنازہ اتارنے والے محارم ہوں یہ نہ ہوں تو دیگر رشتہ دار، یہ بھی نہ ہوں تو پرہیز گار اجنبی کے اتارنے میں مضائقہ نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وذو الرحم المحرم أولى بإدخال المرأة من غيرهم وكذا ذو الرحم غير المحرم أولى من الأجنبي فإن لم يكن فلا بأس للأجانب وضعها ولا يدخل أحد من النساء القبر.[1] یعنی عورت کو قبر میں اتارنے کے لئے ذی رحم رشتہ دار اجنبی سے بہتر ہے، اگر ذی رحم نہ ہوں تو غیر ذی رحم رشتہ دار اتاریں اور اگر وہ بھی نہ ہو تو اجنبی کے اتارنے میں بھی مضائقہ نہیں، اور عورت قبر میں نہیں اترے گی۔

میّت کو قبر میں رکھتے وقت کی دعا

سوال: میّت کو قبر میں رکھتے وقت کیا پڑھیں؟

جواب: میّت کو قبر میں رکھتے وقت یہ دُعا پڑھیں:

بِسۡمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ عَلٰی مِلَّۃِ رَسُوۡلِ اللّٰہِ۔[2]

میت کو قبر میں لٹانے کا طریقہ

سوال: میت کو قبر میں کیسے لٹائیں؟

جواب: فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 182۔

2... ترمذی، کتاب الجنائز، باب مایقول اذا ادخل المیت القبر، 3/ 326، حدیث:1048۔

ویوضع فی القبر علی جنبه الأیمن مستقبل القبلة.[1] یعنی میّت کو سیدھی کروٹ پر لٹائیں اور اس کا منہ قبلہ کو کریں۔

سیدھی طرف لٹانے سے مراد

سوال: کیا سیدھی طرف لٹانے کی پانچ صورتیں بنتی ہیں؟

(1) میّت کو صندوقی قبر میں اس طرح سے سیدھی کروٹ پر لٹائیں کہ تمام بدن کا بوجھ سیدھی کروٹ پر اور سیدھی کروٹ کا تمام بوجھ سیدھے بازو پر گرے اور میّت کی پیشانی، ناک، گھٹنا صندوق کی داہنی طرف کی دیوار سے لگا کر پشت کی طرف پتھر اور ڈھیلے رکھ دیئے جائیں۔

(2) میّت کے بائیں پہلو کو اٹھا کر اس کے نیچے ڈھیلے دے کر میّت کو بائیں پہلو کے بل رکھیں۔

(3) میّت کو چِت لٹایا جائے اور فقط منہ ہی قبلہ کی طرف پھیر دیا جائے۔

(4) قبر کھودتے وقت قبر کی سیدھی طرف تھوڑا نیچا اور الٹی طرف تھوڑا اونچا کر کے کھودی جائے۔ لاش رکھنے کے بعد سیدھے پہلو پر ہو کر قبلہ رُخ ہو جاتی ہے۔

(5) میّت کا پاؤں قبلہ کی طرف اور منہ مشرق کی طرف کیا جائے جیسا کہ حالتِ نزع میں ہے۔

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

پانچویں صورت محض نا جائز ہے کہ سنتِ متواترۂ مسلمین کے محض خلاف ہے۔

اور افضل طریقہ یہ ہے کہ میّت کو دہنی کروٹ پر لٹائیں۔ اس کے پیچھے نرم مٹی یا ریتے کا

1 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 182۔

تکیہ سا بنادیں اور ہاتھ کروٹ سے الگ رکھیں، بدن کا بوجھ ہاتھ پر نہ ہو، اس سے میّت کو ایذا ہوگی۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:ان المیّت یتاذی ممایتاذی به الحی یعنی بے شک مُردے کو بھی اس سے تکلیف ہوتی ہے جس سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے۔اور اینٹ پتھر کا تکیہ نہ چاہیئے کہ بدن میں چبھیں گے اور ایذا ہوگی اور ناک وغیرہ اعضاء دیوارِ قبر سے ملادینے کی اجازت نہیں،نہ اس کی کوئی وجہ۔

اور جہاں اس میں دِقّت (مشکل) ہوتو چِت لٹا کر منہ قبلہ کو کردیں، اب اکثر یہی معمول ہے۔

اور اگر معاذاللہ منہ غیر قبلہ کی طرف رہا اور ایسا سخت ہوگیا کہ پھر نہیں سکتا تو چھوڑدیں اورزیادہ تکلیف نہ دیں۔

چوتھی صورت بھی بالکل خلافِ سنت ہے اور اس میں بھی میّت کے لیے اذیت ہے کہ بیٹھنے میں دقت ہوگی۔ ملائکہ کہ سوال کے لئے آتے ہیں ، میّت کو بٹھاتے ہیں، ایسی ڈھلوان جگہ پر بیٹھنا بہت دشوار ہوگا۔

اور دوسری صورت بھی ناقص ہے،

بہتر پہلی صورت ہے، مگر ان اصلاحوں کے بعد جو ہم نے لکھیں(اینٹ پتھر کا تکیہ نہ چاہیئے کہ بدن میں چبھیں گے اور ایذا ہوگی اورناک وغیرہ اعضاء دیوار قبر سے ملادینے کی اجازت نہیں)۔

دُرمختار میں ہے:

ویوجه الیها وجوباً وینبغی کونه علی شقه الایمن واللہ تعالیٰ اعلم یعنی واجب ہے کہ اسے قبلہ رو کیا جائے اور اسے دہنی کروٹ پر ہونا چاہیئے۔[1]

1...فتاوی رضویہ،9/371۔

میت کا منہ قبلہ کی سمت کرنا بھول گئے

سوال: اگر میت کا منہ قبلہ کی طرف کرنا بھول گئے تو اب کیا کریں؟

جواب: اگر قبلہ کی طرف منہ کرنا بھول گئے تختہ لگانے کے بعد یاد آیا تو تختہ ہٹا کر قبلہ رو کر دیں اور مٹی دینے کے بعد یاد آیا تو نہیں یونہی اگر بائیں کروٹ پر رکھا یا جدھر سرہانا ہونا چاہیے ادھر پاؤں کر دیئے تو اگر مٹی دینے سے پہلے یاد آیا ٹھیک کر دیں ورنہ نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ولو وضع الميت لغير القبلة او على شقه الايسر او جعل رأسه موضع رجليه واهيل عليه التراب لم ينبش ولو سوي عليه اللبن ولم يهل عليه التراب نزع اللبن وروعي السنة.[1] یعنی اگر میّت کو قبلہ کی طرف نہیں لٹایا، یا بائیں طرف لٹادیا، یا سر پاؤں کی طرف رکھ دیا اور مٹی ڈال چکے تو اب قبر کو نہ کھودیں اور اگر ابھی صرف اینٹیں ہی بچھائی تھیں مٹی نہیں ڈالی تو اینٹیں ہٹا کر سنت کے مطابق کر دیں۔

کفن کی بندش

سوال: میت کو قبر میں اتارنے کے بعد کفن کی بندش کھولنی چاہیے یا نہیں؟

جواب: قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی بندش کھول دیں کہ اب ضرورت نہیں اور نہ کھولی تو بھی حرج نہیں۔ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے: (تحل العقدة) للاستغناء عنها.[2] یعنی کفن کی گرہ کھول دی جائے کہ اب ضرورت نہیں۔

1... فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 183۔
2... تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/ 167۔

قبر کو بند کرنا

سوال: میت کو قبر میں رکھنے کے بعد قبر کو کیسے بند کریں؟

جواب: قبر میں رکھنے کے بعد لحد کو کچی اینٹوں سے بند کریں اور زمین نرم ہو تو تختے لگانا بھی جائز ہے تختوں کے درمیان جھری رہ گئی تو اُسے ڈھیلے وغیرہ سے بند کر دیں صندوق کا بھی یہی حکم ہے۔ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:

(ویسوی اللبن والقصب لا الآجر) المطبوخ والخشب لو حوله أما فوقه فلا یکره ابن ملك (وجاز) ذلک حوله (بأرض رخوة) کالتابوت[1] یعنی اس پر کچی اینٹیں اور بانس چُن دے ، پکی اینٹیں اور لکڑی کا تختہ نہ لگائے، اوپر ہو تو مکروہ نہیں، ابن الملک۔ اور نرم زمین ہو تو مٹی بھی جائز ہے جیسے تابوت۔

عورت کی میت کا پردہ

سوال: عورت کی میت کو دفناتے وقت پردے سے چھپانا چاہئے یا نہیں؟

جواب:: عورت کا جنازہ ہو تو قبر میں اتارنے سے تختہ لگانے تک قبر کو کپڑے وغیرہ سے چھپائے رکھیں، مرد کی قبر کو دفن کرتے وقت نہ چھپائیں البتہ بارش وغیرہ کوئی عذر ہو تو چھپانا جائز ہے عورت کا جنازہ بھی ڈھکا رہے۔ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:

(ویسجی) ای یغطی (قبرھا) ولو خنثی (لا قبرہ) الا لعذر کمطر[2] یعنی جب عورت کو قبر میں اتاریں اس کی قبر کو ڈھانپ دیں اگرچہ خنثیٰ ہو اور مرد کی قبر کو

1 . . . تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/167۔
2 . . . تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/168۔

نہیں ڈھانپا جائے گا مگر بارش وغیرہ کا عذر ہو تو ڈھانپ سکتے ہیں۔

مٹی دینے کا طریقہ

سوال: مٹی دینے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: تختے لگانے کے بعد مٹی دی جائے مستحب یہ ہے کہ سرہانے کی طرف دونوں ہاتھوں سے تین بار مٹی ڈالیں۔

پہلی بار کہیں: مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا۔

دوسری بار: وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ اور اسی میں تمہیں پھر لوٹائیں گے۔

تیسری بار: وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

یا

پہلی بار: اَللّٰهُمَّ جَافِ الْاَرْضَ عَنْ جَنْبَيْهِ اے اللہ! زمین کو اس کے دونوں پہلوؤں سے کشادہ فرما۔

دوسری بار: اَللّٰهُمَّ افْتَحْ أَبْوَابَ السَّمَاءِ لِرُوحِهِ اے اللہ! اس کی روح کے لئے آسمان کے دروازے کھول دے۔

تیسری بار: اَللّٰهُمَّ زَوِّجْهُ الْحُوْرَ الْعِيْنِ اے اللہ! حورِ عین کو اس کی زوجہ کر دے۔

میّت عورت ہو تو تیسری بار یہ کہیں:

اَللّٰهُمَّ أَدْخِلْهَا الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِكَ اے اللہ! اپنی رحمت سے تو اس کو جنت میں داخل کر دے۔

باقی مٹی ہاتھ یا کُھرپی یا پھاوڑے وغیرہ جس چیز سے ممکن ہو قبر پر ڈالیں اور جتنی مٹی قبر سے نکلی اُس سے زیادہ ڈالنا مکروہ ہے۔[1]

1... الجوہرۃ النیّرہ، کتاب الصلاۃ، باب مطلب فی حمل الجنازۃ ودفنھا، 1/141۔

قبر سے جو مٹی نکلی

سوال: قبر سے جو مٹی نکلی کیا وہ سب ڈال دینی چاہیے؟

جواب: صرف ایک بالشت بھر (یعنی اتنی مٹی ڈالیں کے قبر زمین سے صرف ایک بالشت اونچی ہو)۔[1]

قبر کی اوپر سے بناوٹ

سوال: قبر کی اوپر سے بناوٹ کیسی ہو؟ چوکور، ہموار یا ڈھلوان والی؟

جواب: قبر نہ ہموار بنائیں، نہ چوکور بلکہ اس میں ڈھلوان رکھیں جیسے اونٹ کا کوہان۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ویسنم القبر قدر الشبر ولا یربع ولا یجصص. قبر اونٹ کی کوہان کی طرح بالشت اونچی بنائی جائے نہ چوکور کی جائے اور نہ پلاستر کی جائے۔[2]

بعدِ دفن قبر پر پانی چھڑکنا

سوال: تدفین کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا کیسا؟

جواب: صرف تدفین کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا مسنون ہے، اس کے علاوہ نہیں بلکہ بلا ضرورت ممنوع ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ رُشَّ عَلٰی قَبْرِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم الْمَاءُ رَشًّا قَالَ وَکَانَ الَّذِی رَشَّ الْمَاءَ عَلٰی قَبْرِہٖ بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ بِقِرْبَةٍ بَدَاَ مِنْ قِبَلِ رَاْسِہٖ مِنْ شِقِّہِ الْاَیْمَنِ حَتّٰی انْتَھٰی اِلٰی

---

1 ... فتاوی رضویہ، 9/372۔
2 ... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/182۔

Go To Index

رِجْلَيْهِ . [1]یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی قبر انور پر پانی چھڑکا گیا اور جس نے قبر پر پانی چھڑکا وہ بلال بن رباح ہیں، مشک سے پانی چھڑکا سرہانے کی طرف سے شروع کیا اور پاؤں کی طرف ختم کیا۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سَلَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدًا وَرَشَّ عَلٰى قَبْرِهٖ مَاءً [2]یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے (ضرورتاً یا بیان جواز کے لئے) حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو سرہانے کی طرف سے قبر میں اتارا اور ان کی قبر پر پانی چھڑکا۔

علامہ بغوی شرح السنۃ میں امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے وہ اپنے والدِ ماجد امام باقر رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلاً روایت کرتے ہیں:

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَشَّ عَلٰى قَبْرِ ابْنِهٖ اِبْرَاهِيمَ وَوَضَعَ عَلَيْهِ حَصْبَاءَ [3]یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اپنے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر پر پانی چھڑکا اور قبر پر سنگریزے رکھے۔

مسند بزار میں ہے:

اَنَّ النَّبِیَّ صلى الله عليه وسلم قَامَ عَلٰى قَبْرِ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ بَعْدَمَا دُفِنَ وَاَمَرَ بِرَشِّ الْمَاءِ . [4]یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم بعدِ دفن حضرت عثمان بن مظعون کی قبر پر کچھ دیر کھڑے ہوئے اور پانی چھڑکنے کا حکم فرمایا۔

1... سنن الکبری للبیہقی، کتاب الجنائز، باب رش الماء علی قبر۔۔۔ الخ، 3/577، حدیث: 6743۔
2... ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی ادخال المیت، 2/242، حدیث: 1551۔
3... سنن الکبری للبیہقی، کتاب الجنائز، باب رش الماء علی قبر۔۔۔ الخ، 3/576، حدیث: 6740۔
4... مسند بزار، 9/273، حدیث: 3822۔

شیخِ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃُ اللّٰہِ علیہ لمعات حاشیہ مشکوٰۃ میں حدیثِ جابر رضی اللّٰہ عنہ کے تحت فرماتے ہیں:

وذلک لمصلحة راٰها الاصحاب والعلة فی رش قبر غیرہصلی اللّٰه علیه وسلم) التفاؤل باستنزال الرحمة وغسل الخطایا وتطهیر الذنوب وعلل أیضاً بان یمسک تراب القبر عن الانتشار ویمنعه عن الدروس.[1] یعنی صحابہ کرام رضی اللّٰہ عنہم نے جو رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی قبر انور پر پانی چھڑکا وہ کسی مصلحت کی وجہ سے ہوگا جو انہوں نے سمجھا۔ رہا حضور صلی اللّٰہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے علاوہ دوسروں کی قبر پر پانی چھڑکنے کی علت تو نزولِ رحمت اور خطا دھلنے، گناہوں سے پاک صاف ہونے کی نیک فال ہے اور قبر کی مٹی منتشر ہونے سے بچانا قبر کو مٹنے سے محفوظ رکھنا بھی اس کی علت بیان کی گئی ہے۔

فتاویٰ شامی میں ہے:

(ولا باس برش الماء علیه) بل ینبغی ان یندب لانه صلی اللّٰه علیه وسلم فعله بقبر سعد کما رواہ ابن ماجه وبقبر ولدہ ابراهیم کما رواہ ابوداود فی مراسیله وامر به فی قبر عثمان بن مظعون کما رواہ البزار.[2] یعنی قبر پر پانی چھڑکنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ مستحب ہے اس لئے کہ حضور صلی اللّٰہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حضرت سعد رضی اللّٰہ عنہ کی قبر پر پانی چھڑکا، جیسا کہ ابن ماجہ نے اس کو روایت کیا اور اپنے

1 . . . لمعات التنقیح، کتاب الجنائز، باب دفن المیت، 4/171، تحت الحدیث:1709۔

2 . . . درمختار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی دفن میت، 3/169۔

صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر پر، جیسا کہ مراسیل ابوداود میں ہے اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر پر پانی چھڑکنے کا حکم فرمایا، جیسا کہ البزار کی روایت میں ہے۔

بحری جہاز پر انتقال ہو گیا اور کنارہ قریب نہیں

سوال: بحری جہاز پر انتقال ہو گیا اور کنارہ قریب نہ ہو تو کیا کریں؟

جواب: غسل و کفن دے کر نماز پڑھ کر سمندر میں ڈال دیں۔ مات فی سفینۃ غسل وکفن وصلی علیه والقی فی البحر ان لم یکن قریبا من البر.[1] یعنی کوئی شخص کشتی میں فوت ہو گیا تو اسے غسل دیا جائے اور کفنایا جائے اور نماز جنازہ ادا کی جائے اور اگر خشکی قریب نہ ہو تو سمندر میں ڈال دیا جائے۔

میت کس قبرستان میں دفن کریں

سوال: میت کو کس قبرستان میں دفن کرنا چاہئے؟

جواب: اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

نیک لوگوں کے قریب دفن کرنا چاہئے کہ ان کے قرب کی برکت اسے شامل ہوتی ہے۔ اگر معاذ اللہ مستحقِ عذاب بھی ہو جاتا ہے تو وہ شفاعت کرتے ہیں، وہ رحمت کہ ان پر نازل ہوتی ہے اسے بھی گھیر لیتی ہے، حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اُدْفِنُوْا مَوْتَاکُمْ وَسْطَ قَوْمٍ صَالِحِیْنَ. (یعنی) تم اپنے مردوں کو نیک اچھے لوگوں کے درمیان دفن کرو۔

---

1 . . . تنویر الابصار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/166۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

هُمُ الْقَوْمُ لَا یَشْقٰی بِهِمْ جَلِیْسُهُمْ. (یعنی) ان لوگوں کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہتا۔

اور اگر صالحین کا قرب میسر نہ ہو تو اس کے عزیزوں قریبوں کے قریب دفن کریں کہ جس طرح دنیا کی زندگی میں آدمی اپنے اعزّا کے قرب سے خوش ہوتا ہے اور ان کی جدائی سے ملول، اسی طرح بعد موت بھی۔[1]

بعدِ دفن قبر پر سورۂ بقرہ کی بعض آیات پڑھنا

سوال: دفن کے بعد قبر پر سورۂ بقرہ کا اول و آخر پڑھنا سرہانے الم سے مُفْلِحُوْنَ تک اور پائنتی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے ختم سورت تک پڑھنا کیسا؟

جواب: مستحب ہے۔ ابو بکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی الیمنی الزَّبِیدِیّ رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفی:800ھ) الجوھرۃ النیّرۃ میں فرماتے ہیں:

یستحب أن یقرأ علی القبر بعد الدفن أول سورة البقرة وخاتمتها.[2]

یعنی مستحب ہے کہ دفنِ میت کے بعد قبر پر سورۂ بقرہ کے شروع اور آخر سے تلاوت کریں۔

دفن کے بعد مُردہ کو تلقین کرنا

سوال: دفن کے بعد مُردے کو تلقین کرنا کیسا؟

1... فتاوی رضویہ، 9/385۔

2... الجوہرۃ النیّرہ، کتاب الصلاۃ، باب مطلب فی حمل الجنازۃ ودفنھا، ص 141۔

جواب: دفن کے بعد مُردے کو تلقین کرنا اہل سنت کے نزدیک مشروع ہے۔ الامام ابو بکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی الیمنی الزَّبِیدِیّ رحمۃُ اللہِ علیہ الجوہرۃ النیّرۃ میں فرماتے ہیں:

واما تلقين الميت فى القبر فمشروع عند اهل السنة لان الله تعالى يحييه فى القبر.[1] یعنی اہلسنت کے نزدیک میت کو تلقین کرنا مشروع ہے۔ کیونکہ اللہ پاک میت کو قبر میں زندہ فرمادیتا ہے۔

مراقی الفلاح میں ہے:

تلقينه بعدما وضع فى القبر مشروع[2] یعنی میت کو قبر میں رکھنے کے بعد تلقین کرنا مشروع ہے۔

خاتم المحققین امام ابن عابدین، محمد امین بن عمر رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفی:1252ھ) فتاویٰ شامی میں فرماتے ہیں:

إنما لا ينهى عن التلقين بعد الدفن لأنه لا ضرر فيه بل فيه نفع فإن الميت يستانس بالذكر على ما ورد فى الآثار[3] یعنی بعدِ دفن تلقین سے منع نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس میں کوئی ضرر نہیں بلکہ فائدہ ہے۔ بے شک ذکر سے میت کا دل بہلتا ہے۔

دفن کے بعد والی تلقین کا انکار اہلسنت کے مقابلہ میں فرقہ معتزلہ نے کیا۔ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی المعروف بابن الھمام (المتوفی:861ھ) فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

1...الجوہرۃ النیرہ، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، 130۔

2...مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، باب احکام الجنائز، ص:260۔

3...رد المحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی التلقین بعد الموت، 3/95۔

نسب إلى أهل السنة والجماعة وخلافه إلى المعتزلة.[1] اس تلقین کا مطلوب ہونا اہلسنت وجماعت کی طرف منسوب ہے اور اس کا انکار معتزلہ کی طرف۔

تلقین بعدِ دفن کا طریقہ

حدیث میں ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

إِذَا مَاتَ أَحَدٌ مِنْ إِخْوَانِكُمْ فَسَوَّيْتُمِ التُّرَابَ عَلَى قَبْرِهِ فَلْيَقُمْ أَحَدُكُمْ عَلَى رَأْسِ قَبْرِهِ ثُمَّ لِيَقُلْ يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانَةَ فَإِنَّهُ يَسْمَعُهُ وَلَا يُجِيبُ ثُمَّ يَقُولُ يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانَةَ فَإِنَّهُ يَسْتَوِي قَاعِدًا ثُمَّ يَقُولُ يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانَةَ فَإِنَّهُ يَقُولُ أَرْشِدْنَا رَحِمَكَ اللهُ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ فَلْيَقُلْ اذْكُرْ مَا خَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا شَهَادَةَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَنَّكَ رَضِيتَ بِاللهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا وَبِالْقُرْآنِ إِمَامًا فَإِنَّ مُنْكَرًا وَنَكِيرًا يَأْخُذُ وَاحِدٌ مِنْهُمَا بِيَدِ صَاحِبِهِ وَيَقُولُ انْطَلِقْ بِنَا مَا نَقْعُدُ عِنْدَ مَنْ قَدْ لُقِّنَ حُجَّتَهُ فَيَكُونُ اللهُ حَجِيجَهُ دُونَهُمَا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ فَإِنْ لَمْ يَعْرِفْ أُمَّهُ قَالَ فَيَنْسُبُهُ إِلَى حَوَّاءَ[2] یعنی جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے اور اُس کو مٹی دے چکو تو تم میں ایک شخص قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے يَا فُلَانَ ابْنَ / بِنْتِ فُلَانَةٍ وہ سُنے گا اور جواب نہ دے گا پھر کہے یا فلان بن فلانۃ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا پھر کہے فلان بن فلانۃ وہ کہے گا ہماری رہنمائی کر اللہ تجھ پر رحم فرمائے گا مگر تمہیں اس کے کہنے کی خبر نہیں ہوتی پھر کہو!

اذْكُرْ مَا خَرَجْتَ / خَرَجْتِ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا شَهَادَةَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ، وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللهُ تعالى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿وَاَنَّكَ رَضِيْتَ﴾وَاَنَّكِ رَضِيْتِ بِاللهِ رَبًّا

1... فتح القدیر، باب الجنائز، 2/68۔
2... جامع الاحادیث، 1/376۔

وَبِالۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللہ تعالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا وَّبِالۡقُرۡاٰنِ اِمَامًا. یعنی تو اُسے یاد کر جس پر تُو دنیا سے نکلا / نکلی یعنی یہ گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ تُو اللہ کے رب اور اسلام کے دین اور محمد صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے نبی اور قرآن کے امام ہونے پر راضی تھا۔

اعلیٰ حضرت نے اس پر اتنا اور اضافہ کیا:

وَاعۡلَمۡ / واعلمی وَ اَنَّ ھٰذَیۡنِ الَّذَیۡنِ اَتَیَاكَ / اَتَیَاكِ اَوۡیَاۡتِیَانِكَ / یَاۡتِیَانِكِ ھُوَعَبۡدَانِ للہ لَایَضُرَّانِ وَلَایَنۡفَعَانِ اِلَّا بِاِذۡنِ اللہ فَلَاتَخَفۡ / تَخَافِیۡ وَلَاتَحۡزَنۡ / تَحۡزَنِیۡ وَاشۡھَدۡ / وَاشۡھَدِیۡ اَنَّ رَبَّكَ اللہُ وَدِیۡنَكَ / دِیۡنَكِ الۡاِسۡلَامُ وَنَبِیَّكَ / نَبِیَّكِ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ ثَبَّتَنَا اللہُ وَاِیَّاكَ بِالۡقَوۡلِ الثَّابِتِ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَفِی الۡاٰخِرَۃِ اِنَّہٗ ھُوَالۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ (اور جان لے کہ یہ دو جو تیرے پائے پاس آئے یا آئیں گے تو یہی دو بندے ہیں اللہ کے، نہ نفع دیں نہ نقصان پہنچائیں مگر خدا کے حکم سے۔ تو نہ ڈر اور نہ غم کر اور گواہی دے کہ تیرا رب اللہ ہے اور تیرا دین اسلام اور تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ثابت رکھے ہمیں اللہ، اور تجھ کو ٹھیک بات پر، دُنیا کی زندگی اور آخرت میں۔ بیشک وہی ہے بخشنے والا مہربان۔)[1]

بعدِ دفن قبر پر دعا کرنا

سوال: دفنانے کے بعد قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرنا کیسا؟

جواب: مستحب و مستحسن بلکہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے ثابت ہے۔ دعاء ایسی خصوصی عبادت ہے جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے عبادت کا مغز فرمایا، اس کا جائز ہونا زمان و مکان اور تعداد کی قید و بند سے آزاد ہے۔ قرآن و حدیث، اجماع و قیاس

1... فتاوی رضویہ، 9/222۔

کسی سے بھی دفنانے کے بعد دعا کرنے کی ممانعت ہر گز ہر گز ثابت نہیں۔ بلکہ مذکورہ صورت میں دعا کے متعلق تائیدِ صریح شرعی دلیلوں سے ثابت ہے۔ امام جلال الدین عبد الرحمن السیوطی رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفی:911ھ) شرح الصدور میں فرماتے ہیں:

وقد نقل غير واحد الإجماع على أن الدعاء ينفع الميت ودليله من القرآن قوله تعالى: وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ[1] یعنی متعدد فقہا و محدثین نے اس پر اجماع نقل فرمایا کہ بے شک دعا میت کو نفع دیتی ہے۔ اس کی دلیل قرآنِ پاک سے اللہ کریم کا یہ فرمان ہے۔ اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃُ اللہِ علیہ شرحِ فقہِ اکبر میں فرماتے ہیں:

ان دعاء الاحياء للاموات نفع لهم وقد توارث السلف واجمع عليه الخلف اتفق أهل السنة أن الأموات ينتفعون من سعى الأحياء.[2] یعنی بے شک زندوں کی دعائیں مُردوں کے لئے نفع بخش ہیں، اگلے پچھلے بزرگوں سب کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے۔ (استدلال کثیرہ کے بعد فرمایا) اہلسنت وجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ مردے زندوں کی کوشش (یعنی دعاء واستغفار) سے نفع اٹھاتے ہیں۔

امام ابو داود سلیمان بن الاشعث الازدی السِّجِستانی رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفی:275ھ) سنن ابوداود میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

1...شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، باب ما ینفع المیت فی القبر، ص:305۔
2...شرح فقہ اکبر، ص:118، ملتقطاً۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ اِسْتَغْفِرُوا لِاَخِيكُمْ وَسَلُوالَهُ بِالتَّثْبِيتِ فَاِنَّهُ الْاٰنَ يُسْاَلُ.[1] یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم جب دفنِ میت سے فارغ ہوتے تو اس پر کچھ دیر ٹھہرتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔ اور اس کے ثابت قدم رہنے کے لئے خدا سے سوال کرو! اس لئے کہ اس سے ابھی سوال ہو گا۔

امام مسلم بن الحَجّاج القشیری النیسابوری رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفی:261ھ) صحیح مسلم میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص نے اپنے فرزند سے فرمایا:

فَاِذَا دَفَنْتُمُوْنِيْ فَشُنُّوا عَلَيَّ التُّرَابَ شَنًّا ثُمَّ اَقِيمُوْا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُوْرٌ وَيُقْسَمُ لَحْمُهَا حَتّٰى اَسْتَاْنِسَ بِكُمْ وَاَنْظُرَ مَاذَا اُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّي.[2] یعنی جب تم مجھے دفن کرو تو مجھ پر مٹی ڈالنا پھر میری قبر پر اتنی دیر کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ نحر کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے تا کہ تم سے مجھے اُنس ہو اور میں دیکھوں کہ میں اپنے ربّ کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی الحنفی الحصکفی رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفی1088ھ) در مختار میں فرماتے ہیں ہے:

جلوس ساعة بعد دفنه لدعاء وقراءة بقدر ما ينحر الجزور ويفرق لحمه.[3] میت کو دفنانے کے بعد دعا اور قراءت کے لئے اتنی دیر ٹھہرنا کہ اونٹ نحر

1... ابو داود، کتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للمیت، 3/289، حدیث:3221۔
2... مسلم، کتاب الایمان، باب کون الاسلام یھدم ما قبلہ۔۔۔ الخ، حدیث:321، ص70۔
3... در مختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/169۔

کرکے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جائے یہ مستحب ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

يستحب إذا دفن الميت أن يجلسوا ساعة عند القبر بعد الفراغ بقدر ما ينحر جزور ويقسم لحمها يتلون القرآن ويدعون للميت.[1] یعنی مستحب ہے کہ دفنانے کے بعد قبر پر اتنی دیر بیٹھیں کہ جتنی دیر میں اونٹ نحر کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جائے اور اس دوران قرآن پڑھتے رہیں اور میت کے لئے دعا کرتے رہیں۔

آیات مبارکہ، احادیث طیبہ اور اقوالِ ائمہ وعلما سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ دفن کے بعد میت کے لئے دعا کرنا نافع و مفید اور سنت رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور اہل ایمان کا دستورِ مسلّم ہے۔

دفن کے بعد قبر پر ذکر و نعت

سوال: بعد دفن قبر پر ٹھہرنا اور ذکر و نعت کرنا کیسا؟

جواب: دفن کے بعد قبر پر ٹھہرنا اور ذکر و نعت میں مشغول رہنا مستحب ہے، اس سے میت کو انس پہنچتا ہے فرشتوں کے سوالات میں آسانی ہوتی ہے، گھبراہٹ کم ہوتی ہے اور بہت فائدے پہنچتے ہیں۔ امام مسلم بن الحجّاج القشیری النیسابوری (المتوفی:261ھ) صحیح مسلم میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند سے فرمایا:

فَاِذَا دَفَنْتُمُونِی فَشُنُّوا عَلَیَّ التُّرَابَ شَنًّا ثُمَّ اَقِیمُوا حَوْلَ قَبْرِی قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُوْرٌ وَیُقْسَمُ لَحْمُهَا حَتّٰی اَسْتَاْنِسَ بِکُمْ وَاَنْظُرَ مَاذَا اُرَاجِعُ بِهٖ رُسُلَ رَبِّی.[2] یعنی جب تم مجھے دفن کرو تو

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 182۔

2... مسلم، کتاب الایمان، باب کون الاسلام یھدم ما قبلہ۔۔۔الخ، حدیث: 192، ص70۔

مجھ پر مٹی ڈالنا پھر میری قبر کے ارد گرد اتنی دیر تک کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ نحر کرکے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے تاکہ تم سے مجھے انس ہو اور جان لوں کہ میں ربّ کے فرشتوں کو کیا جواب دوں گا۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃُ اللہِ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی وصیت کا منشا یہ ہے کہ بعدِ دفن قبر کا گھیر اڈال کر ذکراللہ کرنا تاکہ تمہاری موجودگی سے مجھے انس حاصل ہو اور تمہارے ذکر سے نکیرین کو جوابات دینے میں آسانی ہو۔[1]

علامہ علاء الدین محمد بن علی الحنفی الحصکفی رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفی 1088ھ) درمختار میں فرماتے ہیں ہے:

ویستحب جلوس ساعة بعد دفنه لدعاء وقراءة بقدر ما ینحر الجزور ویفرق لحمه[2] یعنی میت کو دفنانے کے بعد قبر پر اونٹ نحر کرنے اور اس کا گوشت تقسیم کرنے کی مقدار دعا اور قراءت کے لئے ٹھہرنا مستحب ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

یستحب اذا دفن المیت ان یجلسوا ساعة عند القبر بعد الفراغ بقدر ما ینحر جزور ویقسم لحمها یتلون القرآن ویدعون للمیت[3] یعنی میت کو دفنانے کے بعد قبر پر اتنی دیر تلاوت اور دعا کے لئے بیٹھنا جتنی دیر میں اونٹ کو نحر کرکے

1... مرآۃ المناجیح، 2/485۔
2... درمختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/169۔
3... فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/182۔

اس کا گوشت تقسیم کر دیا جائے مستحب ہے۔

بدر الفقہاء حضرت علامہ مفتی محمد اجمل قادری رحمۃُ اللہِ علیہ فتاویٰ اجملیہ میں فرماتے ہیں:اس وقفہ میں عوام سے تلاوتِ بعض سُوَرِ قرآن و اذکار کا پڑھوانا اور لوگوں کی واپسی کے بعد خواص کا تلاوت واذکار میں مشغول رہنا اور اذان و تلقین کرنا بلاشبہ مستحب ہے اور ان امور سے میت کو انس (اپنائیت) اور کثیر منافع حاصل ہوتے ہیں۔[1]

بعدِ دفن قبر پر اذان

سوال: تدفین کے بعد قبر پر جو اذان کہی جاتی ہے اس کی شرعا کیا حیثیت ہے؟

جواب: بعدِ دفن قبر پر اذان دینا جائز بلکہ باعثِ نزول رحمت وبرکت ہے۔اس میں عموماً جو اشکال ہوتا ہے وہ یہ کہ اذان تو صرف پنج وقتہ نماز کے لئے ہوتی ہے،یقینا اذان نمازِ پنجوقتہ کے لئے مشروع ہے اس کے علاوہ بھی بہت سے مواقع پر اذان کہنا علماء نے مستحب لکھاہے۔

خاتم المحققین امام محمد امین بن عمر ابن عابدین الشامی (وفات:1252) فتاویٰ شامی میں فرماتے ہیں:

وفي حاشية البحر للخير الرملي رايت في كتب الشافعية انه قد يسن الاذان لغير الصلاة كما في اذن المولود والمهموم والمصروع والغضبان ومن ساء خلقه من انسان او بهيمة وعند مزدحم الجيش وعند الحريق قيل وعند انزال الميت القبر قياسا على أول خروجه للدنيا.[2]یعنی

1...فتاوی اجملیہ،2/525۔

2...ردالمحتار،کتاب الصلاۃ،مطلب فی المواضع التی یندب لھا،2/62۔

بحر الرائق کے حاشیہ میں علامہ خیر الدین رملی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے شوافع کی کتب میں لکھا دیکھا ہے کہ اذان نماز کے علاوہ بھی مسنون ہے جیسا کہ نومولود بچے کے کان میں، مغموم، مرگی والے، بدمزاج انسان اور بدمزاج جانور کے کان میں، لڑائی کی شدّت کے وقت، آتش زدگی کے وقت اور اس پر قیاس کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ جیسے دنیا میں آتے وقت اس کے کان میں اذان دی تھی اسی طرح دنیا سے جاتے وقت بھی قبر پر اذان دینا مستحب ہے۔

اذان کے فوائد

سوال: کیا اذان سے میت کو فائدہ ہوتا ہے؟

جواب: اذان سے میت کو درج ذیل فائدے ہوتے ہیں:

(1) جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور منکر نکیر سوالات پوچھتے ہیں تو شیطان لعین اس وقت بھی مردے کو صحیح جواب دینے سے بہکاتا ہے چنانچہ امام محمد بن علی بن الحسن ابو عبد اللہ الحکیم الترمذی (المتوفی:360ھ) نوادر الاصول فی احادیث الرسول میں امام اجلّ سفیان ثوری رحمۃُ اللہِ علیہ سے روایت کرتے ہیں:

إذا سُئِلَ الْمَيِّت مَنْ رَبُّكَ تَرَاءى لَهُ الشَّيْطَانُ فِي صُورَةٍ فَيَشِيْرُ إِلَى نَفْسِه أَى أَنَا رَبك [(1)] یعنی جب مُردے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ شیطان اُس پر ظاہر ہوتا اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی میں تیرا رب ہُوں۔

اس لئے حکم آیا کہ میت کے لئے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کریں۔

اور صحیح حدیثوں سے ثابت کہ اذان شیطان کو دفع کرتی ہے، صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما

1 . . . نوادرالاصول فی معرفۃ احادیث الرسول، الاصل الخمسون والمائتان، 6/ 26۔

میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضور اقدس سیّد عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں: اِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ اَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ حُصَاصٌ[1] یعنی جب مؤذن اذان کہتا ہے شیطان پیٹھ پھیر کر ہوا خارج کرتا ہوا بھاگتا ہے۔

(2) جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو مُردے کو اُس نئے تنگ و اندھیرے مکان میں سخت وحشت اور گھبراہٹ ہوتی ہے، مگر جس پر اللہ پاک رحم فرمائے۔ اور اذان دافِعِ وحشت وباعث اطمینان خاطر ہے کہ وہ ذکرِ خدا ہے۔ اور اللہ کریم فرماتا ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾ (پ13، رعد:28)

ترجمۂ کنز الایمان: سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی (المتوفی:430ھ) حلیۃ الاولیاء میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں: نَزَلَ اٰدَمُ بِالْهِنْدِ فَاسْتَوْحَشَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ فَنَادٰى بِالْأَذَانِ.[2] یعنی جب آدم علیہ السلام جنّت سے ہندوستان میں اُترے اُنہیں گھبراہٹ ہُوئی تو جبریل علیہ السلام نے اُتر کر اذان دی۔

مسند الفردوس میں حضرت امیر المومنین علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے مروی:

رانی النبی حزینا فقال یا ابن ابی طالب إنی اراك حزینا فمر بعض أهلك یؤذن فی أذنك فإنه درء الهم[3] یعنی مجھے حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے غمگین دیکھا ارشاد فرمایا:

1...مسلم، کتاب الصلوۃ، باب فضل الاذان وھرب الشیطان الخ، ص164، حدیث:857۔
2...حلیۃ الاولیاء، مرویات عمرو بن قیس الملائی، 5/123۔
3...مرقاۃ المفاتیح، 2/330۔

اے علی! میں تجھے غمگین پاتا ہُوں اپنے کسی گھر والے سے کہہ کہ تیرے کان میں اذان کہے، اذان غم وپریشانی کو دور کرنے والی ہے۔

مولی علی رضی اللہ عنہ اور مولی علی تک جس قدر اس حدیث کے راوی ہیں سب نے فرمایا:

فجربته فوجدته کذلک (ہم نے تجربہ کیا تو ایسا ہی پایا)

(3)اذان مردے کو آگ کے عذاب سے بچاتی ہے۔

ابو یعلی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَطْفِئُوا الْحَرِيقَ بِالتَّكْبِيرِ.[1] (آگ کو تکبیر سے بُجھاؤ)

ابن عساکر حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے راوی حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

إِذَا رَأَيْتُمُ الْحَرِيقَ فَكَبِّرُوا فَإِنَّ ذَلِكَ يُطْفِئُهُ.[2] یعنی جب آگ دیکھو اللہ اکبر اللہ اکبر کی تکرار کرو کیونکہ وہ آگ کو بُجھا دیتا ہے۔

علّامہ مناوی تیسیر شرحِ جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

(فکبروا) ای قولوا اللہ اکبر اللہ اکبر وکرروہ کثیرا.[3] یعنی فَكَبِّرُوا سے مراد یہ ہے کہ اللہ اکبر اللہ اکبر کثرت کے ساتھ بار بار کہو۔

1... معجم اوسط، 8/219، حدیث:8569۔
2... الکامل فی الصعفاء الرجال از من اسمہ عبد اللہ بن لہیعہ، 5/249۔
3... التیسیر شرح جامع الصغیر، 1/100۔

مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اُس حدیث کی شرح میں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر کے پاس دیر تک اللہ اکبر فرماتے رہے، لکھتے ہیں:

التکبیر علی هذا لاطفاء الغضب الالٰهی ولهذا ورد استحباب لتکبیر عند رؤية الحريق.[1] یعنی اب یہ اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا غضب الٰہی کے بُجھانے کو ہے ولہذا آگ لگی دیکھ کر دیر تک تکبیر مستحب ٹھہری۔

فتاوی رضویہ میں اعلیٰ حضرت نقل کرتے ہیں:

حکمت در تکبیر آنست بر اھلِ گورستان کہ رسول علیہ السلام فرمودہ است اِذا رَاَیْتُمُ الحَرِیقَ فَکَبِّرُوا چوں آتش در جائے افتد و از دست شما بر نیاید کہ بنشانید تکبیر بگوید کہ آتش بہ برکت آں تکبیر فرونشیند چوں عذابِ قبر بآتش ست ودست شما بآں نمیر سد تکبیر میباید گفت تامردگان از آتش دوزخ خلاص یابند[2] یعنی اہلِ قبرستان پر تکبیر کہنے میں حکمت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے "اِذا رَاَیْتُمُ الحَرِیقَ فَکَبِّرُوا" یعنی جب تم کسی جگہ آگ بھڑکتی ہُوئی دیکھو اور تم اسے بجھانے کی طاقت نہ رکھتے ہو، تو تکبیر کہو کہ اس تکبیر کی برکت سے وہ آگ ٹھنڈی پڑ جائے گی چونکہ عذابِ قبر بھی آگ کے ساتھ ہوتا ہے اور اسے تم اپنے ہاتھ سے بجھانے کی طاقت نہیں رکھتے لہذا اللہ کا نام لو (تکبیر کہو) تاکہ فوت ہونے والے لوگ دوزخ کی آگ سے خلاصی پائیں۔

خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے میت پر آسانی کے لئے بعد دفن قبر پر اللہ

1...مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، الفصل الثالث من اثبات عذاب القبر، 1/ 211۔
2...فتاوی رضویہ، 5/ 659۔

اکبر اللہ اکبر کہنا ثابت ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَمَّا دُفِنَ سَعْدٌ وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَّحَ النَّاسُ مَعَهُ طَوِيلًا ثُمَّ كَبَّرَ فَكَبَّرَ النَّاسُ ثُمَّ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ مِمَّ سَبَّحْتَ قَالَ لَقَدْ تَضَايَقَ عَلَى هٰذَا الرَّجُلِ الصَّالِحِ قَبْرُهُ حَتَّى فَرَّجَهُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ عَنْهُ.[1] جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ دفن ہو چکے اور قبر درست کر دی گئی نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم دیر تک تسبیح فرماتے رہے اور صحابہ کرام بھی حضور کے ساتھ تسبیح کہتے رہے پھر حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اللہ اکبر اللہ اکبر فرماتے رہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ کہتے رہے، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! حضور پہلے تسبیح پھر تکبیر کیوں فرماتے رہے؟ ارشاد فرمایا: اس نیک مرد پر اُس کی قبر تنگ ہُوئی تھی یہاں تک کہ اللہ پاک نے وہ تکلیف اُس سے دُور کی اور قبر کشادہ فرمادی۔

علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

أي ما زلت أكبر وتكبرون وأسبح وتسبحون حتى فرجه الله.[2] یعنی حدیث کے معنٰی یہ ہیں کہ میں اور تم اللہ اکبر اللہ اکبر سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ پاک نے انہیں نجات بخشی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے میت پر آسانی کے لئے دفن کے بعد قبر پر اللہ اکبر اللہ اکبر بار بار فرمایا ہے اور یہی کلمۂ مبارکہ اذان میں چھ بار ہے تو عین سنّت ہُوا، غایت یہ کہ اذان میں اس کے ساتھ اور کلماتِ طیبات زائد ہیں۔ سو اُن کا

1...مسند احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، 5/175، حدیث:15033۔
2...مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، الفصل الثالث من اثبات عذاب القبر، 1/211۔

زیادہ ہونا معاذاللہ کچھ مضر نہیں ہے نہ ہی اس امر مسنون کے منافی بلکہ زیادہ مفید ومؤید مقصود ہے کہ رحمتِ الٰہی اتارنے کے لئے ذکر خدا کرنا تھا۔ہدایہ میں ہے:

ولا ینبغی ان یخل بشیء من هذه الکلمات لانه هو المنقول باتفاق الرواة فلا ینقص عنه ولو زاد فیها جاز[1] یعنی ان کلمات میں کمی نہ چاہیئے کہ یہی نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے منقول ہیں تو اُن سے نہ گھٹائے اور اگر بڑھانا چاہے تو جائز ہے۔

بدرالفقہاء حضرت علامہ مفتی اجمل قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ اجملیہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

میت کو قبر میں اتارنے کے بعد قبر پر اذان کہنا یقینا جائز ہے،اذان سے میّت کے لئے سات فائدے ہیں جو احادیث سے ثابت ہیں:

(1)میّت اذان کی وجہ سے شیطان کے شر سے سے محفوظ رہیگی۔

(2)کلمہ اللہ اکبر کہنے سے میّت عذابِ نار(آگ)سے مامون رہے گا۔

(3)میّت کو کلماتِ اذان سے منکر نکیر کے سوالات کے جوابات یاد آجائیں گے۔

(4)اذان میں ذکرُاللہ ہونے کے باعث میّت عذابِ قبر سے نجات پائے گی۔

(5)اذان میں ذکرِرسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ہونے کی وجہ سے میّت پر نزولِ رحمت ہوگی۔

(6)میّت کو اس تنگ وتاریک گڑھے میں سخت وحشت اور گھبراہٹ ہوتی ہے اذان کی بدولت دفع وحشت ہوگی اطمینان خاطر ہوگا۔

(7)میّت قبر میں غمگین وپریشان ہوتی ہے اذان کے سبب سے غم وپریشانی دور ہوگی اور

1...الهدایة شرح بدایة المبتدی،باب الاحرام،1/139۔

سرور و فرحت حاصل ہو گا۔ [1]

میت کو دفن کرنے کے بعد 40 قدم پر دعا کرنا

سوال: میت کی تدفین کے بعد واپس لوٹتے ہوئے 40 قدم چلنے پر میت کے لیے دعا کرنا کیسا ہے؟

جواب: تدفینِ میت کے بعد مخصوص وقت تک قبر کے قریب ٹھہرنا مستحب اور میت کے لیے بخشش اور ثابت قدمی کی دعا کرنا سنت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے بھی ثابت ہے۔ اور جہاں تک واپسی پر چالیس قدم رُک کر دعا مانگنے کا تعلّق ہے کہ اِس سے میت کو جواباتِ نکیرین میں آسانی ہوتی ہے، تو اگرچہ بالخصوص اِس انداز اور طریقے پر کوئی روایت یا اَثر موجود نہیں مگر فی نفسہ یہ عمل خلافِ شریعت نہیں، بلکہ قبر پر کھڑے ہو کر دعا مانگنا اِسی مقصد (سوالاتِ قبر میں سہولت) کے لیے ہوتا ہے، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ایک میت کی تدفین کے بعد تمام موجود صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اپنے بھائی کے لیے اللہ سے بخشش اور ثابت قدمی کا سوال کرو کہ ابھی اُس سے سوالات قبر ہونے والے ہیں۔ یہ فرمان واضح طور پر اِس بات کی دلیل ہے کہ بعدِ تدفین سوالاتِ نکیرین کے جواب میں ثابت قدمی کی دعا کرنا درست اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے حکم سے ثابت ہے۔ لہٰذا جب یہی دعا قبر پر درست ہے، تو چالیس قدم واپسی پر بھی یقیناً کوئی حرج اور مضائقہ نہیں، بلکہ ایک عمدہ عمل ہونے کے ساتھ ساتھ میت کے حق میں نفع بخش اور شارِع کو

1... فتاویٰ اجملیہ، 2/484۔

مطلوب ہے، البتہ اسے ضروری سمجھنا بالکل غلط ہو گا۔[1]

ایک قبر میں ایک سے زیادہ میتیں

سوال: ایک قبر میں ایک سے زیادہ مردے بلاضرورت دفن کرنا کیسا؟

جواب: بلاضرورت ناجائز ہے اور ضرورت ہو تو کر سکتے ہیں مگر دو میّتوں کے درمیان مٹی وغیرہ سے آڑ کر دیں اور کون آگے ہو کون پیچھے یہ نیچے مذکور ہو گا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ولا يدفن اثنان أو ثلاثة في قبر واحد إلا عند الحاجة فيوضع الرجل مما يلي القبلة ثم خلفه الغلام ثم خلفه الخنثى ثم خلفه المرأة ويجعل بين كل ميتين حاجز من التراب.[2] یعنی دو یا تین افراد ایک قبر میں دفن نہ کئے جائیں لیکن حاجت کے وقت جائز ہے ایسی صورت میں مرد کو قبلہ کی طرف رکھیں اس کے پیچھے لڑکے کو اس کے پیچھے خنثیٰ اس کے پیچھے عورت کو، اور ایک دوسرے کے بیچ میں مٹی سے آڑ کر دیں۔

میت دفنانے کے لئے پرانی قبر کھودنا

سوال: میت دفن کرنے کے لئے پرانی کھودنا کیسا ہے؟

جواب: کسی مسلمان کی قبر بلا ضرورتِ شرعی کھودنا، ناجائز و گناہ ہے، اگرچہ قبر پرانی ہو اور میت کی ہڈیاں گل گئی ہوں بلکہ اس کا سارا جسم خاک ہو چکا ہو، کیونکہ اس میں میت کی

---

1 . . . فتاوی اہلسنت، فتوی نمبر: SAR-7806، تاریخ اجرا: 17 رمضان المبارک 1443ھ / 19 اپریل 2022ء

2 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1 / 183۔

توہین و تحقیر ہے، جبکہ مسلمان میت کی توہین حرام ہے۔[1]

میت کو دوسری جگہ لے جانا

سوال: میت کہاں دفن کرنا چاہیے کیا میت کو دوسری جگہ لے جانا جائز ہے؟

جواب: جس شہر یا گاؤں وغیرہ میں انتقال ہوا وہیں کے قبرستان میں دفن کرنا مستحب ہے اگرچہ وہاں نہ رہتا ہو بلکہ جس گھر میں انتقال ہوا، اس گھر والوں کے قبرستان میں دفن کریں اور دو ایک میل باہر لے جانے میں حرج نہیں کہ شہر کے قبرستان اکثر فاصلے پر ہوتے ہیں اور اگر دوسرے شہر لے جائیں تو اکثر فقہا رحمۃ اللہ علیہم نے منع فرمایا اور یہی صحیح ہے، یہ دوسرے شہر لے جانا بھی اس صورت میں ہے کہ دفن سے پہلے لے جانا چاہیں اور دفن کے بعد تو مطلقاً لے جانا ممنوع ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ويستحب في القتيل والميت دفنه في المكان الذي مات في مقابر أولئك القوم وإن نقل قبل الدفن إلى قدر ميل أو ميلين فلا بأس به وكذا لو مات في غير بلده يستحب تركه فإن نقل إلى مصر آخر لا بأس به[2] یعنی مقتول اور میت کے لئے مستحب ہے کہ اسے وہیں کے قبرستان میں دفن کیا جائے جہاں اس کا انتقال ہوا ہے۔ اور دفنانے کے لئے میل دو میل کے سفر میں کوئی حرج نہیں اور اسی طرح اگر اپنے شہر کے علاوہ کسی دوسرے شہر میں فوت ہوا تو مستحب ہے کہ وہیں دفن کریں پس اگر دوسرے شہر لے گئے تو مضائقہ بھی نہیں۔

1... فتاوی اہلسنت، تاریخ اجرا: ماہنامہ فیضانِ مدینہ ستمبر 2022ء

2... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 183۔

امانتاً دفن کرنا

سوال: یہ جو بعض لوگوں کا طریقہ ہے کہ زمین کے سپرد کرتے ہیں پھر وہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: بلا ضرورت شرعی تدفین کے بعد میت کو نکال کر دوسری جگہ منتقل کرنا مطلقا ممنوع اور ناجائز ہے۔ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:

(ولا يخرج منه) بعد إهالة التراب (إلا) لحق آدمي ك (أن تكون الأرض مغصوبة أو أخذت بشفعة) ويخير المالك بين إخراجه ومساواته بالأرض كما جاز زرعه والبناء عليه إذا بلي وصار ترابا[1] یعنی قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد میت کو قبر سے نکالا نہیں جائے گا، مگر جب کہ دوسرے آدمی کا حق ہو خواہ وہ زمین غصب کی گئی ہو یا شفعہ لی گئی ہو تو مالک کو اختیار ہے کہ چاہے وہ میت کو نکال دے اور چاہے زمین برابر کر دے جیسا کہ اس پر اس کا کھیتی کرنا اور عمارت بنانا جائز ہے کہ جب وہ میت ختم ہو جائے اور مٹی بن جائے۔

اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفٰی:1340ھ) فرماتے ہیں:

ایں حرام ست بعد از دفن کشودن حلال نیست و نقل بمسافتِ بعیدہ روانیست واللّٰہ تعالٰی اعلم. یعنی یہ حرام ہے، دفن کے بعد کھولنا جائز نہیں، اور دور مسافت تک لے جانا

---

1 . . . تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/170۔

بھی روا نہیں، اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ [1]

مالک کی اجازت کے بغیر اس کی زمین میں میت دفن کر دی تو

سوال: اگر بلا اجازتِ مالکِ زمین میت دفن کر دی تو مالک زمین کو کیا اختیار ہے؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفٰی:1340ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

بے اجازت مالک اس کی زمین میں دفن کرنا حرام ہے۔ ایسا کرنے والے گنہگار ہیں، میّت اگر اس کی وصیّت یُوں کر گیا کہ چاہے مالک اجازت دے یا نہ دے مجھے وہیں دفن کرنا تو وہ بھی سخت گنہگار رہے۔ میّت یا پسماندگان کے لئے ثواب کیسا! اس میں استحقاقِ عذاب ہے، مالک کو اختیار ہے کہ میّت کی نعش نکال دے اور اپنی زمین خالی کر لے یا نعش رہنے دے اور قبر برابر کر کے اس پر جو چاہے بنائے، چلے پھرے، تصرف کرے کہ قبر کی جو حدیثیں ہیں ایسی ناجائز قبر کے لیے نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لیس لعرق ظالم حق (کسی ظالم کی رگ کا کوئی حق نہیں)۔

درمختار میں ہے:

لا یخرج منه بعد اهالة التراب الالحق ادمی کان تکون الارض مغصوبة ویخیر المالک بین اخراجه ومساواته بالارض. یعنی مٹی ڈالنے کے بعد میّت کو قبر سے نہ نکالا جائے گا مگر کسی آدمی کے حق کے باعث مثلاً یہ کہ زمین غضب کی ہوئی ہو اور مالک کو اختیار ہو گا کہ مُردہ کو باہر نکالے یا قبر زمین کے برابر کر دے۔

یہ اصل حکم فقہی ہے، مگر مسلمان نرم دل ہوتا ہے اور دوسرے مسلمان خصوصاً

1 . . . فتاوی رضویہ، 9/406۔

میّت پر رحم دل ہوتا ہے، قال لله تعالیٰ رُحَمَآءُ بَیۡنَهُمۡ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ آپس میں رحم دل ہیں) اگر وہ درگزر کرے گا اللہ اس کی خطاؤں سے درگزر فرمائے گا اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَكُمۡ (کیا تم اسے پسند نہیں کرتے کہ خدا تمہیں بخشے؟) اگر وہ اپنے مردہ بھائی پر احسان کرے گا اللہ اس پر احسان کرے گا کَمَا تَدِیۡنُ تُدَانُ (جیسا تم کروگے ویسا ہی تمہارے ساتھ کیا جائے گا) اگر وہ اپنے مردہ بھائی کا پردہ فاش نہ کرے گا اللہ اس کی پردہ پوشی کرے گا مَنۡ سَتَرَ سَتَرَهُ اللّٰهُ (جو کسی کی پردہ پوشی کرے خدا اس کی پردہ پوشی کرے گا) اگر وہ اپنے مردہ بھائی کی قبر کا احترام کرے گا اللہ اس کی زندگی و موت میں اسے احترام بخشے گا۔ اللّٰهُ فِیۡ عَوۡنِ الۡعَبۡدِ مَا کَانَ الۡعَبۡدُ فِیۡ عَوۡنِ اَخِیۡهِ (اللہ بندے کی مدد فرماتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے)[(1)]

دوسرے کی کھدوائی ہوئی قبر میں اپنا مردہ دفن کرنا

سوال: وقف کے قبرستان میں کسی نے قبر تیار کروائی اس میں دوسرے لوگ اپنا مردہ دفن کرسکتے ہیں؟

جواب: قبرستان میں اور جگہ ہے تو مکروہ ہے مزید جگہ نہیں تو جائز ہے۔ اور اگر دفن کر دیا تو قبر کھودنے والا مردے کو نہیں نکلوا سکتا جو خرچ ہوا ہے لے لے. فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

رجل حفر قبرا فأرادوا دفن میت آخر فیه إن کانت المقبرة واسعة یکره وإن کانت ضیقة جاز ولکن یضمن ما أنفق صاحبه فیه.[(2)] یعنی کسی شخص نے قبر کھودی تھی دوسرے لوگوں نے اس میں دوسری میت دفن کرنے کا ارادہ کیا اگر

1 . . . فتاوی رضویہ، 9/379۔
2 . . . فتاوی رضویہ، 9/377۔

قبرستان وسیع ہے تو مکروہ ہے۔ اور اگر قبرستان تنگ ہے تو جائز ہے لیکن جو پہلے شخص نے خرچ کیا وہ دینا پڑے گا۔

عورت کو زیور سمیت دفن کر دیا

سوال: عورت کو کسی وارث نے زیور سمیت دفن کر دیا اور بعض ورثا موجود نہ تھے تو اب کیا کریں؟

جواب: ان ورثاء کو قبر کھودنے کی اجازت ہے اسی طرح کسی کا کچھ مال قبر میں گر گیا مٹی دینے کے بعد یاد آیا تو قبر کھود کر نکال سکتے ہیں اگرچہ وہ ایک ہی درہم ہو۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

وإن وقع فی القبر متاع فعلم بذلک بعد ما أهالوا علیه التراب ینبش ولو کان المال درهما .[1] یعنی اور اگر قبر میں کچھ مال رہ گیا اور مٹی دینے کے بعد علم ہوا تو قبر کھودیں گے اگرچہ ایک درہم ہی کیوں نہ ہو۔

پیشگی قبر اور کفن تیار رکھنا

سوال: پہلے سے ہی کفن اور قبر تیار رکھنا کیسا؟

جواب: اپنے لئے کفن تیار رکھے تو حرج نہیں اور پہلے سے قبر بنوا کر رکھنا بے معنی ہے۔ کیا معلوم کہاں مرے گا؟ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

کفن پہلے سے تیار رکھنے میں حرج نہیں اور قبر پہلے سے بنانا نہ چاہیئے۔ کما فی

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/183۔

الدرالمختار وغیرہ قال اللہ تعالی وَمَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌۢ بِاَیِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ ؕ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کوئی جان نہیں جانتی کہ اس کی موت کس زمین میں ہو گی۔[1]

قبر پر بیٹھنا

سوال: قبر پر بیٹھنا اور قبرستان کے نئے راستے سے گزرنا کیسا؟

جواب: قبر پر بیٹھنا سونا چلنا پاخانہ پیشاب کرنا حرام ہے قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا اس سے گزرنا ناجائز ہے خواہ نیا ہونا اسے معلوم ہو یا اس کا گمان ہو۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا:

لَاَنْ یَّجْلِسَ اَحَدُکُمْ عَلٰی جَمْرَۃٍ فَتُحْرِقَ ثِیَابَہٗ فَتَخْلُصَ اِلٰی جِلْدِہٖ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ اَنْ یَّجْلِسَ عَلٰی قَبْرٍ۔[2] یعنی تم میں سے کسی کا آگ پر اس طرح بیٹھنا کہ اس کے کپڑے جل جائیں اور (جلن) چمڑے تک پہنچے اس سے بہتر ہے کہ کوئی قبر پر بیٹھے۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا:

لَاَنْ اَمْشِیَ عَلَی جَمْرَۃٍ اَوْ سَیْفٍ اَوْ اَخْصِفَ نَعْلِی بِرِجْلِی اَحَبُّ إِلَیَّ مِنْ اَنْ اَمْشِیَ عَلٰی قَبْرٍ۔[3] یعنی مجھے آگ یا تلوار پر چلنا یا پاؤں سے اپنے جوتے گانٹھنا (یعنی شدید تکلیف اٹھانا) کسی مسلمان کی قبر پر چلنے سے زیادہ پسند ہے۔

امام ابو بکر بن مسعود الکاسانی رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفی:587ھ) بدائع الصنائع میں فرماتے ہیں:

وکرہ أبو حنیفۃ ان یوطا علی قبر او یجلس علیہ او ینام علیہ او تقضی

1... فتاوی رضویہ، 9/265۔
2... مسلم، کتاب الجنائز، باب النھی عن الجلوس علی القبر، ص:375، حدیث:2248۔
3... ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی النھی عن المشی، 2/250، حدیث:1567۔

علیه حاجة من بول او غائط.[1] یعنی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے قبر پر چلنا، بیٹھنا سونا، استنجاء کرنا مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔

اعلیٰ حضرت **امام احمد رضا خان** رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفی:1340ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

قبور مسلمین پر چلنا جائز نہیں، بیٹھنا جائز نہیں، ان پر پاؤں رکھنا جائز نہیں، یہاں تک کہ ائمہ نے تصریح فرمائی کہ قبرستان میں جو نیا راستہ پیدا ہو اس میں چلنا حرام ہے۔[2]

رشتہ دار کی قبر تک جانے کے لئے قبروں پر سے گزرنا

سوال: رشتے دار کی قبر تک جانے کے لئے قبروں پر سے گزر کر جاسکتے ہیں؟

جواب: رشتے دار کی قبر تک جانے کے لئے قبروں پر سے گزر کر نہیں جاسکتے بلکہ دور ہی سے فاتحہ پڑھ لیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفی:1340ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: ”جن کے اقربا ایسی جگہ دفن ہوں کہ ان کے گرد اور قبریں ہو گئیں اور اسے ان قبور تک اور قبروں پر پاؤں رکھے بغیر جانا ممکن نہ ہو، دور ہی سے فاتحہ پڑھے اور پاس نہ جائے۔[3]

قبر پر قرآن پڑھوانے کے لئے حافظ مقرر کرنا

سوال: قبر پر قرآن پڑھوانے کے لئے حافظ مقرر کرنا کیسا؟

جواب: جائز ہے۔ جب کہ پڑھنے والے اجرت پر نہ پڑھتے ہوں کہ اجرت پر قرآن

1... بدائع الصنائع، کتاب الصلاۃ، فصل فی سنۃ الدفن، 2/65۔
2... فتاوی رضویہ، 9/480۔
3... فتاوی رضویہ، 9/480۔

مجید پڑھنا اور پڑھوانا ناجائز ہے اگر اجرت پر پڑھوانا چاہے تو وقت کا اجارہ کرکے پھر اسے تلاوت پر لگادیں۔ علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحنفی الحصکفی رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفی 1088ھ) درمختار میں فرماتے ہیں:

لا یکرہ الدفن لیلا ولا إجلاس القارئین عند القبر.[1] یعنی نہ رات کو دفن کرنا مکروہ اور نہ ہی تلاوت قرآن کے لئے قبر کے پاس قاریوں کو بٹھانا مکروہ ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: ”ثواب رسانی (پہنچانے) کے لیے قرآن مجید پڑھنے پر اجرت لینا اور دینا دونوں ناجائز ہے۔“[2]

شجرہ یا عہد نامہ قبر میں رکھنا

سوال: شجرہ یا عہد نامہ قبر میں رکھنا کیسا؟

جواب: جائز ہے اور بہتر یہ ہے کہ میّت کے منہ کے سامنے قبلہ کی جانب طاق کھود کر اس میں رکھیں۔ درمختار میں ہے:

کتب علی جبھة المیت او عمامته او کفنه عھد نامه یرجی ان یغفر اللہ للمیت.[3] یعنی میت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھا تو امید ہے کہ اللہ کریم میت کو بخش دے۔

میت کی پیشانی پر بسم اللہ شریف لکھنا

سوال: میّت کے سینہ اور پیشانی پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنا کیسا؟

1... درمختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، 3/184۔
2... فتاوی رضویہ، 9/644۔
3... درمختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، 3/185۔

جواب: جائز بلکہ مستحسن ہے۔ عورت کی پیشانی پر محارم میں سے کوئی لکھنا چاہے تو لکھ سکتا ہے۔ نا محرم اجنبی کو لکھنا جائز نہیں۔ علامہ علاء الدین محمد بن علی الحنفی الحصکفی رحمۃ اللہِ علیہ (المتوفی:1088ھ) در مختار میں فرماتے ہیں:

أوصى بعضهم أن يكتب في جبهته وصدره بسم الله الرحمن الرحيم ففعل ثم رئى فى المنام فسئل فقال لما وضعت فى القبر جاء تنى ملائكة العذاب فلما رأوا مكتوبا علي جبهتي بسم الله الرحمن الرحيم قالوا امنت من عذاب الله[1] یعنی ایک شخص نے اس کی وصیّت کی تھی انتقال کے بعد پیشانی اور سینے پر بسم اللہ شریف لکھ دی گئی پھر کسی نے انہیں خواب میں دیکھا حال پوچھا کہا جب میں قبر میں رکھا گیا، عذاب کے فرشتے آئے فرشتوں نے جب پیشانی پر بسم اللہ شریف دیکھی تو کہا: تو عذاب سے بچ گیا۔

سینے پر کلمہ طیبہ لکھنا

سوال: پیشانی پر بسم اللہ شریف کے ساتھ ساتھ سینے پر کلمۂ طیبہ لکھنا کیسا؟

جواب: جائز ہے۔ پیشانی پر بسم اللہ شریف لکھیں اور سینہ پر کلمہ طیّبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ مگر نہلانے کے بعد کفن پہنانے سے پہلے کلمہ کی انگلی سے لکھیں روشنائی سے نہ لکھیں۔[2]

خواب میں دیکھا کہ قبر میں بچہ پیدا ہوا

سوال: حاملہ عورت مر گئی اور دفن کر دی گئی کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کے بچہ

1 . . . در مختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، 3/186۔
2 . . . رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فیما یکتب علی کفن المیت، 3/186۔

پیدا ہوا ہے تو کیا کریں؟

جواب: محض اس خواب کی بنا پر قبر کھودنا جائز نہیں۔اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفٰی:1340ھ) فرماتے ہیں:

لا الابدلیل جائز والستر مصون والرویا فنون فی السراجیۃ ثم الھندیۃ حامل اٰتت علی حملھا سبعۃ اشھر وکان الولد یتحرّک فی بطنھا ماتت فدفنت ثم رئیت فی المنام انھا قالت ولدت لاینبش القبرواللہ تعالی اعلم جائز نہیں، مگر جب کوئی روشن دلیل ہو، پردہ محفوظ ہے، اور خواب طرح طرح کے ہوتے ہیں، سراجیہ پھر ہندیہ میں ہے ایک عورت کے حمل کو سات مہینے ہوئے بچہ اس کے پیٹ میں حرکت کرتا تھا وہ مرگئی اور اسے دفن کردیا گیا، پھر کسی نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ کہتی ہے میں نے بچہ جنا ہے، تو قبر نہ کھودی جائے گی اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔[1]

اگر قبر کھل جائے تو

سوال: پرانی قبر اگر کسی وجہ سے کھل جائے یعنی اس کی مٹی الگ ہو جائے اور مردہ کی ہڈیاں وغیرہ ظاہر ہونے لگیں تو اس صورت میں قبر کو مٹی دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس صورت سے دینا چاہئے؟

جواب: اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفٰی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

1...فتاوی رضویہ، 9/405۔

اس صورت میں اُسے مٹی دینا فقط جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے کہ ستر مسلم لازم ہے۔ وقد انکشفت قدم لما انهدم جدر الحجرة الشریفة فی زمان الولید ففزع الناس وظنوا انها قدم النبی صلی الله تعالی علیه وسلم فما وجدوا احد یعلم ذٰلک حتی قال لهم عروة لا والله ماهی قدم البنی صلی الله تعالی علیه وسلم ماهی الا قدم عمر رضی الله تعالی عنه کما فی صحیح البخاری عن هشام عن ابیه واخراج ابن زبالة وغیره ان قال عمربن عبدالعزیز رضی لله تعالی عنه لمن امره ببناء الحائط ان غط مارأیت ففعله. یعنی ولید کے زمانے میں جب روضۂ پاک کی دیوار منہدم ہوئی تو ایک قدم کھل گیا جس سے لوگ گھبرا اُٹھے، انھیں گمان ہوا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قدمِ مبارک ہے۔ کسی ایسے آدمی کو تلاش کیا جو اس سے آگاہ ہو یہاں تک کہ حضرت عروہ نے کہا بخدا یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قدم نہیں، یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی قدم ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ اپنے والد سے راوی ہیں اور ابن زبالہ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس کو دیوار تعمیر کرنے کا حکم دیا تھا اس سے فرمایا جو تم نے دیکھا اُسے چھپادو، اس نے تعمیل کی۔ اور اس بارے میں کوئی صورت بیان میں نہ آئی ستر لازم ہے اور کشف ممنوع، اس طرح چھپائیں کہ زیادہ نہ کھولنا پڑے۔[1]

1...فتاوی رضویہ، 9/403۔

قبر پر نشان کے لئے تختی لگانا

سوال: قبر پر بطورِ نشان تختی لگانا کیسا؟

جواب: اگر ضرورت ہو تو قبر پر نشان کے لئے کچھ لکھ سکتے ہیں مگر ایسی جگہ نہ لکھیں کہ بے ادبی ہو۔ ابو داود سلیمان بن الاشعث الازدی السِّجِسْتانی رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفی:275ھ) سنن ابو داؤد میں نقل فرماتے ہیں۔ حضرت عبد المطلب ابن وداعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

لَمَّا مَاتَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ أُخْرِجَ بِجَنَازَتِهِ فَدُفِنَ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا أَنْ يَأْتِيَهُ بِحَجَرٍ فَلَمْ يَسْتَطِعْ حَمْلَهُ فَقَامَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَسَرَ عَنْ ذِرَاعَيْهِ قَالَ كَثِيرٌ قَالَ الْمُطَّلِبُ قَالَ الَّذِي يُخْبِرُنِي ذَلِكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِ ذِرَاعَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ حَسَرَ عَنْهُمَا ثُمَّ حَمَلَهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَأْسِهِ وَقَالَ أَتَعَلَّمُ بِهَا قَبْرَ أَخِي وَأَدْفِنُ إِلَيْهِ مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِي.[1] یعنی جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو ان کا جنازہ لاکر دفن کیا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ایک شخص کو پتھر لانے کا حکم فرمایا مگر وہ اسے اُٹھا نہ سکا تو پھر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اُدھر تشریف لے گئے۔ اور اپنی آستینیں چڑھائیں۔ راوی کہتے ہیں کہ جس شخص نے مجھے اس واقعہ کی خبر دی وہ کہتے تھے گویا کہ میں اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی کہنیوں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے انہیں کھولا۔ پھر اس پتھر کو خود ہی اٹھالائے اور قبر کے سرہانے رکھ

1 . . . ابو داود، کتاب الجنائز، باب فی جمع الموتی فی قبر والقبر یعلم، 3/285، حدیث:3206۔

دیا۔ اور فرمایا: اس کے ذریعے میں اپنے بھائی کی قبر کا نشان لگاتا ہوں، اور انہیں کے پاس اپنے فوت ہونے والے گھر والوں کو دفن کروں گا۔

اس روایت سے ثابت ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ہی کے قریب حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اپنے شہزادے ابراہیم اور شہزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہما کو دفن فرمایا۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی الحنفی الحصکفی (المتوفی:1088ھ) علیہ رحمۃ اللہ القوی در مختار میں فرماتے ہیں ہے:

وفي جنائزها لا بأس بالكتابة ان احتيج اليها حتى لا يذهب الاثر ولا يمتهن.[1] یعنی اور باب الجنائز میں ہے کہ ضرورتاً قبر پر لکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں تاکہ نشان کے جاتے رہنے کی وجہ سے قبر پامال نہ ہو۔

پرانی قبر پر پانی چھڑکنا

سوال: قبر پر کب پانی چھڑکنا چاہیے؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: بعد دفن قبر پر پانی چھڑکنا مسنون ہے اور اگر مرورِ زمان سے اس کی خاک منتشر ہوگئی ہو اور نئی ڈال دی گئی یا منتشر ہو جانے کا احتمال ہو تو اب بھی پانی ڈالا جائے کہ نشانی باقی رہے اور قبر کی توہین نہ ہونے پائے بہ علل فی الدر غیرہ ان لا یذھب الاثر فیمتھن (درمختار وغیرہ میں یہ علّت بیان فرمائی ہے کہ نشانی مٹ جانے کے سبب بے حرمتی نہ ہو) اس کے لئے کوئی دن معین نہیں ہو سکتا ہے جب حاجت ہو اور بے حاجت پانی کا ڈالنا

1 . . . در مختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، 3/170۔

ضائع کرنا ہے اور پانی ضائع کرنا جائز نہیں، اور عاشورہ کی تخصیص محض بے اصل و بے معنی ہے۔[1]

قبر پر پھول ڈالنا

سوال: قبر پر پھول ڈالنا کیسا؟

جواب: قبر پر پھول ڈالنا مستحب و مستحسن ہے بلکہ علمانے سنت بھی لکھا ہے، جب تک تر رہیں گے تسبیح کریں گے میت کو انس پہنچے گا اس کا دل بہلے گا۔ اور اگر معاذاللہ میت عذاب میں مبتلا ہے تو امید ہے کے جب تک تر رہیں گے عذاب میں تخفیف ہو گی۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرۃ البخاری (المتوفی:256ھ) صحیح بخاری شریف میں نقل فرماتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اَنَّهُ مَرَّبِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ فَقَالَ اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ ثُمَّ اَخَذَ جَرِيدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا فَقَالَ لَعَلَّهُ اَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا.[2] یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم دو قبروں پر گزرے فرمایا: ان دونوں میتوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑی بات کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا ان میں ایک چغل خور تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔ اس کے بعد کھجور کی ایک تر شاخ کے دو ٹکڑے کئے اور ایک ایک ٹکڑا دونوں قبروں پر نصب کر دیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: مجھے امید

1...فتاوی رضویہ، 9/373۔

2...بخاری، کتاب الوضوء، باب ماجاء فی غسل البول، 1/459، حدیث: 1361۔

ہے کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں عذاب میں تخفیف ہوگی۔

اس حدیث کے پیشِ نظر سیّد احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی الحنفی(المتوفی:1231ھ) طحطاوی شریف میں فرماتے ہیں:

وقد أفتى بعض الأئمة من متأخرى أصحابنا بأن ما اعتيد من وضع الريحان والجريد سنة لهذا الحديث.[1] یعنی اس حدیث کی وجہ سے بعض ائمہ متاخرین نے یہ فتویٰ دیا کہ پھول یا تر شاخ قبروں پر جو رکھنا کا رواج ہے یہ سنت ہے۔

خاتم المحققین امام محمد امین بن عمر ابن عابدین الشامی (المتوفی:1252ھ) فتاویٰ شامی میں فرماتے ہیں:

يكره أيضا قطع النبات الرطب والحشيش من المقبرة دون اليابس كما في البحر والدرر وشرح المنية وعلله في الإمداد بأنه ما دام رطبا يسبح الله تعالى فيؤنس الميت وتنزل بذكره الرحمة ونحوه في الخانيةأقول ودليله ما ورد في الحديث «من وضعه عليه الصلاة والسلام الجريدة الخضراء بعد شقها نصفين على القبرين اللذين يعذبان».وتعليله بالتخفيف عنهما ما لم ييبسا أي يخفف عنهما ببركة تسبيحهما إذ هو أكمل من تسبيح اليابس لما في الأخضر من نوع حياة وعليه فكراهة قطع ذلك وإن نبت بنفسه ولم يملك لأن فيه تفويت حق الميت ويؤخذ من ذلك ومن الحديث ندب وضع ذلك للاتباع ويقاس عليه ما اعتيد في زماننا من وضع أغصان الآس ونحوه وصرح بذلك أيضا جماعة

1...حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح،کتاب الصلوۃ، فصل فی زیارۃ القبور،1/624۔

من الشافعية وهذا أولى مما قال بعض المالكية من أن التخفيف عن القبرين إنما حصل ببركة يده الشريفة صلى الله عليه وسلم أو دعائه لهما فلا يقاس عليه غيره وقد ذكر البخاري في صحيحه أن بريدة بن الحصيب رضي الله عنه أوصى بأن يجعل في قبره جريدتان.[1] یعنی قبروں سے سبزہ اور تر گھاس کاٹنا مکروہ ہے۔ جیسا کہ بحر، درر اور شرح منیہ میں ہے اور اس کی علت امداد میں یہ بیان کی کہ جب تک یہ تر رہے گی تسبیح بھی کرے گی جس سے میت کو انس ہو گا اور اس پر رحمت نازل ہو گی۔ ایسا ہی خانیہ میں ہے۔ میں کہتا ہوں اور دلیل اس کی وہ ہے جو حدیث میں وارد ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ایک تر شاخ کے دو ٹکڑے کئے اور ایک ایک ٹکڑا دونوں قبروں پر نصب کر دیا جن پر عذاب ہو رہا تھا اور علت یہ فرمائی کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہو گی۔ یعنی ان کی تسبیح سے دونوں میتوں سے عذاب میں تخفیف ہو گی۔ اس لئے کہ ہر تر کی تسبیح خشک کی تسبیح سے بڑھ کر ہے کہ تر میں ایک قسم کی حیات ہے اس سے اور حدیث سے اس کے رکھنے کا استحباب ثابت ہوتا ہے اور اسی پر پھول وغیرہ رکھنے کو بھی قیاس کیا جائے گا جس کی اس زمانہ میں عادت ہے۔ اور شافعیہ کی ایک جماعت نے اس کی تصریح کی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں یہ ذکر کیا کہ بریدہ بن خصیب رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھ دی جائیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے

1 . . . ردالمحتار، کتاب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی وضع الجرید ونحو الآس علی القبور، 3 / 184۔

ہیں: میّت کی قبر پر پھول چڑھانا مفید ہے، وہ جب تک تر ہے ربُّ العزت کی تسبیح کرتا ہے اور میّت کا دل بہلتا ہے۔[1]

پختہ قبر بنوانا کیسا

سوال: کیا قبر کو پکا بنا سکتے ہیں ؟ اگر پختہ بنانا بہتر ہے تو اس کی تعمیر میں کن خاص اور ضروری باتوں کا لحاظ رکھنا چاہیے، مثلاً طول، عرض، بلندی اور صورت وغیرہ۔

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: قبر پختہ نہ کرنا بہتر ہے، اور کریں تو اندر سے کڑا کچا رہے، اوپر سے پختہ کر سکتے ہیں، طول و عرض موافقِ قبرِ میّت ہو، اور بلندی ایک بالشت سے زیادہ نہ ہو، اور صورت ڈھلوان بہتر ہے۔[2]

قبر کی لپائی کرنا

سوال: قبر کو مٹی سے لیپ کرنا کیسا؟

جواب: جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت بحوالہ درمختار فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: قدمنا فی الکراھیۃ انه لایکرہ تطیین القبور فی المختار الخ. ہم باب الکراہیۃ میں ذکر کر چکے ہیں کہ قول مختار میں قبروں کی لپائی مکروہ نہیں۔[3]

1... فتاوی رضویہ، 9/597۔
2... فتاوی رضویہ، 9/425۔
3... فتاوی رضویہ، 9/423۔

قبر کی بلندی

سوال: قبر کی بلندی کس قدر ہونی چاہئے؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

ایک بالشت یا کچھ زائد فی الدر المختار یسنم قدر شبر ایک بالشت کی مقدار کوہان کی طرح بنادی جائے فی ردالمحتار اواکثر شیًا قلیلا بدائع۔ (درمختار) یا کچھ زیادہ کردی جائے، بدائع (ردالمحتار)

زیادہ فاحش (فتیح) بلندی مکروہ ہے۔ حلیہ میں ہے: تحمل الکراھۃ علی الزیادۃ الفاحشۃ وعدمھا علی القلیلۃ المبلغۃ لہ مقدار اربع اصابع اوما فوقہ قلیلا واللہ تعالی اعلم. کراہت بہت زیادہ اونچی کرنے پر محمول ہے اور عدمِ کراہت قلیل زیادتی پر جو ایک بالشت کی مقدار ہو یا اس سے کچھ زائد۔[1]

قبریں ہموار کرکے زراعت کرنا

سوال: قبریں ہموار کرکے زراعت کرنا کیسا؟

جواب: قبریں ہموار کرکے اس پر زراعت کرنا یا کوئی عمارت بنانا سخت حرام جبکہ قبریں غیر کی زمین پر نہ ہوں کہ اس سے میت کو سخت اذیت پہنچتی ہے، اس کی تذلیل ہوتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا:

لَاَنْ یَّجْلِسَ اَحَدُکُمْ عَلٰی جَمْرَۃٍ فَتُحْرِقَ ثِیَابَہٗ فَتَخْلُصَ اِلٰی جِلْدِہٖ خَیْرٌلَّہٗ مِنْ أَنْ یَجْلِسَ

---

1. . . فتاوی رضویہ، 9/527۔

عَلٰی قَبْرٍ.[1] یعنی تم میں سے کسی کا آگ پر اس طرح بیٹھنا کہ اس کے کپڑے جل جائیں اور (جلن) چمڑے تک پہنچے یہ اس سے بہتر ہے کہ کوئی قبر پر بیٹھے۔

فتح القدیر میں ہے:

الاتفاق علٰی انّ حُرمة المسلم میّتا کحرمة حیّا.[2] یعنی اس بات پر اتفاق ہے کہ مردہ مسلمان کی عزت وحرمت زندہ مسلمان کی طرح ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

المیّت یتاذی بما یتاذی به الحی.[3] جس سے زندہ کو ایذا (تکلیف) پہنچتی ہے مردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں۔

قبریں منہدم کرکے زراعت کرنا یاعمارت بنانا تو درکنار علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ قبرستان سے جو نیا راستہ بنے اس سے گزرنا حرام ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

نصوا علی أن المرور فی سکة حادثة فیها حرام[4] یعنی علماء نے تصریح فرمائی قبرستان سے جو نیا راستہ بنے اس سے گزرنا حرام ہے۔

میت کو بغیر تختے کے دفن کرنا

سوال: میت کو بغیر تختے یاسلیٹ (پتھر کی تختی) وغیرہ کے ویسے ہی مٹی ڈال کر دفن کرنا کیسا؟

1... مسلم، کتاب الجنائز، باب النہی عن الجلوس علی القبر، حدیث:2248، ص375۔
2... فتح القدیر، کتاب الجنائز، فصل فی الدفن، 2/102۔
3... ردالمحتار، کتاب الطھارۃ، فصل الاستنجاء، مطلب: القول مرجح علی الفعل، 1/612۔
4... ردالمحتار، کتاب الطھارۃ، فصل الاستنجاء، مطلب: القول مرجح علی الفعل، 1/612۔

جواب: صدر الشریعۃ بدر الطریقۃ المفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفی:1367ھ) فتاویٰ امجدیہ میں فرماتے ہیں: بغیر تختہ یا کسی ایسی چیز کے جو حائل ہو دفن کرنا درست نہیں ۔ مجبوری اگر ہو کہ ایسی چیز دستیاب نہ ہو تو معذور ہے۔[1]

قبرستان سے تر گھاس کاٹنا

سوال: قبرستان سے جانوروں کے لئے یا ویسے ہی تر گھاس کاٹنا کیسا؟

جواب: قبرستان سے سبز گھاس کاٹنا ممنوع ہے کہ جب تک رہے گی تسبیح کرتی رہے گی جس سے رحمت اترتی ہے اور میت کو انس ہوتا ہے ہاں اگر خشک ہو چکی تھی تو کاٹ سکتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ویکرہ قطع الحطب والحشیش من المقبرۃ فإن کان یابسا لا بأس بہ[2] یعنی قبرستان سے تر لکڑی اور گھاس کاٹنا مکروہ ہے ہاں اگر خشک ہو چکی تھی تو مضائقہ نہیں۔

چرنے کے لئے جانور چھوڑنا

سوال: قبرستان میں چرنے کے لئے جانور چھوڑنا کیسا؟

جواب: قبرستان میں چرنے کے لئے جانور چھوڑنا ناجائز و ممنوع ہے کہ اس سے میت کی سخت بے حرمتی ہوتی ہے اور اس کو اذیت پہنچتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا:

لَاَنْ یَّجْلِسَ اَحَدُکُمْ عَلٰی جَمْرَۃٍ فَتُحْرِقَ ثِیَابَہٗ فَتَخْلُصَ اِلٰی جِلْدِہٖ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ اَنْ یَجْلِسَ

1... فتاوی امجدیہ، 1/ 331۔
2... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 183۔

عَلٰی قَبْرٍ[1] یعنی تم میں سے کسی کا آگ پر اس طرح بیٹھنا کہ اس کے کپڑے جل جائیں اور (جلن) چمڑے تک پہنچے یہ اس سے بہتر ہے کہ کوئی قبر پر بیٹھے۔

فتح القدیر میں ہے:

الاتفاق علٰی انّ حُرمة المسلم میّتا کحرمته حیّا.[2] یعنی اس بات پر اتفاق ہے کہ مردہ مسلمان کی عزت وحرمت زندہ مسلمان کی طرح ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

المیّت یتاذی بما یتاذی به الحی.[3] یعنی جس بات سے زندہ کو ایذا پہنچتی ہے مردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں۔

مقبرے کی گھاس (سبز) کاٹنا مکروہ ہے کہ جب تک وہ (گھاس سبز) تر رہتی ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے، اس (سبز گھاس) سے اموات کا دل بہلتا ہے اور ان پر رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے، ہاں خشک گھاس کاٹ لینا جائز ہے مگر وہاں سے تراش کر جانوروں کے پاس لے جائیں، اور یہ ممنوع ہے کہ انہیں قبرستان میں چرنے چھوڑدیں فی جنائز ردالمحتار یکرہ ایضا قطع النبات الرطب والحشیش من المقبرة دون الیابس کما فی البحروالدرر وشرح المنیة وعلله فی الامداد بانه مادام رطباً یسبح الله تعالی فیونس المیّت وتنزل بذکره الرحمة ونحوه فی الخانیة انتهی

1... مسلم، کتاب الجنائز، باب النھی عن الجلوس علی القبر، حدیث:2248، ص375۔
2... فتح القدیر، کتاب الجنائز، فصل فی الدفن، 2/102۔
3... ردالمحتار، کتاب الطھارة، مطلب القول مرجح علی الفعل، 1/612۔

وفی العٰلمکیریة عن البحر الرائق لو کان فیھا حشیش یحش ویرسل الی الدواب ولا ترسل الدواب فیھا یعنی ردالمحتار کے جنائز میں ہے کہ تر گھاس کا مقبرے سے کاٹنا مکروہ ہے خشک کا نہیں، جیسا کہ بحر درر اور شرح منیہ میں ہے اور امداد میں اس کی یہ وجہ بتائی گئی ہے کہ جب تک وہ تر رہتی ہے اللہ کی تسبیح کرتی رہتی ہے جس سے میّت کو انس حاصل ہوتا ہے، اور اس کے ذکر کی وجہ سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ خانیہ میں بھی اسی طرح ہے انتہی، اور عالمگیریہ میں بحر الرائق سے ہے کہ اگر قبرستان میں خشک گھاس ہو تو کاٹ کرلائی جاسکتی ہے مگر جانور اس میں نہ چھوڑے جائیں۔[1]

قبر پر گلاب کا عرق چھڑکنا

سوال: قبر پر گلاب کا عرق چھڑکنا کیسا؟

جواب: وقتِ دفن قبر کے اندر میت کے کفن وغیرہ پر چھڑکنے میں حرج نہیں تدفین کے بعد قبر کے اوپر چھڑکنا فضول اور مال کا ضائع کرنا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں: اِنَّ اللہَ کَرِہَ لَکُمْ ثَلَاثًا قِیلَ وَقَالَ وَاِضَاعَۃَ الْمَالِ وَکَثْرَۃَ السُّؤَالِ[2] یعنی بے شک اللہ پاک کو تمہارے لئے تین چیزیں سخت ناپسند ہیں، فضول بکواس باتیں، مال ضائع کرنا اور زیادہ سوال کرنا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں اسی طرح کے سوال کے

1...فتاوی رضویہ، 9/443۔

2...بخاری، کتاب الزکاۃ، باب قول اللہ تعالیٰ لایسألون الناس...الخ، 1/498، حدیث:1477۔

جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: قبر میں گلاب وقت دفن کے چھڑکنے میں حرج نہیں اور اوپر چھڑکنا فضول اور مال کا ضائع کرنا۔[1]

جنازے کے ساتھ کھانا لے جانا

سوال: جنازے کے ساتھ کھانا لے جانا کیسا؟

جواب: اسی طرح کے سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ فتاویٰ رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں: مردہ کی طرف سے تصدق (صدقہ) کرنا چاہئے اور ساتھ لے جانا فضول ہے۔ اور علامہ طحطاوی نے اسے بدعت لکھا ہے۔[2]

1…فتاوی رضویہ، 9/613۔
2…فتاوی رضویہ، 9/613۔

ساتواں باب

تعزیت کا بیان

تعزیت کرنا

سوال: تعزیت کا مقصد کیا ہے؟ اور تعزیت کرنا کیسا ہے؟

جواب: تعزیت کا بنیادی مقصد لَوَاحِقِیْن کے غم میں شریک ہو کر اُنہیں حوصلہ دینا اور انہیں صبر کی تلقین کرنا ہے۔ تعزیت مَسْنُوْن عمل ہے اور اگر قریبی رشتہ ہو تو صِلَۂ رَحمی (اچھا سلوک کرنے) کے تقاضے کے پیشِ نظر تعزیت کی اَہمِیَّت مزید بڑھ جاتی ہے یونہی حقِّ پڑوس اور حقِّ رفاقت یا دوستی یا ساتھ کام کرنا وغیرہ وہ تعلقات ہیں جن میں تعزیت کرنا اور لَوَاحِقِیْن کو حوصلہ دینا اِنتہائی اَہم عمل ہے۔ اس عمل سے ایک طرف رشتہ داروں یا ساتھ اُٹھنے بیٹھنے والوں سے تعزیت کرنے، تسلّی دینے اور میت کے لئے دُعا کرکے لَوَاحِقِیْن کے دل میں خوشی داخل کرنے سے لَوَاحِقِیْن پر پہاڑ جیسے صَدْمے کا بوجھ کم ہوتا چلا جاتا ہے تو دوسری طرف تعزیت کرنے والا خود غرضی اور مطلب پرستی کا شکار نہیں ہوتا کیونکہ جو انسان اپنے رشتہ داروں، دوست احباب اور پڑوسیوں کی خوشی غمی میں شریک ہوتا ہے وہ مِلَنْسار کہلاتا ہے اور مِلَنْسار ہونا اَخلاقِیات میں ایک اچھا وصف ہے۔ فیضُ القدیر میں ہے: امام نَوَوِی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں کہ تعزیت کا مطلب ہے صبر کی تلقین کرنا اور ایسی باتیں ذکر کرنا جو میت کے لَوَاحِقِیْن کو تسلی دیں اور اُن کے غم اور مصیبت کو ہلکا کریں۔[1]

1... فیض القدیر، 6/232۔

تعزیت کس سے کریں

سوال: تعزیت کس سے کرنی چاہئے؟

جواب: مستحب یہ ہے کہ میّت کے تمام قریبی رشتہ داروں سے تعزیت کریں چھوٹے بڑے مرد و عورت سب سے مگر بالغ عورت کو اُس کے محارم ہی تعزیت کریں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

يستحب ان يعم بالتعزية جميع اقارب الميت الكبار والصغار والرجال والنساء الا ان يكون امرأة شابة فلا يعزيها الا محارمها[1] یعنی مستحب یہ ہے کہ میت کے تمام اقارب سے تعزیت کریں۔ چھوٹے ہوں یا بڑے، مرد ہو یا عورت لیکن اگر عورت بالغ ہو تو صرف اس کے محارم تعزیت کریں۔

تعزیت کے الفاظ

سوال: تعزیت کن الفاظ میں کرنی چاہئے؟

جواب: تعزیت کے ایسے پیارے الفاظ ہونے چاہئیں جس سے اس غمزَدہ کی تسلی ہو جائے۔ تعزیت میں یہ الفاظ بھی کہہ سکتے ہیں: "اللہ پاک مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اس پر اپنی رحمت دراز فرمائے اور تم کو صبر عطا فرمائے اور مصیبت پر ثواب عطا فرمائے۔ ان الفاظ میں یا اس سے ملتے جلتے دوسرے الفاظ سے بھی تعزیت کر سکتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ان لفظوں سے تعزیت فرمائی: لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَاَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى.[2] اللہ پاک ہی کا ہے جو اُس نے لیا اور عطا کیا اور اُس کے نزدیک ہر چیز ایک

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/183۔
2... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/183۔

مقررہ مدت کے ساتھ ہے۔“

مفتی احمد یار خان نعیمی مراۃ المناجیح میں فرماتے ہیں: فقیر کا تَجْرِبَہ ہے کہ اگر اس موقع پر غمزدوں کو واقعاتِ کربلا یاد دلائے جائیں اور کہا جائے کہ ہم لوگ تو کھا پی کر مرتے ہیں وہ شاہزادے تو تین دن کے روزہ دار شہید ہوئے تو بہت تسلی ہوتی ہے۔[1]

تعزیت کا وقت

سوال: تعزیت کا وقت کب تک ہوتا ہے؟

جواب تعزیت کا وقت وفات سے تین دن تک ہے افضل یہ ہے کہ پہلے ہی دن تعزیت کی جائے۔ البتہ جس شخص کو فوتگی کا علم نہ ہو تو وہ بعد میں بھی تعزیت کرسکتا ہے۔ باقی لوگوں کے لئے تین دن بعد تعزیت کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللهِ علیہ فتاوی رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں: ”پہلے ہی دن ہونا بہتر و افضل ہے فی الدر المختار اولھا افضلھا یعنی ایام تعزیۃ “ایّامِ تعزیت میں پہلا دن افضل ہے۔[2]

دفن سے پہلے تعزیت کرنا

سوال: دفن سے قبل تعزیت کرنا کیسا؟

جواب: دفن سے پہلے بھی تعزیت جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ دفن کے بعد ہو یہ افضل بھی اُس وقت ہے کہ لواحقینِ میّت جزع و فزع نہ کرتے ہوں ورنہ ان کو تسلی دینے کے لئے دفن سے پہلے ہی کرے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

1…مراۃ المناجیح، 2/507۔
2…فتاوی رضویہ، 9/395۔

هي بعد الدفن أولى منها قبله وهذا إذا لم ير منهم جزع شديد فإن رئی ذلک قدمت التعزية.[1] یعنی دفن سے پہلے تعزیت کرنے سے بعد میں کرنا افضل ہے۔یہ اس وقت ہے جب اہل مصیبت اس صدمہ سے بے قرار نہ ہوں اور اگر ایسی حالت ہو تو پہلے تعزیت کریں۔

بار بار تعزیت کرنا

سوال: کیا بار بار تعزیت کر سکتے ہیں؟

جواب: جو ایک بار تعزیت کر آیا اسے دوبارہ تعزیت کے لئے جانا مکروہ ہے۔علامہ حصکفی رحمۃُ اللہِ علیہ در مختار میں فرماتے ہیں:

"تکره التعزية ثانيا"[2] یعنی دوسری بار تعزیت کرنا مکروہ ہے۔

تعزیت کے بعد نہانا اور کپڑے بدلنا

سوال: کیا تعزیت کے تین دن کے بعد نہانا اور کپڑے بدلنا لازمی ہے؟

جواب: شریعتِ مطہرہ میں تعزیت (سوگ) کے تین دن بعد نہانا اور کپڑے بدلنا لازمی نہیں ہے، جبکہ غسل فرض ہونے کی کوئی صورت اور کپڑے بدلنے کی کوئی شرعی وجہ نہ ہو۔[3]

میت کے رشتہ داروں کا گھر میں بیٹھنا

سوال: میّت کے رشتہ داروں کا گھر میں بیٹھنا تا کہ لوگ ان کی تعزیت کو آئیں کیسا؟

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 183۔
2... در مختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، 3/ 177۔
3... فتاوی اہلسنت، فتوی نمبر: WAT-1674، تاریخ اجرا: 03 ذوالقعدۃ الحرام 1444ھ/ 24 مئی 2023ء

جواب: بہتر تو یہ ہے کہ تعزیت وصول کرنے کے لئے کسی دن بھی نہ بیٹھا جائے اور اگر بیٹھنا ہی ہو تو اہلِ خانہ کو تین دن تک تعزیت وصول کرنے کے لئے گھر میں بیٹھنے کی بِلا کراہت رخصت و اجازت ہے جبکہ کوئی مَمنوع کام نہ کریں (مثلاً عمدہ عمدہ بچھونے بچھانا، میّت کی تعریف میں حد سے غلو، تعزیت کے وقت وہ باتیں جو غم و اَلم کو زیادہ کریں اور میّت کی بھولی ہوئی باتیں یاد دلائیں) اور تین دن کے بعد اس غرض سے بیٹھنا مکروہِ تنزِیہی ہے۔[1]

میت کے گھر کھانا پکانا

سوال: میت کے گھر میں کھانا پکانا کیسا؟

جواب: میت کے گھر میں روٹی پکانا شرعاً منع نہیں۔ لیکن موت کی پریشانی میں عموماً پکاتے نہیں ہیں۔ پہلے دن میت کے گھر کھانا بھیجنا اور اہلِ میت کو باصرار کھلانا سنت ہے، لیکن رشتہ دار یا پڑوسی جو بھی کھانا بھیجنے والے ہیں ان پر لازم ہے کھانا صرف اتنا ہی بھیجیں جو اہلِ میت کو کافی ہو اس سے زیادہ کی اجازت نہیں نہ دوسرے دن بھیجنے کی اجازت۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

موت کی پریشانی کے سبب وُہ لوگ پکاتے نہیں ہیں، پکانا کوئی شرعاً منع نہیں، یہ سنت ہے کہ پہلے دن صرف گھر والوں کے لئے کھانا بھیجا جائے اور انہیں باصرار کھلایا جائے، نہ دوسرے دن بھیجیں، نہ گھر سے زیادہ آدمیوں کے لئے بھیجیں۔[2]

میت کے اوصاف بیان کر کے بلند آواز سے رونا

سوال: میت کے اوصاف مبالغہ کے ساتھ بیان کر کے بلند آواز سے رونا کیسا؟

1... فتاوی اہلسنت، تاریخ اجرا: ماہنامہ فیضان مدینہ جنوری / فروری 2019

2... فتاوی رضویہ، 9/90۔

جواب: اسی کو بین اور نوحہ کہتے ہیں۔ یہ بالاجماع حرام ہے۔ اسی طرح بے صبری کا مظاہرہ کرنا ہائے مصیبت کہہ کر چلانا، سینہ پیٹنا، چہرہ نوچنا حرام اور سخت حرام ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وشق الجيوب وخدش الوجوه ونشر الشعور ونثر التراب على الرءوس والضرب على الفخذ والصدر وإيقاد النار على القبور فمن رسوم الجاهلية والباطل والغرور[1] یعنی گریبان پھاڑنا، منہ نوچنا، بال کھولنا، سر پر خاک ڈالنا، سینہ پیٹنا، ران پر ہاتھ مارنا یہ سب زمانہ جاہلیت کے کام ہیں اور حرام ہیں۔

آنسو آنا اور دل میں غم کی کیفیت

سوال: آنسو آنا اور غم کی کیفیت ہونا کیسا؟

جواب: اس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا:

اَلَا تَسْمَعُوْنَ اِنَّ اللهَ لَا یُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَیْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ[2] یعنی خبر دار ہو کر سن لو کہ آنکھ کے آنسو اور دل کے غم کے سبب خدائے تعالیٰ عذاب نہیں فرماتا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

والبكاء مع رقة القلب لا بأس به.[3] یعنی دل میں غم کی کیفیت کے ساتھ بے آواز رونے میں کوئی حرج نہیں۔

---

1 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 184۔
2 . . . بخاری، کتاب الجنائز، باب البکاء عند المریض، 1/ 441، حدیث:1304۔
3 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/ 184۔

میت پر رونے سے میت کو عذاب

سوال: کیا میت کے لواحقین کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے؟

جواب: میت کی فوتگی کی وجہ سے شِدّتِ غم میں آنسو نکل آئے اور چیخ وپکار کے بغیر رونا آجائے تو اس میں شرعاً حرج نہیں۔ تاہم میت پر چلا کر رونا، جزع، فزع کرنا حرام ہے اور اپنے گھر والوں کے اس طرح رونے سے میت کو تکلیف ہوتی ہے کہ میت کو ہر اس چیز سے تکلیف ہوتی ہے جس سے زندوں کو ہوتی ہے۔ اور چلا کر رونے سے زندہ پریشان ہوتے ہیں، ایذا پاتے ہیں، چہ جائیکہ مردہ کہ جس پر ابھی ایسی سخت تکلیف گزر چکی ہے اسی وجہ سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: میت کو چلا کر رونے سے تکلیف نہ دو۔[1]

باقی رہی وہ حدیث جس میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میت کو اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔ تو اس حدیث میں عذاب سے مراد تکلیف ہے یعنی میت کے گھر والے جب روتے ہیں تو میت کو انہیں اس طرح دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے۔

اور دوسرا محمل شارحین نے یہ بیان فرمایا کہ اگر عذاب سے مراد عذاب ہی ہو، تو یہ وعید اس شخص کے لئے ہوگی جو یہ وصیت کر کے مرا ہو کہ مجھ پر چلا چلا کر رونا، نوحہ کرنا وغیرہ۔ ایسے شخص کو اس کے گھر والوں کے چلا کر رونے اور نوحہ کرنے سے عذاب ہوگا ورنہ اگر اس نے وصیت نہیں کی، تو اسے عذاب کیوں ہوگا؟ قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے واضح لفظوں میں ارشاد فرمادیا کہ کوئی بھی جان کسی دوسرے کے کئے اعمال کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

1... مسند الفردس، 1/98، حدیث:318۔

Go To Index

واختلف العلماء فیه فذهب الجمهور إلى أن الوعيد في حق من أوصى بأن يبكى عليه ويناح بعد موته فنفذت وصيته فهذا يعذب ببكاء أهله عليه ونوحهم لأنه تسببه وأما من بكوا عليه وناحوا من غير وصية فلا لقوله تعالی: {وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى}[1] علما کا اس حدیث میں اختلاف ہے جمہور کا موقف یہ ہے کہ یہ وعید اس شخص کے حق میں ہے جس نے خود پر رونے اور نوحہ کرنے کی وصیت کی ہو، اور اس کی وصیت نافذ ہو گئی، تو ایسے شخص کو اس کے گھر والوں کے رونے اور نوحہ کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے، کہ یہ اس کا سبب بنا۔ اور جو لوگ میت کی وصیت کے بغیر خود ہی روئیں اور نوحہ کریں تو اس کا عذاب میت کو نہیں ہوتا، کہ اللہ رب العزت کا فرمان موجود ہے کہ کوئی بھی جان کسی دوسرے کے اعمال کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔

قبرستان میں تعزیت کرنا

سوال: قبرستان میں تعزیت کرنا کیسا؟

جواب: قبرستان میں تعزیت کرنا بدعت ہے۔ خاتم المحققین امام ابن عابدین، محمد امین بن عمر (المتوفی:1252ھ) فتاویٰ شامی میں فرماتے ہیں:

التعزية عندالقبر بدعة[2] قبر کے پاس تعزیت بدعت ہے۔

بعدِ دفن میت کے گھر آکر بیٹھنا

سوال: تدفین کے بعد میت کے مکان پر آکر بیٹھنا کیسا؟

1...مرقاۃ المفاتیح، 4/208۔

2...ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، مطلب فی کراہیۃ الضیافۃ من اہل المیت، 3/177۔

جواب: دفن کے بعد میّت کے مکان پر آنا اور تعزیت کر کے اپنے اپنے گھر جانا اگر اتفاقاً ہو تو حرج نہیں اور اس کی رسم نہ کرنا چاہیے اور میّت کے مکان پر تعزیت کے لئے لوگوں کا مجمع کرنا دفن کے پہلے ہو یا بعد اسی وقت ہو یا کسی اور وقت خلاف اولیٰ ہے اور کریں تو گناہ بھی نہیں۔

اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: بہتر یہ ہے کہ منتشر ہو جائیں، پھر میّت کے گھر جانے کو لازم نہ سمجھیں۔[1]

سیاہ لباس یا سیاہ پٹی باندھنا

سوال: سوگ کی وجہ سے مردوں کو سیاہ کپڑے پہننا یا بازو پر سیاہ پٹی باندھنا کیسا؟

جواب: سوگ کے لئے سیاہ کپڑے پہننا مردوں کو ناجائز ہے۔ یونہی سیاہ پٹی بھی ناجائز ہے کہ اس میں نصاریٰ کی مشابہت ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ویکرہ للرجال تسوید الثیاب وتمزیقھا للتعزیۃ.[2]

یعنی مردوں کو تعزیت کے لئے سیاہ لباس پہننا اور کپڑے پھاڑنا مکروہ ہے۔

1... فتاوی رضویہ، 9/372۔

2... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، 1/184۔

Go To Index

آٹھواں باب

موت کی عدّت کا بیان

عدّت کی تعریف

سوال: عدّت کسے کہتے ہیں؟

جواب: طلاق یا شوہر کی موت کے بعد شریعت کے مقرر کردہ اوقات تک دوسرے نکاح سے باز رہنے کو عدت کہتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

هي انتظار مدة معلومة يلزم المرأة بعد زوال النكاح حقيقة أو شبهة المتأكد بالدخول أو الموت.[1] یعنی عدت ایک مدت معلومہ تک اس انتظار کو کہتے ہیں جو عورت کے نکاحِ صحیح یا فاسد کے زوال کے بعد لازم ہوتا ہے جو قربت یا شوہر کی موت سے پختہ ہو جاتا ہے۔

موت کی عدت

سوال: جس کا شوہر فوت ہو گیا کتنے دن عدت گزارے گی؟

جواب: اگر شوہر فوت ہو گیا اور عورت حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے اور اگر شوہر کی موت کے وقت حاملہ ہو تو اس کی عدت وضعِ حمل ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ میں ہے:

وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ	ترجمہ کنز العرفان: اور تم میں سے جو مر جائیں اور بیویاں چھوڑیں تو وہ بیویاں چار

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدۃ، 1/ 552۔

اَشۡهُرٍ وَّعَشۡرًا ۚ (پ2،بقرہ:234)	مہینے اور دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔

سورہ طلاق میں ہے:

وَاُولَاتُ الۡاَحۡمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنۡ يَّضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ ؕ (پ28،طلاق:4)	ترجمہ کنزالایمان: اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جَن لیں۔

چار ماہ دس دن قمری یا عیسوی

سوال: چار ماہ دس دن چاند کے اعتبار سے ہے یا عیسوی مہینے کے اعتبار سے؟

جواب: چاند ہی کا اعتبار ہے لیکن اس میں دو صورتیں ہیں:

(1) اگر شوہر چاند کی پہلی تاریخ کو فوت ہوا خواہ رات ہو یا دن، تو چاند کے اعتبار سے چار ماہ اور پانچویں مہینے کے دس دن گزارے تو چار ماہ دس دن عدت پوری ہو جائے گی۔

(2) اور اگر شوہر پہلی تاریخ کے علاوہ کسی اور تاریخ کو فوت ہوا تو عدت 130 دن ہو گی۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہِ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

”غیر حاملہ بیوہ کی عدت اگر خاوند کسی مہینے کی پہلی شب یا پہلی تاریخ میں مرا اگرچہ عصر کے وقت، چار مہینے دس دن ہیں یعنی چار ہلال اور ہو کر اس پانچویں ہلال پر وقت وفات شوہر کے اعتبار سے دس دن کامل اور گزر جائیں اور پہلی تاریخ کے سوا اور کسی تاریخ میں مرا تو ایک سو تیس 130 دن کامل (پورے) لئے جائیں۔“[1]

رخصتی سے قبل شوہر فوت ہو گیا

سوال: اگر کسی عورت کا شوہر رخصتی سے قبل ہی فوت ہو گیا تو کیا عدت ہے اگر عدت

1 . . . فتاوی رضویہ، 13/294۔

ہے تو کہاں گزارے گی؟

جواب: وفات کی صورت میں عدت مطلقاً چار ماہ دس دن واجب ہوتی ہے قربت ہو یا نہ ہو کیونکہ عدتِ وفات کا مقصد صرف برآتِ رحم ہی نہیں بلکہ شوہر کی موت کا سوگ بھی ہے جو اس پر واجب ہے۔ اور جہاں یہ شوہر کی وفات کے وقت رہ رہی تھی عدت وہیں گزارے گی۔ مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد وقارالدین قادری رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفٰی:1413ھ) وقارالفتاوی میں فرماتے ہیں:

موت کی عدت بہر صورت واجب ہوتی ہے۔ میاں بیوی کی ملاقات تنہائی میں ہوئی ہو یا نہ صورتِ مسئولہ میں بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن ہے اور اسے عدت وہیں گزارنی چاہیے جہاں یہ شوہر کے قتل کے وقت تھی۔[1]

نابالغہ بیوی

سوال: نابالغہ بچی جس کا شوہر فوت ہو گیا کیا وہ بھی عدت گزارے گی؟

جواب: جی ہاں! تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:

(و) العدة (للموت) اربعة اشهر (وعشرة (مطلقا) وطئت اولا ولو صغيرة او كتابية تحت مسلم ولو عبد افلم يخرج عنها الا الحامل.[2] یعنی موت کی عدت مطلقاً چار ماہ دس دن ہے بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اگرچہ نابالغہ ہو یا کتابیہ، مسلمان کے نکاح میں ہو یا مسلمان غلام کے نکاح میں، صرف حاملہ کا حکم اس سے علیحدہ ہے کہ اس کی عدت وضعِ حمل ہے۔

1...وقار الفتاوی، 3/209۔

2...تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدة، 5/190۔

اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: "وفات کی عدت عورتِ غیرِ حامل پر مطلقاً چار مہینے دس دن ہے خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ، مدخولہ ہو یا غیرِ مدخولہ۔"[1]

عدت وفات کا نفقہ

سوال: عدتِ وفات کا نَفَقہ کس پر ہے؟

جواب: عدت وفات کا نفقہ کسی پر نہیں۔ عورت اپنے پاس سے کھائے اور اگر پاس نہ ہو تو کوئی جائز کام کرے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: عدت موت کا نفقہ کسی پر نہیں ہوتا خود اپنے پاس سے کھائے پاس نہ ہو تو دن کو محنت و مزدوری کے لئے باہر جاسکتی ہے، چار مہینے دس دن وہیں گزارنا فرض ہے، اللہ عزوجل کے ادائے فرض میں حیلے نہ کئے جائیں واللہ یعلم المفسد من المصلح (اللہ تعالیٰ مفسد اور مصلح کو جانتا ہے) اگر اندیشہ واقعی و صحیح ہے بذریعہ حکومت بندوبست کرے۔[2]

طلاقِ رجعی دی تھی دورانِ عدت شوہر فوت ہو گیا

سوال: عورت کو طلاقِ رجعی دی تھی اور عدت میں شوہر فوت ہو گیا تو کیا کرے؟

جواب: اس صورت میں موت کی عدت پوری کرے اور طلاق کی عدت جاتی رہی خواہ صحت کی حالت میں طلاق دی ہو یا مَرَض میں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

رجل طلق امرأته طلاقا رجعيا فاعتدت بثلاث حيض إلا يوما فمات

1... فتاوی رضویہ، 13/293۔
2... فتاوی رضویہ، 13/330۔

الزوج یلزمھا أربعة أشھر وعشر.[1] یعنی کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاقِ رجعی دی، اور تین حیض عدت پوری ہونے میں ایک دن باقی تھا کہ شوہر فوت ہو گیا تو اب اس پر چارماہ دس دن عدت لازم ہے۔

طلاقِ بائن یا مغلَّظہ کی عدت میں شوہر فوت ہو گیا

سوال: بائن طلاق دی تھی یا تین طلاقیں دیں اور عدت کے دوران شوہر فوت ہو گیا تو عورت کون سی عدت پوری کرے؟

جواب: بائن طلاق دی تھی یا تین طلاقیں دیں اور عدت کے دوران شوہر فوت ہو گیا تو اس کی تین صورتیں ہیں:

(1) عورت حاملہ ہے تو اس کی عدت بہر صورت وضع حمل ہے۔

(2) شوہر نے طلاق صحت میں دی یا شوہر نے طلاق مرض الموت میں دی مگر عورت کی رضامندی سے دی تو عدت تین حیض ہو گی۔

(3) اگر شوہر نے طلاق مرض الموت میں بغیر بیوی کی رضامندی کے دی تو موت اور طلاق میں سے جو عدت مدت میں دراز ہو اس کا اعتبار ہو گا۔یعنی مذکورہ صورت میں اگر تین حیض تو مکمل ہو گئے لیکن چار ماہ دس دن مکمل نہیں ہوئے تو چار ماہ دس دن پورے کرے،اسی طرح اگر شوہر کی وفات کے بعد چار ماہ دس دن مکمل ہو گئے لیکن تین حیض مکمل نہیں ہوئے تو تین حیض کی عدت پوری کرے گی۔

اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللهِ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

---

1 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدۃ، 1/ 556۔

یہ مطلقہ اگر حاملہ تھی تو عدت حمل ہے مطلقاً، اور اگر حمل نہ تھا تو طلاقِ مذکور اگر شوہر نے اپنی صحت میں دی یا برضائے زوجہ مرض الموت میں دی تو عدت تین حیض ہے، موتِ شوہر سے نہ بدلے گی، اور اگر طلاقِ بائن مرض الموت میں بے رضائے زن دی تو تین حیض، اور چار مہینے دس دن سے جو مدت دراز تر ہے وہ عدت ہے یعنی چار ماہ و دہ روز بعد موت گزرنے سے پہلے طلاق کے بعد تین حیض کامل ختم ہو جائیں تو بعدِ مرگ چار ماہ دس یوم انتظار کرے، اور اگر مرگ شوہر پر چار مہینے دس دن ہو گئے اور ہنوز بعدِ طلاق تین حیض کامل نہ ہوئے تو تین حیض کامل ہونے تک منتظر رہے۔ (1)

خوف کی وجہ سے عدت والدین کے گھر گزارنا

سوال: کیا عورت دورانِ عدت کسی مجبوری یا کسی خوف کی وجہ سے دوسرے شہر اپنے والدین کے گھر میں عدت گزارنے آسکتی ہے؟

جواب: اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

اوّلاً یہاں شرعاً واقعی عذر سچی مجبوری دیکھی جاتی ہے۔ واللہ یعلم المفسد من المصلح. (اللہ تعالیٰ مفسد اور مصلح کو جانتا ہے) خدا ہر ایک کا نہاں وعیاں سب جانتا ہے اگر ایامِ عدت تک وہاں رہنے میں کوئی خوفِ صحیح و اندیشۂ واقعی ہندہ کے مال یا جان ناموس پر نہیں، کوئی ضرر صحیح وہاں اتنے دن گزارنے میں نہیں یا ہے تو اس کا علاج اسے ممکن ہے مثلاً اس کے بعض اعزّہ محارم اس کے پاس رہ سکتے ہیں یا قابل اعتماد عورات کو ساتھ کے لئے رکھ سکتی ہے اگرچہ اجرت دے کر، تو اسے ہرگز اجازت نہیں ہو سکتی، خوف میں شاید

1... فتاوی رضویہ، 13/313۔

اور عجب نہیں کا لحاظ نہیں ہوتا بلکہ خوفِ صحیح منشائے صحیح سے ناشی ہونا چاہیئے نہ اس وحشت کا کچھ اعتبار جو کم عمری کا لازمہ ہے خصوصاً ایسے غم کی حالت میں جب تک وہ ایسی شدت پر نہ ہو جس سے نقصانِ صریح عقل وغیرہ پر پہنچنے کا خطرہ ہو۔

ثانیاً اور اگر واقعی حالتِ مجبوری ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ اس مکانِ سکونت سے قریب تر کون سا مکان ایسا ہے جس میں وہ اندیشہ وخطرہ نہ ہو، اگر اسی شہر میں کوئی دوسرا مکان قابل اطمینان اپنے کسی عزیز کا ہو تو وہاں چلی جائے، شہر سے باہر جانے کی اجازت نہیں بلکہ وہیں دو محلوں میں دو مکان قابلِ اطمینان ہوں ایک دور ایک پاس، تو دور والے میں جانے کی اجازت نہیں، اور اگر اس شہر میں نہ ہو مگر دوسرے شہر کہ بہ نسبت شہرِ والدین اور اس شہرِ سکونت سے قریب تر ہے میں کوئی مکان قابلِ اطمینان ہے تو وہیں جائے، ہاں اگر سب صورتیں معدوم ہوں تو البتہ بحالتِ ضررِ صریح و مجبوریٔ محض اجازت ہے۔ (1)

بقدرِ کفالت مال کے لئے باہر جانا

سوال: اگر عورت کے پاس بقدر کفایت مال نہیں اور باہر جا کر محنت مزدوری کر کے لائے گی تو کام چلے گا تو کیا اسے باہر جانے کی اجازت ہے؟

جواب: موت کی عدت میں اگر باہر جانے کی حاجت ہو کہ عورت کے پاس بقدر کفایت مال نہیں اور باہر جا کر محنت مزدوری کر کے لائے گی تو کام چلے گا تو اسے اجازت ہے کہ دن میں اور رات کے کچھ حصّے میں باہر جائے اور رات کا اکثر حصّہ اپنے مکان میں گزارے مگر حاجت سے زیادہ باہر ٹھہرنے کی اجازت نہیں۔ اور اگر بقدرِ کفایت (جس سے گزر بسر ہو سکتا ہے) اس کے پاس خرچ موجود ہے تو اسے بھی گھر سے نکلنا مطلقاً منع ہے اور اگر خرچ

1...فتاوی رضویہ، 13/ 333۔

موجود ہے مگر باہر نہ جائے تو کوئی نقصان پہنچے گا مثلاً زراعت کا کوئی دیکھنے بھالنے والا نہیں اور کوئی ایسا نہیں جسے اس کام پر مقرر کرے تو اس کے لئے بھی جاسکتی ہے مگر رات کو اُسی گھر میں رہنا ہو گا۔ یوہیں کوئی سودا لانے والا نہ ہو تو اس کے لئے بھی جاسکتی ہے۔

تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:

(معتدة موت تخرج فی الجديدين و تبيت) اكثر الليل (فی منزلها) لان نفقتها عليها فتحتاج للخروج حتى لوكان عندها كفايتها صارت كالمطلقة فلايحلها الخروج[1] اقول فكذا اذا قدرت على الكسب فی البيت من دون خروج فان المبيح هی بالضرورة فبحيث لاضرورة فلااباحة وهذا واضح جدا.[2] یعنی موت کی عدت والی عورت ضرورت پر دن میں اور رات میں گھر سے باہر نکل سکتی ہے، اور رات کا اکثر حصہ اپنے گھر میں ہی رہے کیونکہ اس نے اپنا خرچہ خود پورا کرنا ہے اس لئے وہ باہر نکلنے کی محتاج ہے حتی کہ اگر اپنی کفایت اور ضرورت کے لئے اس کے پاس نفقہ ہو تو یہ مطلقہ عورت کی طرح ہے اس کو باہر نکلنا حلال نہیں ہے، اقول (میں کہتا ہوں) یونہی اگر وہ گھر میں رہ کر کوئی محنت کرکے اپنا خرچہ بنا سکتی ہے تو نکلنا حلال نہ ہو گا کیونکہ اس کا باہر نکلنا ضرورت کی بناء پر جائز ہوا ہے اور جب ضرورت نہیں تو جواز بھی نہیں، اور یہ بات بالکل واضح ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللهِ علیہ (المتوفی:1340ھ) ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: ”تا ختمِ عدت عورت پر اسی مکان میں رہنا واجب

1 . . . تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدة، 5/ 228۔

2 . . . فتاوی رضویہ، 13/ 359۔

ہے، شاہجہان پور خواہ کسی جگہ لے جانا جائز نہیں، ہاں جس کے پاس کھانے پہننے کو نہیں اور اسے ان چیزوں کی تحصیل میں باہر نکلنے کی ضرورت ہے کہ بغیر اس کے خوردونوش کا سامان گھر میں بیٹھے نہیں کر سکتی تو وہ صبح وشام باہر نکلے اور شب اسی مکان میں بسر کرے دوسرے مکان میں چلے جانا ہر گز جائز نہیں۔"[1]

عورت میکے رہنے کے لئے گئی تھی کہ شوہر فوت ہو گیا

سوال: عورت اپنے میکے گئی تھی یا کسی کام کے لئے کہیں اور گئی تھی اُس وقت شوہر فوت گیا تو عدت کہاں گزارے؟

جواب: فوراً بلا توقف وہاں سے واپس آئے۔ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:

طلقت أو مات وهي زائرة في غير مسكنها عادت إليه فورا لوجوبه عليها .[2] یعنی شوہر نے طلاق دے دی یا شوہر فوت ہو گیا اس وقت یہ اپنے گھر کے علاوہ کہیں رہنے گئی تھی تو فوراً لوٹ آئے اس لئے کہ اس کا لوٹ آنا واجب ہے۔

جان ومال کے نقصان کا اندیشہ

سوال: حاملہ عورت اپنے بیمار شوہر کو اس کی رضا سے چھوڑ کر میکے آئی دوسرے دن اس نے بلایا تو نہیں گئی تین دن بعد شوہر فوت ہو گیا اب وہ ڈرتی ہے کہ شوہر کے متعلقین مجھے مار ڈالیں یا میرا مال واسباب چھین لیں گے تو اب کیا حکم ہے؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفی:1340ھ) ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: زوجہ پر فرض ہے کہ اپنے شوہر کی خبرِ مرگ

1 . . . فتاوی رضویہ، 13/327۔
2 . . . تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، 5/229۔

سنتے ہی فوراً اس کے گھر چلی جائے اور وضعِ حمل تک وہیں رہے اور غلط عذر درمیان میں نہ لائے، ایسا خیال بہت ناقابلِ قبول ہے کہ قتل کردی جائے گی، رہا مال اسے ساتھ نہ لے جائے، اپنے ساتھ اپنے اقارب سے کسی کو رکھے جس سے حفاظت متوقع ہو، ہاں اگر کوئی صورت ممکن نہ ہو اور واقعی سچا اندیشہ جان کا ہے جس کا تدارک اس کے قابو میں نہیں تو نہ جانے کے لئے عذر صحیح ہے، اور اللہ تعالیٰ صحیح و غلط سب کو خوب جانتا ہے۔[1]

کورٹ میں وراثت وغیرہ کے اہم کیس کے لئے جانا

سوال: کورٹ میں وراثت وغیرہ کا اہم کیس چل رہا ہو تو کیا عورت کورٹ میں جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

سائل نے ظاہر کیا کہ عورت مسکینہ ہے پانچ روپے کی ایک معاش کہ اس کے شوہر نے اسے لکھ دی تھی صرف وہی پاس رکھتی ہے اور اہلکار کچہری کو کمیشن دے کر بلانے کی استطاعت اصلاً نہیں اور اگر نہ جائے تو وہ جائداد اس کے نام نہ ہوگی اور وہ جگہ جہاں جانا چاہتی ہے اس کے مکانِ عدت سے صرف چھ میل دور ہے دن ہی دن میں جانا اور مکان میں واپس آکر رات مکان عدت ہی میں بسر کرنے کی اجازت ہے۔

ردالمحتار میں ہے: قال فی النھر ولابدان یقید ذٰلک بان تبیت فی بیت زوجھا یعنی نہر میں کہا ہے یہاں یہ قید ضروری ہے کہ رات کو خاوند والے گھر واپس آئے

1... فتاوی رضویہ، 13/308۔

اور وہاں رات گزارے۔[1]

مکان کا کرایہ نہیں

سوال: شوہر کرائے کے مکان میں رہتا تھا فوت ہو گیا بیوہ کے پاس کرایہ دینے کے لئے پیسے نہیں کیا وہ اپنے میکے جا کر عدت گزار سکتی ہے؟

جواب: جہاں سے ممکن ہو کرایہ ادا کرے اور عدت کے دن وہیں گزارے۔ اور واقعی بیوہ کی حیثیت ایسی نہیں کہ وہ کرایہ ادا نہ کرسکے تو اس کے قریب جو کم کرائے کا مکان دستیاب ہو یا قریب میں کسی عزیز کا مکان ہو جس میں بے کرایہ رہ سکتی ہے تو اس قریب تر مکان میں چلی جائے اور وہاں عدت کے دن پورے کرے، عزیز کا مکان یا کم کرایہ والا دونوں میں جو نزدیک ہو اس میں جا سکتی ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

وھی فی دار باجرۃ قادرۃ علي دفعھا فلیس لھا ان تخرج بل تدفع.[2] یعنی اگر موت کی عدت والی کسی کرایہ کے مکان میں ہو اور کرایہ دینے پر قادر ہو تو اس کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں بلکہ کرایہ ادا کرے۔

تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:

(وتعتدان) أي معتدة طلاق وموت (في بيت وجبت فيه) ولا يخرجان منه (إلا أن تخرج أو يتهدم المنزل، أو تخاف) انهدامه، أو (تلف مالها، أو لا تجد كراء البيت) ونحو ذلك من الضرورات فتخرج لأقرب موضع

1…فتاوی رضویہ، 13/329۔
2…ردالمحتار، کتاب الطلاق، مطلب الحق ان علی المفتی ان ینظر فی خصوص الوقائع، 5/228۔

Go To Index

إلیہ.[1] یعنی موت اور طلاق کی عدت والی عورتوں کو گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں اسی مکان میں عدت بسر کریں جہاں عدت واجب ہوئی ہے ہاں اگر انہیں جبراً نکالا جائے یا وہ مکان گر جائے یا گرنے کا خطرہ ہو یا وہاں مال کے نقصان کا خطرہ ہو، یا مکان کرایہ پر تھا عورت کرایہ دینے کی طاقت نہ رکھتی ہو، یا اور اس قسم کی ضروریات ہوں جن سے مجبور ہو تو قریب ترین جگہ میں منتقل ہو جائے۔

شوہر کو علاج کے لئے میکے لے کر گئی تھی کہ شوہر فوت ہو گیا

سوال: بیمار شوہر کو علاج کے لئے اپنے باپ کے گھر لے گئی کہ شوہر فوت ہو گیا اب عورت اپنے باپ کے گھر میں عدت پوری کرے گی یا شوہر کے گھر میں ؟

جواب: اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں صدر الشریعۃ بدر الطریقۃ المفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃُاللہِ علیہ (المتوفی:1367ھ) فتاویٰ امجدیہ میں فرماتے ہیں:"عدت اس مکان میں واجب ہے جو بوقتِ وفات اس کی جائے سکونت ہے لہٰذا اگر وہاں جانا محض عارضی ہو تو شوہر کے مکان پر واپس آکر عدت گزارے اور اگر کچھ دنوں کے لئے وہیں سکونت کرلی ہے تو وہیں عدت گزارے۔"[2]

دوران عدت نکاح کے لئے دریافت کرنا

سوال: عدت کے دوران عورت سے نکاح کے بارے میں دریافت کرنا کیسا ہے ؟

جواب: عدت کے دوران عدت والی عورت سے نکاح کا دریافت کرنا ناجائز و حرام ہے، ہاں اگر گھر والے پیغام نکاح ویسے ہی معلوم کریں کہ کیا دوسرے نکاح کا ارادہ ہے؟ تو

1... تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، 5/229۔
2... فتاوی امجدیہ، 2/291۔

حرج نہیں۔

اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: عدت میں نکاح کا پیام دینا بھی حرام ہے اور اگر پیام نہیں، مثلاً اس کے گھر والے دریافت کریں کہ نکاحِ ثانی کا ارادہ ہے یا کیا، تو حَرَج نہیں۔[1]

دورانِ عدت نکاح کر لیا

سوال: عدتِ موت میں نکاح ہو جائے تو از خود فسخ ہے یا طلاق کی ضرورت ہو گی عدت پہلی ہی رہی یا جدید، کیا حکم ہے؟

جواب: اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: عدت کے اندر نکاح حرامِ قطعی ہے مرد وزن (مرد وعورت) دونوں پر اس کا ترک فرض ہے مرد کہے میں نے اس نکاح کو ترک کیا خواہ عورت اس سے کہہ دے، اور دونوں نہ مانیں تو حاکمِ شرع جبراً تفریق کر دے بس یہ ترک یا تفریق ہی کافی ہے طلاق کی حاجت نہیں، اس دوسرے شخص نے اگر اس سے قربت نہ کی تو عدت وہی پہلی ہے ورنہ دوسری بھی لازم آئی دونوں ایک ساتھ ادا ہوتی جائیں گی اخیر میں جو باقی رہے گی پوری کر لی جائے گی۔[2]

ڈاکٹر سے دوا لینے جانا

سوال: علاقے میں کوئی ڈاکٹر نہیں تو کیا اپنی یا اپنے بچوں کی دوسرے علاقے میں

1...فتاوی رضویہ، 13/332۔
2...فتاوی رضویہ، 13/317۔

دوا لینے جاسکتی ہے اور ڈاکٹر کو نبض دکھا سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: اگر اسی مکان میں دوا منگوانا ممکن ہو کہ کوئی دوسرا فرد لا کر دے دے یا ڈاکٹر خود آکر دے جائے تو اس کا مکان سے نکلنا ناجائز، کہ عورت کو عدت کے دوران بغیر کسی شدید حاجت کے گھر سے نکلنا جائز نہیں۔ ہاں اگر خود جائے بغیر کوئی صورت ممکن نہیں تو دن کو جائے اور رات کا اکثر شوہر کے مکان میں گزارے۔ ضرورتاً نبض بھی دکھا سکتی ہے۔

اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفی: 1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: نبض بضرورت (ضرورت کی وجہ سے) دکھا سکتی ہے اور دوسری جگہ اس طور پر جاسکتی ہے کہ رات کا اکثر حصہ شوہر ہی کے مکان میں گزارے، اور اگر اسی مکان میں دیکھنا ممکن ہو تو یہ بھی حرام ہے۔[1]

عدت والے گھر کو چھوڑنے کے اعذار

سوال: عدت والے مکان کو کن صورتوں میں چھوڑنا جائز ہے؟

جواب: جس مکان میں عدت گزارنا واجب ہے اُس کو چھوڑ نہیں سکتی مگر اُس وقت کہ اسے کوئی نکال دے مثلاً کرایہ کا مکان ہے اور عدّت عدتِ وفات ہے مالک مکان کہتا ہے کہ کرایہ دے یا مکان خالی کر اور اس کے پاس کرایہ نہیں یا وہ مکان شوہر کا ہے مگر اس کے حصّہ میں جتنا پہنچا ہو قابل سکونت نہیں اور ورثہ اپنے حصّہ میں اسے رہنے نہیں دیتے یا کرایہ مانگتے ہیں اور پاس کرایہ نہیں۔ یا مکان گر رہا ہو یا گرنے کا خوف ہو یا چوروں کا خوف ہو مال تلف ہو جانے کا اندیشہ ہے یا آبادی کے کنارے مکان ہے اور مال وغیرہ کا اندیشہ ہے تو ان صورتوں میں مکان بدل سکتی ہے۔ اور اگر کرایہ کا مکان ہو اور کرایہ دے سکتی ہے یا ورثہ کو

1... فتاوی رضویہ، 13/317۔

کرایہ دے کر رہ سکتی ہے تو اُسی میں رہنا لازم ہے۔ اور اگر حصہ اتنا ملا کہ اس کے رہنے کے لئے کافی ہے تو اُسی میں رہے اور دیگر ورثۂ شوہر جن سے پردہ فرض ہے اُن سے پردہ کرے اور اگر اُس مکان میں نہ چور کا خوف ہے نہ پڑوسیوں کا مگر اُس میں کوئی اور نہیں ہے اور تنہا رہتے خوف کرتی ہے تو اگر خوف زیادہ ہو مکان بدلنے کی اجازت ہے ورنہ نہیں۔

تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:

(وتعتدان) أي معتدة طلاق وموت (في بيت وجبت فيه) ولا يخرجان منه (إلا أن تخرج أو يتهدم المنزل، أو تخاف) انهدامه، أو (تلف مالها، أو لا تجد كراء البيت) ونحو ذلك من الضرورات فتخرج لأقرب موضع إليه.[1] یعنی وفات اور طلاق کی عدت والی عورتیں اسی گھر میں عدت گزاریں جس میں عدت واجب ہوئی اور وہاں سے باہر نہ نکلیں ہاں اگر انہیں جبراً نکالا جائے یا وہ مکان گر جائے یا گرنے کا خطرہ ہو، یا وہاں مال کے نقصان کا خطرہ ہو یا مکان کرایہ پر تھا عورت میں کرایہ دینے کی طاقت نہ ہو یا اور اس قسم کی ضروریات ہوں تو قریب ترین مکان میں منتقل ہو جائے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفی:1340ھ) ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: مگر یہ مکان اس کا نہ تھا مالکانِ مکان نے جبراً نکال دیا، یا کرایہ پر رہتی تھی اب کرایہ دینے کی طاقت نہیں یا مکان گر پڑا یا گرنے کو ہے یا اور کسی طرح اپنی جان یا مال کا اندیشہ ہے غرض اسی طرح کی ضرورتیں ہوں تو وہاں سے نکل کر جو مکان

1 . . . تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدة، 5/229۔

اس کے مکان سے قریب تر ہو اس میں چلی جائے ورنہ ہر گز نہیں۔[1]

داماد سے فون پر بات کرنا

سوال: عدت کے دوران عورت داماد سے فون پر بات کر سکتی ہے؟

جواب: شرعی مسئلہ ذہن نشین رہے کہ عورت کا عدت سے پہلے جن لوگوں سے پردہ فرض تھا تو دورانِ عدت بھی انہیں لوگوں سے پردہ کرنا فرض ہے اور جن لوگوں سے پردہ کرنا عورت پر عدت سے پہلے فرض نہیں تھا تو دورانِ عدت بھی ان لوگوں سے پردہ کرنا فرض نہیں۔

اب جبکہ داماد محرم ہے، ساس کا اپنے داماد سے پردہ نہیں ہے لہذا دورانِ عدت عورت اپنے داماد سے فون پر بات کر سکتی ہے۔[2]

دورانِ عدّت عمرے پر جانا

سوال: ویزہ، ٹکٹ وغیر سب تیار تھا کہ اچانک شوہر کا انتقال ہو گیا، کیا عورت عمرے پر جا سکتی ہے؟

جواب: عورت کو عدت کے دوران، بغیر ضرورتِ شرعیہ گھر سے نکلنا، ناجائز و حرام ہے، چاہے یہ نکلنا مَحرم کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو کہ بغیر شرعی ضرورت کے مَحرم کے ساتھ بھی گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں۔ اب عدت کے اندر عمرہ کی ادائیگی کے لئے جانا کوئی شرعی ضرورت نہیں کہ اُس کے لئے عورت کو گھر سے نکلنے کی اجازت ہو، لہٰذا پوچھی گئی صورت میں وہ عورت عدت کے دوران، بالغ بچوں کے ساتھ بھی عمرہ کی ادائیگی کے لئے

1... فتاوی رضویہ، 13/327۔

2... فتاوی اہلسنت، فتوی نمبر: Nor-13005، تاریخ اجرا: 06 ربیع الاول 1445ھ / 23 ستمبر 2023ء

ہر گز نہیں جاسکتی، اگر جائے گی تو شرعاً گنہگار ہوگی۔

دورانِ عدت عورت کو اپنے گھر سے باہر نکلنے کی ممانعت سے متعلق، اللہ پاک قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ (پ28، طلاق:1)

ترجمہ کنز العرفان: تم عورتوں کو ان کی عدت میں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔

ردالمحتار علی الدر المختار میں ہے:

لاتخرج المعتدہ عن طلاق أوموت الا لضرورة[1] ترجمہ: طلاق کی عدت یا شوہر کی وفات کی عدت گزارنے والی عورت، سوائے (کسی شرعی) ضرورت کے، گھر سے نہیں نکلے گی۔

عدت میں بیٹھنے کے بجائے حج پر جانا

سوال: شوہر کا انتقال ہوگیا اور عورت عدت میں بیٹھنے کے بجائے حج پر چلی گئ تو کیا عدت پوری ہوئی یا نہیں؟

جواب: عورت کو دورانِ عدت حج کے لئے جانا ناجائز و حرام ہے، لہٰذا جو عورت عدت کے دوران حج کے لیے گئی، وہ ایسا کرنے کے سبب گناہ گار ہوئی، اس پر اپنے اس فعل سے توبہ کرنا لازم ہے۔

اور عدت کے حوالے سے یہ یاد رہے کہ عدت پر بیٹھنے کے لئے کوئی مخصوص عمل نہیں کرنا ہوتا کہ جسے کرنے پر عدت کا آغاز ہو، بلکہ جس وقت شوہر نے طلاق دی یا فوت ہوا،

1... ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، فصل فی الحداد، 5/229۔

اسی وقت عدت کا آغاز ہو گیا اور اب عدت کے احکامات پر عمل کرنا ہوتا ہے، جیسے بلا عذر شرعی گھر سے نکلنا وغیرہ شرعاً جائز نہیں ہوتا، لیکن اگر کوئی عورت عدت کے ان احکامات پر عمل نہیں کرتی تب بھی اس کی عدت کا آغاز ہو جاتا ہے اور مقررہ شرعی مدت کے بعد اس کی عدت پوری ہو جاتی ہے، اگرچہ ان احکامات پر عمل نہ کرنے سے عورت گناہ گار ہوتی ہے لہٰذا ایسی عورت کو چاہیے کہ وہ شریعتِ مطہرہ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے عدت کے احکامات پر عمل کرے اور اس دوران جو شرعی غلطیاں واقع ہو چکی ہیں ان سے سچی توبہ واستغفار کرے۔

عدت کے اندر دینی پروگرام دیکھنا

سوال: کیا عورت عدت کے دوران دینی پروگرام یا سلسلے دیکھ سکتی ہے؟

جواب: عورت عدت کے دوران دینی پروگرام، سلسلے، بیانات وغیرہ سن سکتی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ عورت عدت میں ہو یا نہ ہو بہر حال اس کے لئے مردوں کو دیکھنا جائز ہے بشرطیکہ اسے مرد کو دیکھنے سے شہوت کا اندیشہ نہ ہو، اگر شہوت کا ندیشہ ہے تو عدت کے علاوہ بھی جائز نہیں اور عدت میں بھی جائز نہیں۔

یاد رہے! عدت میں پردے کے وہی احکام رہتے ہیں جو عدت سے پہلے تھے یعنی غیر محرم سے پردہ ضروری ہے اور محرم سے پردہ نہیں ہے۔ عدت کا کوئی اسپیشل پردہ نہیں ہوتا۔ البتہ گھر سے بلا حاجتِ شرعی نکلنا عدت والی کے لئے جائز نہیں ہوتا۔

دوران عدت اپنے گھر کے کام کاج کرنا

سوال: دیگر عورتوں کی موجودگی میں کیا عورت عدت کے دوران اپنے گھر کے کام

کر سکتی ہے؟

جواب:بیوہ عورت عدت کے ایام میں گھر کے کام کاج کر سکتی ہے کیونکہ شوہر کی وفات کی عدت میں عورت پر جن شرعی احکامات کی پابندی لازم ہے یہ ان میں سے نہیں ہے، وفات کی عدت میں عورت پر زینت سے بچنا، بلاضرورت گھر سے نہ نکلنا، شوہر کے گھر ہی عدت پوری کرنا، اور کسی دوسری جگہ نکاح نہ کرنا، وغیرہ وغیرہ شرعی احکام لازم ہوتے ہیں۔[1]

دورانِ عدت بیٹی کے گھر ولادت کے سلسلے میں جانا

سوال: کیا عورت دوران عدت بیٹی کے گھر ولادت کے سلسلے میں جاسکتی ہے؟

جواب: عورت دوران عدت اپنی بیٹی کے گھر نہیں جاسکتی کیونکہ شرعی قوانین کی رو سے جو عورت عدت میں ہو، اس کا بغیر ضرورت شرعیہ گھر سے نکلنا حرام ہے۔ مذکورہ صورت میں بیٹی کے گھر جانا ضرورت شرعیہ نہیں۔[2]

عدتِ وفات میں آسمان سے پردہ

سوال:عدت وفات میں آسمان سے بھی پردہ ہے، کیا یہ درست ہے؟

جواب:شریعت میں آسمان سے پردے کا کوئی تصور نہیں ہے۔ لہٰذا عدت میں عورت اپنے گھر کی چار دیواری میں رہتے ہوئے مکان کے کھلے حصے یعنی صحن وغیرہ میں آسکتی ہے، اس کو دیکھ بھی سکتی ہے، ہاں اس صورت میں جن مردوں سے پردہ کرنا ضروری ہے، ان سے بے پردگی نہ ہو اس بات کا ضرور دھیان رکھا جائے۔

1...فتاوی اہلسنت، فتوی نمبر:WAT-1456، تاریخ اجرا:13 شعبان المعظم 1444ھ / 06مارچ 2023ء

2...فتاوی اہلسنت، فتوی نمبر:WAT-262، تاریخ اجرا:16 ربیع الآخر 1443ھ / 22 نومبر 2021ء

وقار الفتاویٰ میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد وقار الدین رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: "عدت اور غیر عدت میں پردہ کے احکامات میں کوئی فرق نہیں۔ قبلِ عدت جن لوگوں سے پردہ فرض ہے، دورانِ عدت بھی ان سے پردہ کرنا فرض ہے۔"[1]

ایک اور جگہ لکھتے ہیں: قبلِ عدت جن سے پردہ فرض تھا، دورانِ عدت بھی ان سے پردہ کرنا فرض ہے اور جن لوگوں سے عدت سے پہلے پردہ کرنا فرض نہیں تھا، ان سے عدت میں بھی پردہ کرنا فرض نہیں۔[2]

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: اس کا ضابطہ کلیہ ہے کہ نامحرموں سے پردہ مطلقاً واجب اور محارمِ نسبی سے پردہ نہ کرنا واجب۔ اگر کرے گی، گنہگار ہوگی اور محارم غیرِ نسبی مثل علاقۂ مصاہرت و رضاعت، ان سے پردہ کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز، مصلحت و حالت پر لحاظ ہوگا۔ اسی واسطے علماء نے لکھا ہے کہ جوان ساس کو داماد سے پردہ مناسب ہے، یہی حکم خسر اور بہو کا۔[3]

عدت والی کا گھر کے مختلف کمروں میں جانا

سوال: عدتِ وفات گزارنے والی خاتون کیا گھر کے مختلف کمروں میں جا سکتی ہے؟

جواب: حکمِ شریعت یہ ہے کہ عدت گزارنے والی خاتون شوہر ہی کے گھر میں عدت گزارے اور گھر تمام کا تمام ایک ہی مکان کہلاتا ہے لہٰذا اس کے مختلف کمرے، صحن یہ سب مل کر ایک ہی جگہ ہے تو ایسی خاتون اس گھر کے تمام کمروں میں بھی جا سکتی ہے اور

1...وقار الفتاوی، 3/158۔

2...وقار الفتاوی، 3/20۔

3...فتاوی رضویہ، 22/240۔

صحن میں بھی پردے کی رعایت کرتے ہوئے بیٹھ سکتی ہے اس میں کوئی حرج نہیں، ہاں البتہ اگر مکان کا کچھ حصہ شوہر کا ہو اور بقیہ حصہ کسی اور کی ملکیت ہے جیسے بعض اوقات ایک بڑا مکان بھائیوں کے درمیان مشترک ہوتا ہے لیکن پھر اسے باقاعدہ حدبندی کر کے تقسیم کر دیا جاتا ہے تو ایسی صورت میں عدت والی عورت کو شوہر والے حصے میں ہی جانے کی اجازت ہو گی بقیہ حصہ میں نہیں، اور کسی گھر میں متعدد پورشن ہوں جیسے فلیٹوں میں ہوتا ہے تو صرف شوہر والے پورشن پر ہی رہائش رکھ سکتی ہے، دوسری جگہ پر نہیں نیز اگر صحن بھی مشترکہ ہے جیسے کئی مکانوں پر مشتمل کوئی اپارٹمنٹ ہو جس کا صحن ایک ہی ہو تو اس مشترکہ صحن میں بھی آنے کی اجازت نہ ہو گی کیونکہ اب اس صحن کی حیثیت ایک راستے کی طرح ہے۔[1]

90سالہ بوڑھی پر عدتِ وفات

سوال: اگر90سالہ بوڑھی عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو کیا اس پر بھی عدتِ وفات لازم ہو گی؟

جواب: عورت غیرِ حاملہ کی عدتِ وفات چار ماہ دس دن ہے خواہ وہ عورت جوان ہو یا بوڑھی ہو، مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ، اس حکم میں سب برابر ہیں، لہذا 90سالہ بوڑھی عورت پر بھی عدت لازم ہو گی۔

عدتِ وفات کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَیَذَرُوْنَ

ترجمہ کنز الایمان: اور تم میں جو مریں اور بیبیاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے

1... فتاوی اہلسنت، تاریخ اجرا: ماہنامہ فیضان مدینہ اکتوبر / نومبر 2018

اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ (پ2،بقرہ:234) | آپ کو روکے رہیں۔

اس آیتِ مبارک کے تحت تفسیرِ نعیمی میں ہے:"عدتِ موت ہر بیوی پر یکساں (ایک جیسی) لازم ہے کہ حاملہ اور لونڈی کے سوا باقی سب عورتیں بچی ہوں یا بڈھی خلوتِ صحیحہ ہوئی ہو یا نہ چار ماہ دس دن یہ ہی عدت گزاریں گی۔"[1]

عدتِ وفات کے متعلق مجمع الانہر، بحر الرائق، نہر الفائق اور فتاوٰی عالمگیری وغیرہ کتبِ فقہیہ میں مذکور ہے:**و النظم للاول** (و) عدة الحرة مؤمنة أو كافرة تحت مسلم صغيرة أو كبيرة ولو غير مخلو بها (للموت في نكاح صحيح أربعة أشهر وعشرة أيام)"[2] یعنی آزاد عورت جو نکاحِ صحیح کے ذریعے مسلمان کی بیوی ہو، اس کی عدت وفات چار ماہ دس دن ہے اگرچہ بیوی مؤمنہ ہو یا کتابیہ، چھوٹی ہو یا بڑی ہو اگرچہ کہ اس کے ساتھ خلوت نہ کی گئی ہو۔

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہِ علیہ سے سوال ہوا کہ "متوفیّہ الزوج مدخولہ ہو یا غیرِ مدخولہ شرعاً اس کے لئے عدت ہے یا نہیں؟" اس کے جواب میں ہے:"وفات کی عدت عورت غیر حامل پر مطلقاً چار مہینے دس دن ہے خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ، مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ۔"[3]

عدت میں کمی کرنا

سوال: اگر کوئی عدت نہ گزارنا چاہے یا کمی کرنا چاہے تو کیا حکم ہے؟

1...تفسیر نعیمی، 2/450۔
2...مجمع الانہر، باب العدة، 2/143-144۔
3...فتاوی رضویہ، 13/293، ملخصاً۔

جواب: بلا اجازتِ شرعیہ مقرر کردہ حکمِ الٰہی میں تغیر و تبدل کرنے کا کسی کو اختیار نہیں، لہٰذا عدت گزارنا اور مقررہ مدت تک گزارنا لازم ہے۔جو اس میں کمی کرے یا کرنے کا حکم کرے سخت گنہگار اور حرام قطعی کا مرتکب ہو گا۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

احکامِ الٰہی میں چون وچرا نہیں کرتے، الاسلام گردن نہادن نہ کہ زبان بجرأت کشادن (اسلام، سرِ تسلیم خم کرنا ہے نہ کہ دلیری سے لب کشائی کرنا)بہت احکامِ الٰہیہ تعبدی ہوتے ہیں اور جو معقول المعنی ہیں ان کی حکمتیں بھی من و تو کی(میری اور تمہاری) سمجھ میں نہیں آتیں۔ صبح کو دو، مغرب کی تین، باقی کی چار چار رکعتیں کیوں ہیں، تعرفِ براءت رحم کے لئے ایک حیض کافی تھا تین اگر احتیاطاً رکھے گئے تو عدتِ وفات حیضوں سے بدل کر مہینے کیوں ہوئی اور ہوتی تو تین مہینے ہوتی جس طرح آئسہ وصغیرہ میں تین حیض کی جگہ تین مہینے قائم فرمائے ہیں ایک مہینہ دس دن اور زائد کیوں فرمائے گئے، غرض ایسے بیہودہ سوالوں کا دروازہ کھولنا علوم وبرکات کا دروازہ بند کرنا ہے، مسلمان کی شان یہ ہے۔سمعنا واطعنا عفرانک ربنا والیک المصیر.ہم نے سنا اور اطاعت کی،تیری بخشش کے طلبگار ہیں اور تیری طرف ہی لوٹنا ہے۔[1]

دورانِ عدت چارپائی پر سونا

سوال: کیا دورانِ عدت چارپائی پر سو سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: عدت کے اندر چارپائی پر سو سکتی ہے کہ یہ زینت میں داخل نہیں۔"چارپائی پر

1... فتاوی رضویہ، 13/ 297۔

سونا، بچھونا سونے یا بیٹھنے میں بچھانا منع نہیں۔"[1]

عدتِ وفات میں سفید کپڑے پہننا

سوال: کیاعدت وفات میں عورت کے لیے صرف سفید کپڑے پہننے کا حکم ہے ؟

جواب: عدت والی عورت کے لیے صرف سفید کپڑے پہننا ضروری نہیں، دوسرے رنگ کے کپڑے بھی پہن سکتی ہے، مگر سرخ وغیرہ وہ رنگ جو زینت کے طور پر پہنے جاتے ہیں، ان سے بچنا واجب ہے۔ نیز بلا ضرورتِ شرعی کسی بھی رنگ کے نئے کپڑے نہیں پہن سکتی۔[2]

عدتِ وفات میں کانچ کی چوڑیاں پہننا

سوال: کیاعدّتِ وفات میں عورت کانچ کی چوڑیاں پہن سکتی ہے ؟

جواب: جی نہیں! عدّتِ وفات میں عورت کانچ والی چوڑیاں نہیں پہن سکتی کیونکہ عدّتِ وفات میں عورت کو سوگ کا حکم ہے اور سوگ یہ ہے کہ عورت ہر طرح کی زیب وزینت کو ترک کر دے اور اسی زیب وزینت میں چوڑیاں پہننا بھی داخل ہے۔

دورانِ عدت سرخ لباس پہننا

سوال: دوران عدت سرخ لباس پہننا کیسا ہے ؟

جواب: بیوہ کے لیے دورانِ عدت سرخ لباس پہننا ناجائز و گناہ ہے، کیونکہ بیوہ پر عدت کے دوران سوگ کا اظہار کرنا واجب ہوتا ہے اور سوگ کا مطلب یہ ہے کہ عورت ہر قسم کی زینت ترک کر دے، جبکہ سرخ لباس زینت کے طور پر پہنا جاتا ہے، لہٰذا یہ لباس پہننا

1... بہار شریعت، 2/244، حصہ: 8۔
2... بہار شریعت، 2/242، حصہ: 8۔

جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر اس کا رنگ اتنا پرانا ہو چکا ہو کہ اب اس لباس کو بطورِ زینت استعمال نہ کیا جاتا ہو، تو ایسا سرخ لباس پہننے میں حرج نہیں، کیونکہ ممانعت کی اصل وجہ زینت ہے اور وہ یہاں نہیں پائی جارہی۔

بیوہ پر دورانِ عدت سوگ کا اظہار کرنا واجب ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لَا تُحِدُّ امْرَأَةٌ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ[1] ترجمہ: عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے، سوائے اپنے شوہر کے کہ اس پر چار ماہ دس دن سوگ کرے اور (دورانِ عدت) رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنے، سوائے عصب (نامی رنگ) سے رنگے ہوئے کپڑے (کیونکہ یہ رنگ زینت کے لیے استعمال نہیں ہوتا)۔

تنویر الابصار مع رد المحتار میں ہے: تحد (تحد ای وجوبا) مکلفة مسلمة ولوامة منکوحة اذا کانت معتدة بت او موت[2] ترجمہ: مسلمان مکلّف عورت اگرچہ منکوحہ لونڈی ہو، جب طلاقِ بائن (یعنی تین طلاقوں والی یا ایک یا دو بائن طلاقوں والی) یا موت کی عدت والی ہو، تو اس پر سوگ کرنا واجب ہے۔

سوگ ترکِ زینت کو کہتے ہیں۔ چنانچہ تبیین الحقائق میں ہے: "الاحداد وھو ترک الزینة و الطیب"[3] ترجمہ: سوگ زینت اور خوشبو کے استعمال کو ترک کر دینے کا نام ہے۔

1... مسلم، کتاب الطلاق، باب انقضاء عدۃ المتوفی عنہا زوجہا، حدیث: 3740، ص 614۔
2... تنویر الابصار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، فصل فی الحداد، 5/220۔
3... تبین الحقائق، 3/34۔

دورانِ عدت عورت کے لیے سرخ یا ایسا لباس جو زینت کے لیے پہنا جاتا ہو، پہننا جائز نہیں ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے:

والحداد الاجتناب عن الطيب والدهن والكحل والحناء والخضاب ولبس المطيب والمعصفر والثوب الأحمر-- قال شمس الأئمة المراد من الثياب المذكورة ما كان جديدا منها تقع به الزينة أما إذا كان خلقا لا تقع به الزينة فلا بأس به كذا في المحيط-- وإنما يلزمها الاجتناب في حالة الاختيار أما في حالة الاضطرار فلا بأس بها إن اشتكت رأسها أو عينها فصبت عليها الدهن أو اكتحلت لأجل المعالجة فلا بأس به [1]

ترجمہ: خوشبو، تیل، سرمہ، مہندی، خضاب لگانے، مطیب (خوشبو والے)، معصفر (زرد) اور سرخ رنگ کے کپڑے پہننے نیز زیور پہننے، زینت اختیار کرنے اور کنگھی کرنے سے بچنے کا نام سوگ ہے، جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔ امام شمس الائمہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مذکورہ کپڑوں سے مراد نئے کپڑے ہیں، جن سے زینت اختیار کی جاتی ہے، اگر ان کپڑوں کا رنگ بوسیدہ (پرانا) ہوگیا ہو، جس سے زینت اختیار نہ کی جاتی ہو، اس کو پہننے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ محیط میں ہے۔ اور ان سب چیزوں سے بچنے کا حکم حالتِ اختیار (نارمل حالت) میں ہے، مجبوری کی حالت میں حرج نہیں۔

بہار شریعت میں ہے: ”سوگ کے یہ معنی ہیں کہ زینت کو ترک کرے یعنی ہر قسم کے زیور چاندی سونے جواہر وغیرہا کے اور ہر قسم اور ہر رنگ کے ریشم کے کپڑے، اگرچہ سیاہ ہوں۔۔یوہیں سفید خوشبو دار سرمہ لگانا اور مہندی لگانا **اور زعفران یا کسم یا گیرو کا رنگا ہوا**

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الطلاق، باب الرابع عشر فی الحداد، 1/533۔

یا سرخ رنگ کا کپڑا پہننا منع ہے، ان سب چیزوں کا ترک واجب ہے، یوہیں پڑیا کا رنگ گلابی، دھانی، چمپئی اور طرح طرح کے رنگ جن میں تزین ہوتا ہے، سب کو ترک کرے۔ جس کپڑے کا رنگ پرانا ہو گیا کہ اب اس کا پہننا زینت نہیں، اسے پہن سکتی ہے، یوہیں سیاہ رنگ کے کپڑے میں بھی حرج نہیں، جبکہ ریشم کے نہ ہوں۔ (1)

عدت کے دوران خوشبو والا شیمپو یا صابن استعمال کرنا

سوال: بیوہ کے لیے عدت کے دوران خوشبو والا شیمپو یا صابن استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: بیوہ کے لیے دورانِ عدت شیمپو استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے، خواہ وہ خوشبو والا ہو یا بغیر خوشبو والا۔ خوشبو والا تو اس لیے منع ہے کہ خوشبو کا استعمال زینت میں شمار ہوتا ہے جبکہ بیوہ کے لیے کسی بھی قسم کی زینت اختیار کرنا، ناجائز و گناہ ہے اور بغیر خوشبو والا شیمپو اس لیے منع ہے کہ وہ بالوں کی صفائی کے ساتھ اُنہیں چمکدار اور ملائم بھی کرتا ہے، جبکہ بیوہ کو دورانِ عدت بالوں کو نرم و ملائم اور چمکدار کرنے کے لیے کوئی چیز استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے کہ یہ بھی زینت میں داخل ہے، ہاں اگر کوئی ایسا شیمپو ہو جو صرف میل دور کرنے یا جوئیں مارنے کا کام کرے اور چمک و ملائمت پیدا نہ کرے اس کی اجازت ہے جیسے دیسی ٹوٹکوں سے بعض اوقات ایسے شیمپو بنائے جاتے ہیں۔

اور ایسا صابن جو خوشبو دار ہو یا رنگت میں نکھار اور خوبصورتی پیدا کرتا ہو جیسا کہ مارکیٹ میں اس طرح کے صابن دستیاب ہیں کہ جو جلد کی صفائی کے ساتھ رنگت کو گورا بھی کرتے ہیں (جنہیں بیوٹی سوپ یا وائٹنگ سوپ (Beauty soap/whitening soap) کے نام سے جانا جاتا ہے)، ایسے صابن کا استعمال بھی ممنوع ہے، کیونکہ خوشبو والی یا رنگت

1 . . . بہار شریعت، 2/242، حصہ: 8۔

کو خوبصورت بنانے والی کوئی چیز استعمال کرنا زینت میں داخل ہے، جس کی بیوہ کو اجازت نہیں ہے۔ البتہ ایسا صابن کہ جو نہ تو خوشبودار ہو، نہ رنگت کو خوبصورت بنائے، بلکہ محض صفائی ستھرائی کا کام کرتا ہو، دورانِ عدت اسے استعمال کرنے کی اجازت ہے کہ یہ زینت میں داخل نہیں۔

بیوہ کے لیے دورانِ سوگ خوشبو کا استعمال جائز نہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لَا تُحِدُّ امْرَأَةٌ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ وَلَا تَكْتَحِلُ[1] ترجمہ: عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے، سوائے اپنے شوہر کے کہ اس پر چار ماہ دس دن سوگ کرے اور (دورانِ عدت) رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنے، سوائے عصب (نامی رنگ) سے رنگے ہوئے کپڑے (کیونکہ یہ رنگ زینت کے لیے استعمال نہیں ہوتا) اور نہ سرمہ لگائے اور نہ ہی خوشبو لگائے۔

جو چیز چہرے میں نکھار پیدا کرے اور رنگت کو خوبصورت بنائے، دورانِ عدت اس کا استعمال بھی ممنوع ہے۔ چنانچہ حضرت اُمِّ سَلَمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَ أَبُو سَلَمَةَ وَقَدْ جَعَلْتُ عَلَى عَيْنِي صَبْرًا فَقَالَ مَا هَذَا يَا أُمَّ سَلَمَةَ فَقُلْتُ إِنَّمَا هُوَ صَبْرٌ يَا رَسُولَ اللهِ لَيْسَ فِيهِ طِيبٌ قَالَ إِنَّهُ يَشُبُّ الْوَجْهَ فَلَا تَجْعَلِيهِ إِلَّا بِاللَّيْلِ وَتَنْزَعِينَهُ بِالنَّهَارِ[2] ترجمہ: جب حضرت ابو سلمہ فوت ہوئے، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میں نے اپنے

1... مسلم، کتاب الطلاق، باب انقضاء عدۃ المتوفی عنہا زوجہا، حدیث: 1491، ص 614۔
2... ابو داود، کتاب الطلاق، باب فیما تجتنبہ المعتدۃ فی عدتھا، 2/426، حدیث: 2305۔

چہرے پر ایلوا لگا رکھا تھا، تو نبی پاک نے فرمایا: اے ام سلمہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ! یہ ایلوا ہے، جس میں خوشبو نہیں ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ چہرے کو نکھارتا ہے، پس اسے نہ لگاؤ، مگر (ضرور تاً لگانا پڑے) تورات کو لگاؤ اور دن کو اتار لو۔

اس کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: **یعنی عدت میں صرف خوشبو ہی ممنوع نہیں، بلکہ زینت بھی ممنوع ہے، ایلوا خوشبو دار تو نہیں، مگر چہرے کا رنگ نکھار دیتا ہے، اسے رنگین بھی کر دیتا ہے، لہٰذا زینت ہونے کی وجہ سے اس کا لیپ ممنوع ہے۔ اگر لیپ کی ضرورت ہی ہو، تو رات میں لگا لیا کرو۔**[1]

دورانِ عدت ایسی چیز استعمال کرنا بھی ممنوع ہے کہ جو بالوں کو نرم و ملائم اور چمکدار بنائے۔ علامہ شامی رحمۃُ اللہِ علیہ سوگ والی عورت کے لیے بغیر خوشبو والے تیل کے ممنوع ہونے کی علت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(قولہ کزیت خالص) ای من الطیب وکالشیرج والسمن وغیر ذلک لانہ یلین الشعر فیکون زینۃ زیلعی وبہ ظہر ان الممنوع استعمالہ علی وجہ یکون فیہ زینۃ فلا تمنع من مسہ بید لعصر او بیع او اکل[2] ترجمہ: مصنف کا قول خالص زیتون کا تیل لگانا منع ہے یعنی جو خوشبو سے خالص (پاک) ہو اور یہی حکم تل کے تیل اور گھی وغیرہ کا ہے، **کیونکہ یہ بالوں کو نرم کرتا ہے، لہٰذا یہ زینت میں آئے گا۔ اسی سے ظاہر ہو گیا کہ اس کا استعمال زینت کے طور پر**

1... مراۃ المناجیح، 5/154۔
2... ردالمحتار، کتاب الطلاق، فصل فی الحداد، 5/221۔

کرنا ممنوع ہے، پس اسے نچوڑنے، بیچنے اور کھانے کے لیے انہیں ہاتھ سے چھونا منع نہیں ہے۔

عدت کے دوران پرفیوم کا استعمال

سوال: بیوہ عدت کے دوران پسینے کی بو ختم کرنے کے لیے پرفیوم (Perfume) یا باڈی اسپرے (Body Spray) استعمال کر سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: بیوہ کے لیے دورانِ عدت پرفیوم (Perfume) یا باڈی اسپرے استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ خوشبو کا استعمال زینت میں شمار ہوتا ہے، جبکہ بیوہ کے لیے کسی بھی قسم کی زینت اختیار کرنا، ناجائز و گناہ ہے۔ اگر پسینے کی وجہ سے مشکل کا سامنا ہو یا اس کی وجہ سے بدن سے بدبو آتی ہو، تو کسی اور جائز طریقے مثلاً غسل یا بغیر خوشبو والے کیمیکل یا کسی اور چیز کے ذریعے پسینے کی بو ختم کی جا سکتی ہے لہٰذا بیوہ کے لیے دورانِ سوگ خوشبو کا استعمال جائز نہیں۔

عدتِ وفات میں ڈارک براؤن کلر استعمال کرنا

سوال: عدتِ وفات میں ڈارک براؤن کلر استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: سیاہ خضاب، جہاد کے علاوہ مطلقاً، ناجائز و حرام ہے اور سیاہ کے تمام افراد سیاہی میں برابر نہیں ہوتے، کچھ میں سیاہی کا وصف شدید ہوتا ہے جس کی وجہ سے ان میں کسی دوسرے کلر کا شبہہ تک نہیں ہوتا، جبکہ بعض سیاہ کلر دوسرے کلر کی طرف مائل ہوتے ہیں جیسا کہ مہندی میں نیل کے پتے زیادہ مقدار میں شامل کر کے خضاب کیا جائے تو بال سیاہ ہو جاتے ہیں مگر اس کی سیاہی، نیلے کلر کی طرف مائل ہوتی ہے۔ یہ بھی سیاہ کلر ہے اور اس کا

لگانا بھی حرام ہے۔ اس تفصیل کے مطابق ڈارک براؤن کلر، جس کو لگانے سے بال سیاہ معلوم ہوتے ہوں وہ بھی سیاہ کے حکم میں ہے اور اس کا لگانا بھی ناجائز و حرام ہے، صرف نام براؤن ہونے سے وہ جائز نہیں ہو جائے گا۔ پھر یہاں تو عدت میں لگانے کا سوال کیا جارہا ہے، یہ اور زیادہ شنیع و قبیح ہے کہ عدتِ وفات اور طلاقِ بائن و مغلظہ کی عدت میں عورت کو بناؤ سنگار ناجائز و ممنوع ہے، اور خضاب بھی بناؤ سنگار کی قبیل سے ہے، یہ چاہے کالے کے علاوہ کسی اور کلر کا ہو، عدت میں ممنوع و ناجائز ہے، چہ جائیکہ کالا کلر وہ اور زیادہ شنیع و ممنوع ہے، لہٰذا عدت و غیرِ عدت میں سیاہ کلر لگانے سے بچنا ضروری ہے۔

یاد رہے یہاں عدت کی وجہ سے سیاہ کے علاوہ دیگر کلر بھی ممنوع قرار دیئے گئے، ورنہ سیاہ کے علاوہ دوسرے کلر کا خضاب لگانے کی مردوں کو مطلقاً اور عورتوں کو عدت کے علاوہ اجازت ہے، اس میں حرج نہیں اور یہ بھی دو طرح کے ہوتے ہیں، بعض وہ کلر کہ جن میں سیاہی کا شبہہ تک نہیں ہوتا اور بعض وہ ہوتے ہیں کہ جو سیاہی کی طرف مائل ہوتے ہیں جیسا کہ علماء نے مہندی میں کتم (یہ ایک مخصوص جڑی بوٹی کا نام ہے) کے پتے شامل کرنے کے متعلق فرمایا کہ اس سے سرخی میں پختگی آجاتی ہے اور سرخ کلر کا قاعدہ ہے کہ گہرا ہو تو سیاہی مائل ہو جاتا ہے۔ یہاں بھی اس میلان کا اعتبار نہیں اور اس کا لگانا جائز ہے بلکہ مہندی میں کتم کے پتے شامل کر کے لگانا کہ جس سے گہرا سرخ کلر حاصل ہو، تنہا مہندی سے بہتر ہے اور سب سے بہتر خضاب، زرد کلر کا ہے جیسا کہ احادیثِ طیّبہ میں اس کی ترغیب ارشاد ہوئی۔ (1)

عدت میں جو چیزیں ممنوع ہیں

سوال: عدت میں عورت کو کون سی چیزیں استعمال کرنا منع ہیں؟

1 . . . فتاوی اہلسنت، تاریخ اجرا: ماہنامہ فیضانِ مدینہ فروری 2023ء۔

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: "عدت میں عورت کو یہ چیزیں منع ہیں: ہر قسم کا گہنا (زیور) یہاں تک کہ انگوٹھی چھلّا بھی، مہندی، سرمہ، عطر، ریشمی کپڑا، ہار پھول، بدن یا کپڑے میں کسی قسم کی خوشبو، سر میں کنگھی کرنا، اور اگر مجبوری ہو تو موٹے دندانوں کی کنگھی کرے جس سے فقط بال سلجھالے پٹی نہ جھکالے۔ پھلیل، میٹھا تیل، کسم، کیسر، زعفران کے رنگے کپڑے، یونہی ہر رنگ جس سے زینت ہوتی ہو اگرچہ پڑ گیرو کا، چوڑیاں اگرچہ کانچ کی، غرض ہر قسم کا سنگار ختمِ عدت تک منع ہے۔"[1]

ممنوعہ چیزوں کے استعمال کے اعذار

سوال: کیا عذر ہو تو ممنوعہ چیزوں کو استعمال کیا جاسکتا ہے؟

جواب: جی ہاں! عذر کی وجہ سے اِن چیزوں کا استعمال کر سکتی ہے مگر اس حال میں اُس کا استعمال زینت کے قصد سے نہ ہو مثلاً دردِ سر کی وجہ سے تیل لگاسکتی ہے یا تیل لگانے کی عادی ہے جانتی ہے کہ نہ لگانے میں دردِ سر ہو جائے گا تو لگانا جائز ہے۔ یا دردِ سر کے وقت کنگھا کر سکتی ہے مگر اُس طرف سے جدھر کے دندانے موٹے ہیں اُدھر سے نہیں جدھر باریک ہوں کہ یہ بال سنوارنے کے لئے ہوتے ہیں اور یہ ممنوع ہے۔ یا سُرمہ لگانے کی ضرورت ہے کہ آنکھوں میں درد ہے۔ یا خارشت (ایک جلدی بیماری جس میں بدن پر پھنسیاں نکل آتی ہیں اور کھجلی ہوتی ہے) ہے تو ریشمی کپڑے پہن سکتی ہے۔ یا اُس کے پاس اور کپڑا نہیں ہے تو یہی ریشمی یا رنگا ہوا پہنے مگر یہ ضرور ہے کہ ان کی اجازت ضرورت کے وقت

1... فتاوی رضویہ، 13/331۔

ہے لہٰذا بقدرِ ضرورت اجازت ہے ضرورت سے زیادہ ممنوع مثلاً آنکھ کی بیماری میں سرمہ لگانے کی ضرورت ہو تو یہ لحاظ ضروری ہے کہ سیاہ سرمہ اُس وقت لگا سکتی ہے جب سفید سرمے سے کام نہ چلے اور اگر صرف رات میں لگانا کافی ہے تو دن میں لگانے کی اجازت نہیں۔ [1]

1 . . . بہارِ شریعت، 2/242، حصہ:8۔

نواں باب

سوگ کا بیان

سوگ کی تعریف

سوال: سوگ سے کیا مراد ہے؟

جواب: سوگ زینت کو چھوڑنے کا نام ہے۔[1]

سوگ کب سے شروع ہو گا؟

سوال: سوگ کب سے شروع ہو گا، جب فوت ہوا اس دن سے یا جب تدفین ہوا اس وقت سے؟

جواب: سوگ فوت ہونے کے دن سے شروع ہوتا ہے، نہ کہ تدفین کے دن سے۔ اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: شریعت نے عورت کو شوہر کی موت پر چار مہینے دس دن سوگ کا حکم دیا ہے اوروں کی موت کے تیسرے دن تک اجازت دی ہے باقی حرام ہے۔[2]

سوگ کا حکم

سوال: سوگ کا شرعی حکم کیا ہے.؟

جواب: جس کا شوہر فوت ہو جائے اس پر بلا اختلاف سوگ واجب ہے۔ امام علاء الدین

1... درمختار، کتاب الطلاق، باب الحداد، 5/220۔

2... فتاوی رضویہ، 24/495۔

ابو بکر بن مسعود الکاسانی رحمۃُ اللہِ علیہ (المتوفی:587ھ) بدائع الصنائع میں فرماتے ہیں:

لا خلاف بین الفقهاء أن المتوفی عنها زوجها یلزمها الاحداد.[1] یعنی فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم میں کوئی اختلاف نہیں کہ جس کا شوہر فوت ہو جائے اس پر سوگ لازم ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرۃ البخاری (المتوفی:256ھ) صحیح بخاری شریف میں نقل فرماتے ہیں: ام المومنین ام حبیبہ اور زینب بنت جحش رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

لَا یَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَیَالٍ اِلَّا عَلٰی زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا[2] یعنی اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ خاوند کی موت کے علاوہ کسی میت پر تین دن سے زائد سوگ کرے، صرف خاوند کی موت کے لئے چار مہینے دس دن سوگ ہے۔

دیگر قریبی رشتہ داروں کی وفات کا سوگ

سوال: کیا شوہر کے علاوہ دیگر قریبی رشتہ داروں کی وفات کا سوگ بھی کر سکتی ہے؟

جواب: جی ہاں! دیگر قریبی رشتہ داروں کی وفات پر بھی سوگ کر سکتی ہے لیکن صرف تین دن اس سے زائد نہیں اور وہ بھی واجب نہیں مباح ہے۔ در مختار میں ہے:

یباح الحداد علی قرابة ثلاثة أیام فقط.[3] یعنی اہلِ قرابت کی موت پر سوگ کرنا مباح ہے فقط تین دن تک۔

1 . . . بدائع الصنائع، کتاب الصلاۃ، فصل فی احکام العدۃ، 3/ 330۔
2 . . . بخاری، کتاب الطلاق، باب حد المراۃ علی غیر زوجها، 1/ 432، حدیث:1280۔
3 . . . ردالمحتار، کتاب الطلاق، فصل فی الحداد، 5/ 223۔

اہلِ قرابت کی موت پر صرف تین دن سوگ کرنا مباح ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم فرماتے ہیں:

لَا یَحِلُّ لِامْرَاَۃٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَیَالٍ اِلَّا عَلٰی زَوْجٍ اَرْبَعَۃَ اَشْھُرٍ وَعَشْرًا[1] یعنی اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ خاوند کی موت کے بغیر کسی میت پر تین دن سے زائد سوگ کرے، صرف خاوند کی موت کے لئے چار مہینے دس دن سوگ ہے۔

شوہر کا سوگ کرنے سے منع کرنا

سوال: کیا شوہر قریبی رشتہ داروں کی وفات کے سوگ سے منع کر سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں! شوہر عورت کو قریبی رشتہ داروں کی وفات کے سوگ سے منع کر سکتا ہے کیونکہ زینت اس کا حق ہے اور یہ سوگ واجب نہیں بلکہ مباح ہے۔

درمختار میں ہے: للزوج منعھا لأن الزينة حقه.[2] یعنی شوہر کے لئے بیوی کو سوگ سے منع کرنے کا اختیار ہے کیونکہ زینت شوہر کا حق ہے۔

نابالغہ یا مجنونہ کا سوگ

سوال: کیا نابالغہ اور کافرہ پر بھی سوگ کرنا واجب ہے؟

جواب: نابالغہ و مجنونہ و کافرہ پر سوگ نہیں۔ ہاں اگر اثنائے عدت میں نابالغہ بالغہ ہوئی مجنونہ کا جنون جاتا رہا اور کافرہ مسلمان ہو گئی تو جو دن باقی رہ گئے ہیں اُن میں سوگ کرے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

1... بخاری، کتاب الطلاق، باب حد المراۃ علی غیر زوجھا، 1/ 432، حدیث: 1280۔
2... درمختار، کتاب الطلاق، باب الحداد، 5/ 224۔

"لا يجب الحداد على الصغيرة والمجنونة الكبيرة والكتابية لو أسلمت الكافرة في العدة لزمها الإحداد فيما بقي من العدة. یعنی نابالغہ، مجنونہ اور کافرہ پر سوگ واجب نہیں اور اگر کافرہ نے اسلام قبول کرلیا تو عدت کے جو دن باقی رہ گئے اس میں سوگ لازم ہوگا۔"[1]

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الطلاق، باب فی الحداد، 1/558۔

دسواں باب

ایصالِ ثواب کا بیان

ایصال ثواب کا شرعی حکم

سوال: مُردوں کو ایصال ثواب کرنا کیسا؟

جواب: اپنے مرحومین کو ایصال ثواب کرنا جائز ہے۔ جو بہت سی آیات، احادیث اور اقوالِ ائمہ و علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہے۔ جن میں سے چند کا بیان درج ذیل ہے:

آیات سے ایصال ثواب کا ثبوت:

(1)

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ (پ28، حشر:10)

ترجمۂ کنز العرفان: اوران کے بعد آنے والے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

(2)

وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ یَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَ یَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖۗ رَحْمَةً

ترجمۂ کنز الایمان: رہی وہ دیوار وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں، آپ

مِّنۡ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلۡتُهٗ عَنۡ اَمۡرِىۡ ؕ ذٰلِكَ تَاۡوِيۡلُ مَا لَمۡ تَسۡطِعْ عَّلَيۡهِ صَبۡرًا ؕ﴿۸۲﴾ (پ16، کہف:82)

کے رب کی رحمت سے اور یہ کچھ میں نے اپنے حکم سے نہ کیا یہ پھیر (تخمینہ) ہے ان باتوں کا جس پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔

(3)

رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِىۡ وَلِوَالِدَىَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ يَوۡمَ يَقُوۡمُ الۡحِسَابُ ﴿۴۱﴾ (پ13، ابراہیم:41)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہو گا۔

احادیث سے ایصالِ ثواب کا ثبوت:

حدیث نمبر 1: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَاَىُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ قَالَ فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ.[1] یعنی انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! سعد کی ماں کا انتقال ہو گیا ہے۔ کون سا صدقہ ان کے لئے بہتر ہو گا؟ ارشاد فرمایا: پانی۔ انہوں نے کنواں کھودا اور کہا: یہ اُمِ سعد کے لئے ہے۔

ملا علی قاری رحمۃُ اللہِ علیہ اسی حدیث کے تحت مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

فأی الصدقة أفضل أی لروحها قال الماء إنما كان الماء أفضل لأنه أعم نفعا فی الأمور الدينية والدنيوية خصوصا فی تلك البلاد الحارة ولذلك من الله تعالى بقوله وأنزلنا من السماء ماء طهورا[2] یعنی کون سا

---

1 . . . ابو داود، کتاب الزکاۃ، باب فی فضل سقی الماء، 2/180، حدیث:1681۔
2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الزکاۃ، باب افضل الصدقہ، 4/407، تحت الحدیث:1912۔

صدقہ ام سعد کے لئے افضل ہے ؟حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: پانی !پانی کو اس لئے افضل صدقہ فرمایا کہ اس کا نفع دینی اور دنیاوی سب کاموں میں عام ہے خصوصاً گرم ممالک میں اور اسی لئے اللہ پاک نے اپنے قول وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا میں پانی اتارنے پر احسان رکھا۔

حدیث نمبر 2: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اُمِّیْ تُوُفِّیَتْ اَفَیَنْفَعُهَا اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّ لِیْ مَخْرَفًا فَاُشْهِدُكَ اَنِّیْ قَدْ تَصَدَّقْتُ بِهٖ عَنْهَا.[1] یعنی ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ! میری ماں کا انتقال ہوگیا ہے، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ دوں تو کیا انہیں اس کا فائدہ پہنچے گا؟ ارشاد فرمایا: ہاں (فائدہ ہوگا)، اس نے عرض کیا: میرا ایک باغ ہے میں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اس باغ کو اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کیا۔

حدیث نمبر 3: ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسَهَا وَأُرَاهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ أَفَأَتَصَدَّقُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ تَصَدَّقْ عَنْهَا[2] یعنی ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے عرض کیا: میری ماں کا اچانک انتقال ہوگیا اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ کلام کرسکتیں تو ضرور صدقہ کرتیں۔ تو کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو انہیں ثواب پہنچے گا؟ ارشاد فرمایا: ”ہاں“۔

---

1 . . . ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی الصدقۃ عن المیت، 2/148، حدیث:669۔
2 . . . بخاری، کتاب الوصایا، باب مایستحب لمن یتوفی الخ، 2/240، حدیث:2760۔

اس حدیث کے تحت امام نَوَوی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

وفی هذا الحديث أن الصدقة عن الميت تنفع الميت ويصله ثوابها وهو كذلک باجماع العلماء وكذا أجمعوا على وصول الدعاء وقضاء الدين بالنصوص الواردة فی الجميع[1] یعنی اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مردے کی طرف سے صدقہ دینامردے کو فائدہ بخش ہے اور اس کا ثواب مردے کو ملتا ہے، اس پر علماء کا اجماع ہے اور جو نصوص وارد ہوئیں ان سے دعا کے پہنچنے اور دین کے ادا پر ہونے پر بھی اجماع ہے۔

علامہ عینی شرح بخاری میں اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

ويستفاد منه أن الصدقة عن الميت تجوز وأنه ينتفع بها[2] یعنی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردے کی طرف سے صدقہ کرنا جائز اور اس سے مردے کو نفع پہنچتا ہے۔

حدیث نمبر4: أَنَّ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ أَوْصَى أَنْ يُعْتَقَ عَنْهُ مِائَةُ رَقَبَةٍ فَأَعْتَقَ ابْنُهُ هِشَامٌ خَمْسِينَ رَقَبَةً فَأَرَادَ ابْنُهُ عَمْرٌو أَنْ يَعْتِقَ عَنْهُ الْخَمْسِينَ الْبَاقِيَةَ فَقَالَ حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَبِي أَوْصَى بِعِتْقِ مِائَةِ رَقَبَةٍ وَإِنَّ هِشَامًا أَعْتَقَ عَنْهُ خَمْسِينَ وَبَقِيَتْ عَلَيْهِ خَمْسُونَ رَقَبَةً أَفَأُعْتِقُ عَنْهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ لَوْ كَانَ مُسْلِمًا فَأَعْتَقْتُمْ عَنْهُ أَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ أَوْ حَجَجْتُمْ عَنْهُ بَلَغَهُ ذَلِكَ.[3] یعنی عاص بن وائل نے وصیت کی تھی کہ

1 . . . شرح النووی علی صحیح المسلم، کتاب الزکاۃ، باب ضبطناه نفسها۔۔۔ الخ، 7/90۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الجنائز، باب موت الفجاۃ البغتۃ، 6/305، تحت الحدیث:1388۔

3 . . . ابو داود، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی وصیۃ الحربی، 3/163، حدیث:2883۔

میری طرف سے سو غلام آزاد کئے جائیں تو اس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کر دیئے۔ اس کے دوسرے بیٹے عمرو نے باقی پچاس کو آزاد کرنا چاہا تو کہا کہ پہلے میں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے دریافت کرلوں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! میرے باپ نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی اور ہشام نے پچاس آزاد کر دیئے کیا میں بھی آزاد کر دوں ؟ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: اگر وہ مسلمان ہوتا تو تم اس کی طرف سے آزاد کرتے یا صدقہ کرتے یا حج کرتے اسے پہنچتا۔

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی (المتوفی:1082ھ) اس حدیث کے تحت لمعات میں فرماتے ہیں:

قوله انه لو كان مسلمادل على أن الصدقة لا تنفع الكافر ولا تنجيه وعلى ان المسلم تنفعه العبادة المالية والبدنية[1] یعنی معلوم ہوا کہ کافر کو نہ صدقہ نفع دیتا ہے نہ نجات دیتا ہے اور مسلمان کو عبادتِ مالی اور بدنی دونوں سے نفع پہنچتا ہے۔

حدیث نمبر 5: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اَنَّهُ سَئَلَ رَسُولَ اللهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ اِذا نَتَصَدَّقُ عَنْ مَوْتَانَا وَنَحُجُّ عَنْهُمْ وَنَدْعُولَهُمْ فَهَلْ يَصِلُ ذَلِكَ إِلَيْهِمْ قَالَ بِهِ كَمَا يَفْرَحُ اَحَدُكُمْ بِالطَّبَقِ اِذَا اُهْدِىَ اِلَيْهِ.[2] یعنی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! ہم میت کی طرف سے صدقہ دیتے ہیں، حج کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کیا یہ سب چیزیں انہیں پہنچتی ہیں؟ ارشاد فرمایا: ”ہاں“ وہ انہیں پہنچتی ہیں اور اس سے خوش ہوتے ہیں جس طرح تم میں

1...لمعات التنقیح، 5/716۔
2...عمدۃ القاری، 2/599۔

سے ایک آدمی خوش ہوتا ہے جب اس کے پاس طباق ہدیہ کیا جاتا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

وأخرج القاضى ابو بكر بن عبد الباقى الأنصارى فى مشيخته عن سلمة بن عبيد قال قال حماد المكى خرجت ليلة إلى مقابر مكة فوضعت رأسى على قبر فنمت فرأيت أهل المقابر حلقة حلقة فقلت قامت القيامة قالوا لا ولكن رجل من اخواننا قرأ قل هو الله أحد وجعل ثوابها لنا فنحن نقتسمه منذ سنة.[1] یعنی قاضی ابو بکر بن عبد الباقی انصاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے کتاب المشیخہ میں سلمہ بن عبید سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا حماد مکی نے فرمایا: کہ میں ایک رات مکہ کے قبرستان میں گیا ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا تو قبرستان والوں کو دیکھا کہ حلقہ حلقہ بنا کر بیٹھے ہوئے ہیں میں نے کہا: کیا قیامت آگئی ہے؟ انہوں نے کہا: ”نہیں“ لیکن ہمارے بھائیوں میں سے ایک شخص نے قُلْ هُوَاللهُ اَحَدٌ پڑھ کر اس کا ثواب ہم لوگوں کو بخشا ہے تو اس کو ایک سال سے ہم لوگ تقسیم کر رہے ہیں۔

حدیث نمبر:6 امام جلال الدین عبد الرحمن السیوطی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:911ھ) شرح الصدور میں نقل فرماتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے:

مَنْ مَرَّ عَلَى الْمَقَابِرِ وَ قَرَأَ ’’ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ ‘‘ اَحَدٰى عَشَرَ مَرَّةً ثُمَّ وَهَبَ اَجْرَهُ لِلْاَمْوَاتِ أُعْطِيَ مِنَ الْاَجْرِ بِعَدَدِ الْاَمْوَاتِ.[2] یعنی جو قبرستان سے گزرا اور اس نے گیارہ بار

1...مرقات شرح مشکوٰۃ، 4/198۔
2...شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، باب فی قراءۃ القران للمیت الخ، ص:311۔

سورۂ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب مُردوں کو بخشا تو مردوں کی تعداد کے مطابق پڑھنے والے کو ثواب ملے گا۔

حدیث نمبر 7: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَضْحٰى بِالْمُصَلّٰى فَلَمَّا قَضٰى خُطْبَتَهُ نَزَلَ مِنْ مِنْبَرِهٖ وَاُتِيَ بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ وَقَالَ بِسْمِ اللهِ وَاللهُ اَكْبَرُ هٰذَا عَنِّيْ وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ اُمَّتِيْ۔[1] یعنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ہمراہ عید گاہ میں حاضر ہوا، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے خطبہ پورا فرمالیا اپنے منبر سے نیچے تشریف لائے پھر ایک مینڈھا لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اسے اپنے ہاتھ سے ذبح فرمایا اور کہا: بِسْمِ اللهِ وَاللهُ اَكْبَرُ یا اللہ پاک! یہ میری طرف سے اور میری امت میں اس کی طرف سے جس نے قربانی نہیں کی۔

حدیث نمبر 8: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا:

اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ اِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْلَهٗ۔[2] یعنی جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے۔ مگر تین اعمال جاری رہتے ہیں: (1) صدقۂ جاریہ (2) یا وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہو (3) یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتا ہو۔

حدیث نمبر 9: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

1... ابو داود: کتاب الضحایا، باب فی الشاۃ یضحی، 3/128، حدیث: 2810۔
2... مسلم، کتاب الوصیۃ، باب مایلحق الانسان الخ، حدیث: 4223، ص 684۔

تَرْفَعُ لِلْمَیِّتِ بَعْدَ مَوْتِہٖ دَرَجَتَہٗ فَیَقُوْلُ اَیْ رَبِّ اَیُّ شَیْءٍ ھٰذِہٖ فَیُقَالُ وَلَدُكَ اسْتَغْفَرَ لَكَ.[1] یعنی بعدِ موت میت کا دَرَجہ بلند ہوتا ہے تو وہ اللہ پاک کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے یااللہ! یہ بلند درجہ کس وجہ سے؟ اس سے کہا جاتا ہے تیرے بچے نے تیرے لئے دعائے مغفرت کی ہے۔

حدیث نمبر10: رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا عَلٰی اَحَدِکُمْ اِذَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ تَطَوُّعًا اَنْ یَّجْعَلَهَا عَنْ اَبَوَیْهِ فَیَکُوْنُ لَهُمَا اَجْرُهَا وَلَا یَنْقُصُ مِنْ اَجْرِہٖ شَیْءٌ.[2] یعنی تمہارے لئے اس میں کوئی مشکل نہیں ہے کہ تم میں سے کوئی صدقہ کرنا چاہے تو اس کو اپنے والدین کی طرف سے کر دے کہ اس کے ماں باپ کو بھی اجر ملے گا اور اس کے ثواب میں بھی کمی نہیں ہوگی۔

حدیث نمبر11: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ اَهْلِ بَیْتٍ یَمُوْتُ مِنْهُمْ مَیِّتٌ فَیَتَصَدَّقُوْنَ عَنْهُ بَعْدَ مَوْتِہٖ اِلَّا اَهْدَاهَا اِلَیْهِ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَام عَلٰی طَبَقٍ مِنْ نُوْرٍ ثُمَّ یَقِفُ عَلٰی شَفِیْرِ الْقَبْرِ فَیَقُوْلُ یَاصَاحِبَ الْقَبْرِ الْعَمِیْقِ هٰذِہٖ هَدِیَّةٌ اَهْدَاهَا اِلَیْكَ اَهْلُكَ فَاقْبَلْهَا فَیَدْخُلُ عَلَیْهِ فَیَفْرَحُ بِهَا وَیَسْتَبْشِرُ وَیَحْزَنُ جِیْرَانُهُ الَّذِیْنَ لَایُهْدٰی اِلَیْهِمْ بِشَیْءٍ.[3] یعنی جب فوت شدہ کے اہلِ خانہ سے کوئی صدقہ و خیرات کرکے ایصالِ ثواب کرتا ہے تو اس کے اس ایصال ثواب کو جبریل علیہ السلام ایک نورانی تھال میں رکھ کر اس قبر والے کے سرہانے لے جاکر پیش کرتے ہیں کہ تیرے فلاں

1... الادب المفرد، باب عرض الاسلام علی الام النصرانی، حدیث:37۔
2... معجم اوسط، 5/169، حدیث:6950۔
3... معجم اوسط، 5/37، حدیث:6504۔

عزیز نے ثواب کا یہ تحفہ بھیجا ہے تو اسے قبول کر وہ اسے قبول کر لیتا ہے اور اس پر خوش ہوتا ہے اور دوسرے قبر والوں کو خوشخبری سناتا ہے اور اس کے پڑوسیوں میں سے جسے اس جیسا تحفہ نہ مِلا ہو تو وہ غمگین ہو جاتے ہیں۔

حدیث نمبر 12: حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ پاک کے آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا:

مَا الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ اِلَّا كَالْغَرِيقِ الْمُتَغَوِّثِ، يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهُ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِيقٍ، فَاِذَا لَحِقَتْهُ كَانَتْ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَاِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ لَيُدْخِلُ عَلٰى اَهْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَاءِ اَهْلِ الْاَرْضِ اَمْثَالَ الْجِبَالِ، وَاِنَّ هَدِيَّةَ الْاَحْيَاءِ اِلَى الْاَمْوَاتِ اِلاسْتِغْفَارُ لَهُمْ[1] یعنی قبر میں میت ڈوبنے والے فریادی کی طرح ہوتی ہے کہ ماں باپ، بھائی، دوست کی دعائے خیر پہنچنے کی منتظر رہتی ہے پھر جب اسے دعا پہنچ جاتی ہے، تو اسے یہ دعا دنیا دُنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ عزیز ہوتی ہے اور بے شک اللہ کریم زمین والوں کی دعاؤں سے قبر والوں کو پہاڑوں کی طرح کا ثواب عطا فرماتا ہے یقیناً زندوں کا مُردوں کے لئے تحفہ ان کے لئے دعائے مغفرت ہے۔

اقوال ائمہ وفقہاء رحمہم اللہ تعالٰی اجمعین

قول نمبر 1: صاحبِ ہدایہ، علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی (وفات: 593ہجری) باب الحج عن الغیر میں فرماتے ہیں:

الأصل في هذا الباب أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوما أو صدقة أو غيرها عند أهل السنة والجماعة لما روي عن النبي

1... شعب الایمان، فصل فی زیارت قبور، 7/16، حدیث: 9295۔

عليه الصلاة والسلام أنه ضحى بكبشين أملحين أحدهما عن نفسه والآخر عن أمته۔[1] دوسرے کی طرف سے حج کرنے میں اصل یہ ہے کہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچا دے اور وہ عمل نماز ہو یا روزہ یا صدقہ وہ یا کوئی اور عمل (مثلاً تلاوت قرآن اور اذکار) کیونکہ روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو سرمئی رنگ کے مینڈھے ذبح کیے، ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنی امت کی طرف سے۔

قول نمبر2: فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

الأصل فی هذا الباب أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة كان أو صوما أو صدقة أو غيرها كالحج وقراءة القرآن والاذكار وزيارة قبور الأنبياء عليهم الصلوٰة والسلام والشهداء والأولياء والصالحين وتكفين الموتى وجميع انواع البر۔[2] "یعنی اس باب میں اصل یہ ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے نماز ہو یا روزہ ہو یا صدقہ ہو یا اس کے علاوہ حج، تلاوتِ قرآن یا ذکر، انبیاء علیہم السلام، شہداء، اولیاء، صالحین کی قبروں کی زیارت، میتوں کی تکفین اور تمام نیکی کے کاموں کا ثواب پہنچا سکتا ہے۔"

قول نمبر3: بحر الرائق میں ہے:

ان الانسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوما أو صدقة أو قراءة قرآن أو ذكرا أو طوافا أو حجا أو عمرة أو غير ذلک عند

1... ہدایہ، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، 1/ 178۔
2... فتاوی ہندیہ، کتاب الحج، باب الرابع عشر فی الحج عن الغیر، 1/ 257۔

أصحابنا للكتاب والسنة.[1] ہمارے علماء رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک قرآن وحدیث کی روشنی میں انسان اپنے نیک اعمال، نماز، روزہ، صدقہ، تلاوتِ قرآن، ذکرُ اللہ، طواف، حج، عمرہ اور دیگر نیک اعمال کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

من صام أو صلى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة.[2] یعنی اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک جس نے روزہ رکھا یا صدقہ کیا تو اس کا ثواب اپنے علاوہ زندوں یا مردوں میں سے کسی کو پہنچائے تو جائز ہے ان کو اس کا ثواب پہنچے گا۔

قول نمبر4: امام نسفی شرح العقائد میں فرماتے ہیں:

و في دعاء الاحياء للاموات وصدقتهم عنهم نفع لهم.[3] یعنی زندہ مردوں کے لئے دعا کریں اور صدقہ کریں تو مُردوں کو نفع پہنچتا ہے۔

قول نمبر5: خاتم المحققین امام محمد امین بن عمر ابن عابدین الشامی (المتوفی: 1252ھ) فتاویٰ شامی میں فرماتے ہیں:

الأفضل لمن يتصدق نفلا أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات لأنها تصل إليهم ولا ينقص من أجره شيء[4] یعنی جو شخص نفلی صدقہ کرنا چاہتا ہے اس کے لئے افضل یہ ہے کہ تمام مؤمنین، مؤمنات کی نیت کرے کہ ان سب کو پہنچے گا اور اس

1... بحر الرائق، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، ص 3/105۔
2... بحر الرائق، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، ص 3/105۔
3... شرح العقائد، ص: 356۔
4... ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، 3/360۔

کے اجر میں بھی کچھ کمی نہ ہوگی۔

قول نمبر6: امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كانت الأنصار إذا مات لهم الميت إختلفوا إلى قبره يقرؤون له القرآن.[1] یعنی انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ تھا کہ جب ان میں سے کوئی فوت ہوجاتا تو وہ بار بار اس کی قبر پر جاتے اور اس کے لئے قرآن پڑھتے۔

قول نمبر7: امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کو وصیتیں فرمائیں اور اس وصیت نامہ کے بارے میں فرماتے ہیں: یابنی ارشدک اللہ تعالیٰ وایدک اوصیک بوصایا ان حفظتها وحافظت عليها رجوت لک السعادة فی دینک ودنیاک ان شاء اللہ تعالیٰ[2] یعنی اے میرے بیٹے! اللہ کریم تجھے راہ دکھائے اور تیری مدد کرے میں تجھ کو کچھ باتوں کی وصیت کرتا ہوں، اگر تو ان کو یاد رکھے اور ان پر ہمیشہ عمل کرے تو اللہ پاک سے تیرے لئے سعادت کی امید کرتا ہوں ان شاء اللہ الکریم۔

اس وصیت نامے میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: والثالث عشر ان تواظب علی قراءة القرآن کل یوم و تهدی ثوابها الی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم و والدیک و استاذک وسائر المسلمین[3] یعنی تیرہویں بات یہ کہ ہر روز قرآن مجید کی تلاوت پر مواظبت کرو اور اس کا ثواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور اپنے والدین،

1... شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، باب فی قرءۃ القرآن للمیت الخ، ص: 311۔
2... مجموع کتب ورسائل ووصایا الامام الاعظم، ص503۔
3... مجموع کتب ورسائل ووصایا الامام الاعظم، ص505۔

اپنے اساتذہ اور تمام مسلمانوں کو ہدیہ کرو۔

قول نمبر 8: امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردِ رشید امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کو وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

واذكر الموت واستغفر للأستاذ ومن أخذت عنهم العلم وداوم على التلاوة وأكثر من زيارة القبور والمشايخ والمواضع المباركة۔[1] یعنی ہمیشہ موت کو یاد کیا کرو اور اپنے استاذ اور جس سے تم نے علم حاصل کیا ہے ان کی مغفرت کی دعا کرو اور ہمیشہ قرآن مجید کی تلاوت کیا کرو اور بکثرت قبروں کی زیارت کیا کرو اور مقدّس ومتبرّک مقامات کی زیارت کو جایا کرو۔

الحمد للہ! قرآنی آیات، احادیثِ مبارکہ اور اقوالِ علماو فقہا سے ایصالِ ثواب کا ثبوت ظاہر وباہر ہے، ابھی بہت سی قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور اقوالِ ائمہ وفقہا پیش کئے گئے جو ایصالِ ثواب کے ثبوت پر مؤید ہیں، لیکن طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفا کیا۔

جب ہر شخص اپنے اعمال کا جواب دہ ہے تو ایصال ثواب کا کیا فائدہ؟

سوال: قرآنِ پاک میں ہے: ﴿وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی﴾ یعنی ہر شخص اپنے اَعمال کا جواب دہ ہے، تو پھر دوسروں کے یہ اعمال کیوں کر فائدہ دیں گے؟

جواب: مسلمان کا اپنے کسی بھی نیک عمل جیسے تلاوتِ قرآن، ذکر واَذکار، درود وسلام کا ثواب دوسرے مسلمان کو پہنچانا نہ صرف جائز، بلکہ امرِ مستحسن ہے اور یہ زمانہ نبوی سے لے کر اب تک مسلمانوں میں چلا آرہا ہے، ایصالِ ثواب کے ثبوت پر بکثرت آیاتِ قرآنیہ، احادیث نبویہ اور اقوالِ فقہاء شاہد ہیں اور جو آیت مبارکہ وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

1... الاشباہ والنظائر معہ غمز عیون البصائر، وصیۃ الامام الاعظم لابی یوسف رحمہ اللہ، 3/378۔

ترجمہ کنزالعرفان:"اور یہ کہ انسان کے لیے وہی ہوگا جس کی اس نے کوشش کی۔" اس آیت سے ایصالِ ثواب کی نفی پر استدلال کرنا قطعا درست نہیں ہے۔ مفسّرینِ کرام اور علمائے عظام رحمۃ اللہ علیہم نے اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں متعدد اَقوال بیان کیے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(1)یہ حکم منسوخ ہے۔

(2)اس آیت کا حکم قومِ ابراہیم اور قومِ موسیٰ کے ساتھ خاص ہے، جبکہ اس امت کو اپنے اعمال کا فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے اور دوسرے لوگ جو ان کو اعمال کا ثواب پہنچاتے ہیں، اس سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔

(3)اس آیتِ مبارکہ میں انسان سے مراد کافر ہے کہ کافر کو کوئی بھلائی نہ ملے گی۔

(4)یہ اس وقت تک ہے، جب تک عمل کرنے والے نے اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو نہ دیا ہو، مگر جب عمل کرنے والا ثواب دے دے، تو وہ دوسرے کو پہنچے گا۔

(5)اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ جو محض بدنی عبادات ہوں، ان میں مطلقاً نیابت جائز نہیں، یعنی کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھ کر یا روزہ رکھ کر اس کو بری الذمہ نہیں کر سکتا، بلکہ یہ عبادات خود بجالائے گا، تو بھی بری الذمہ ہوگا۔

(6)اس آیتِ کریمہ کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ پاک کے عدل کے اعتبار سے انسان وہی کچھ پائے گا جو اس نے عمل کیا، لیکن اللہ پاک اپنے فضل و رحمت سے اسے جو چاہے عطا فرمادے۔

کسی کے نیک عمل کی برکت سے دوسرے کو فائدہ پہنچنے کے متعلق اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۰﴾

(پ28،حشر:10)

ترجمۂ کنز العرفان: اوران کے بعد آنے والے عرض کرتے ہیں : اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کیلئے کوئی کینہ نہ رکھ، اے ہمارے رب! بیشک تو نہایت مہربان، بہت رحمت والا ہے۔

مذکورہ بالا آیت کے متعلق تفسیر مظہری میں ہے:

قال السیوطی وقد نقل غیر واحد الاجماع علی ان الدعاء ینفع المیت ودلیله من القرآن قوله تعالی﴿وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ﴾[1] ترجمہ: امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کئی علما نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ دعا میت کو فائدہ دیتی ہے اور اس کی دلیل قرآن پاک سے اللہ پاک کا یہ فرمان ہے: وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ

میت کو نیک اعمال پہنچانے کے متعلق صحیح بخاری میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنها أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیه وسلم إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ[2] ترجمہ:

1... تفسیر مظہری، سورۃ الحشر، تحت الآیۃ:10، 9/350

2... بخاری، کتاب الجنائز، باب موت الفجأۃ البغتۃ، 1/468، حدیث:1388۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں عرض کی: میری ماں اچانک فوت ہو گئی ہیں، میرا خیال ہے کہ اگر وہ کوئی بات کرتیں تو صدقہ دینے کا کہتیں تو اگر میں ان کی طرف سے خیرات کروں تو کیا انہیں ثواب ملے گا؟ ارشاد فرمایا: جی ہاں۔

ابو داؤد میں ہے:

عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ قَالَ فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ هَذِهِ لِأُمِّ سَعْدٍ [1] ترجمہ: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! امِّ سعد (میری ماں) انتقال کر گئیں ہیں، تو کون سا صدقہ (ان کے لیے) بہتر ہے؟ فرمایا "پانی" تو انہوں نے کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے۔

دورِ رسالت سے آج تک اپنے نیک اعمال کا ثواب دوسرے مسلمان بھائی کو پہنچانے کے متعلق بدائع الصنائع میں ہے:

وعليه عمل المسلمين من لدن رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى يومنا هذا من زيارة القبور وقراءة القرآن عليها والتكفين والصدقات والصوم والصلاة وجعل ثوابها للأموات ولا امتناع في العقل أيضا لأن إعطاء الثواب من الله تعالى إفضال منه لا استحقاق عليه، فله أن يتفضل على من عمل لأجله بجعل الثواب له كما له أن يتفضل بإعطاء الثواب من غير

1 . . . ابوداود، کتاب الزکاۃ، باب فی فضل سقی الماء، 2/180، حدیث: 1681۔

عمل رأسا[1] ترجمہ: قبروں کی زیارت کرنا، قبروں پر قرآن پاک کی تلاوت کرنا (مُردوں کو) کفن دینا، صدقات کرنا، روزہ رکھنا، نماز پڑھنا اور ان سب کا ثواب مُردوں کو پہنچانے پر مسلمانوں کا دورِ رسالت سے لے کر آج کے دن تک عمل ہے اور (نیک اعمال کرکے مُردوں کو ثواب ایصال کرنا) عقلا بھی ناممکن نہیں، کیونکہ ثواب دینا اللہ پاک کی طرف سے فضل ہے، اس پر لازم نہیں ہے، وہ چاہے تو اس بندے پر بھی فضل فرمادے، جس کو ثواب پہنچانے کے لیے کوئی بندہ عمل کرے، جیسا کہ اللہ خود مختار ہے اس میں کہ بغیر کسی عمل کے ہی کسی کو ثواب (یعنی اپنا فضل) عطا فرمادے۔

سوال میں درج آیت کریمہ کے حکم کے منسوخ ہونے کے بارے میں تفسیر خازن میں ہے:

قال ابن عباس: هذا منسوخ الحكم فی هذه الشريعة بقوله تعالى ﴿اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ﴾[2] ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہمانے فرمایا: یہ حکم ہماری شریعت میں اللہ پاک کے فرمان (اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ) سے منسوخ ہوگیا۔

تفسیرِ طبری میں ہے:

عن ابن عباس أنه قال: هذه الآية منسوخة ﴿وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی﴾ فأنزل الله بعد هذا ﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ﴾ فأدخل الأبناء بصلاح الآباء الجنة[3] ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہمانے

1... بدائع الصنائع، کتاب الحج، 2/454۔
2... تفسیر خازن، سورۃ الطور، تحت الایۃ: 21، 4/199۔
3... تفسیر طبری، سورۃ النجم، تحت الایۃ: 39، 11/554، ملخصًا۔

فرمایا: یہ آیت ﴿وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی﴾ منسوخ ہے کہ اللہ پاک نے اس آیت کے بعد یہ آیت ﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ﴾ نازل فرمائی لہٰذا بچوں کو باپوں کی نیکی کی وجہ سے جنت میں داخل کیا گیا۔

اس حکم کے قومِ ابراہیم و قومِ موسی کے ساتھ خاص ہونے کے بارے میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

وقال عکرمة کان ذلك لقوم إبراهيم وموسى فأما هذه الأمة فلهم ما سعوا وما سعى لهم غيرهم[1] ترجمہ: حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: یہ حکم حضرت ابراہیم اور حضرت موسی علیہما السلام کی قوم کے ساتھ خاص ہے، رہی یہ امت تو ان کے لیے وہ اجر بھی ہے جس کی یہ (خود) کوشش کریں اور اس کا اجر بھی ہے جو (کسی کی طرف سے) ان کے لیے کیا جائے۔

تفسیر صراط الجنان میں ہے:

ایک قول یہ ہے کہ یہ مضمون بھی حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما الصلوۃ والسلام کے صحیفوں کا ہے، اور کہا گیا ہے کہ یہ ان ہی امتوں کے لئے خاص تھا، جبکہ اس امت کے لئے ان کا اپنا عمل بھی ہے اور وہ عمل بھی ہے جو ان (کو ثواب پہنچانے) کے لئے کیا گیا ہو۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

هذا لقوم ابراهيم وموسى واما هذه الامة لهم ما سعوا وسعى لهم[1]

ترجمہ: یہ (آیت) حضرت موسی اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی قوم کے بارے میں ہے،

1... معالم التنزیل، سورۃ النجم، تحت الآیۃ: 39، 4/231۔
2... صراط الجنان، 9/574۔

بہر حال یہ امت تو ان کے لیے وہ اجر بھی ہے جس کی یہ (خود) کوشش کریں اور اس کا اجر بھی ہے جو (کسی کی طرف سے) ان کے لیے کیا جائے۔

اس آیت کا محمل عمل کرنے والے کے اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو دینے کے متعلق بحر الرائق میں ہے:

وفیہ تاویلات اقربہا ما اختارہ المحقق ابن الھمام انہا مقیدة بما یہبہ العامل یعنی لیس للانسان من سعی غیرہ نصیب الا اذا وھبہ لہ فحینئذ یکون لہ[2] ترجمہ: اس آیت میں کئی تاویلات ہیں: ان میں (درستگی کے) قریب ترین وہ ہے، جس کو محقق امام ابن ہمام نے اختیار کیا ہے کہ یہ مقید ہے اس صورت کے ساتھ جس کو عمل کرنے والا ہبہ کرے یعنی انسان کے لیے دوسرے کے عمل سے حصہ نہیں ہے مگر جب وہ عمل کرنے والا اس عمل کا ثواب کسی کو دے دے، تو وہ اس وقت اس کے لیے ہو جائے گا (جس کو عمل کرنے والے نے دیا)۔

اس آیت سے مراد محض وہ بدنی عبادات ہیں، جن میں مطلقاً نیابت جائز نہیں، جیسا کہ بدائع الصنائع میں ہے:

والبدنیة المحضة لا تجوز فیھا النیابة علی الاطلاق لقولہ عزوجل وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی الا ما خص بدلیل وقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یصوم احد عن احد ولایصلي احد عن احد اي في حق الخروج عن العھدة لا في حق الثواب[3] ترجمہ: جو محض بدنی عبادات ہوں ان میں مطلقاً نیابت

1...الاختیار لتعلیل المختار، 4/180۔
2...بحر الرائق، 3/105۔
3...بدائع الصنائع، کتاب الحج، 2/454۔

جائز نہیں، اللہ پاک کے اس فرمان کی وجہ سے وَاَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی مگر جو کسی دلیل سے خاص ہو جائے (اس میں نیابت درست ہو گی) اور نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان: نہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھے، نہ کوئی کسی کی طرف سے نماز ادا کرے، یہ فرمان اپنے اوپر لازم شدہ کام سے بری الذمہ ہونے کے حق میں ہے نہ کہ ثواب کے حق میں۔(یعنی کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھ کر یا روزہ رکھ کر اس کو بری الذمہ نہیں کر سکتا بلکہ اس کو خود رکھنا ہو گا پھر بری الذمہ ہو گا، لیکن نماز، روزہ کا ثواب پہنچا سکتا ہے)۔

عدل کی طرف نسبت کے متعلق تفسیر روح البیان میں ہے:

و منھا انہ بالنسبۃ الی العدل لا الفضل[1] ترجمہ: اور اس آیت کے جوابات میں سے ایک جواب یہ ہے کہ انسان عدل کی طرف نسبت کرتے ہوئے وہی پائے گا جو اس نے کیا ہے، نہ کہ فضل کی طرف نسبت کرتے ہوئے۔

تفسیر صراط الجنان میں ہے: "مفسرین نے اس آیت کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا ہے کہ آدمی عدل کے تقاضے کے مطابق وہی پائے گا جو اس نے کیا ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جو چاہے عطا فرمائے۔"[2]

فوتگی والے گھر رشتہ داروں کا کھانا لانا

سوال: فوتگی والے گھر رشتہ داروں کا میت کے لواحقین کے لئے کھانا لانا کیسا ہے؟

جواب: پہلے دن صرف میت کے گھر والوں کے لیے ان ہی کے مناسب کھانا دینا ثواب کا کام ہے اور انہیں کھانا بھی جائز ہے۔ ہاں، باقی جمع ہونے والے لوگوں کے لیے کھانا نہ بھیجا

1 . . . روح البیان، سوۃ النجم، تحت الآیۃ: 39، 9/249۔
2 . . . صراط الجنان، 9/574۔

جائے۔

بہارِ شریعت میں ہے: ”میّت کے پڑوسی یا دور کے رشتہ دار اگر میّت کے گھر والوں کے لیے اُس دن اور رات کے لیے کھانا لائیں، تو بہتر ہے اور انہیں اصرار کر کے کھلائیں ۔۔۔ میّت کے گھر والوں کو جو کھانا بھیجا جاتا ہے یہ کھانا صرف گھر والے کھائیں اور انہیں کے لائق بھیجا جائے، زیادہ نہیں اوروں کو وہ کھانا، کھانا منع ہے اور صرف پہلے دن کھانا بھیجنا سنت ہے، اس کے بعد مکروہ۔“[1]

تیجہ، ساتواں، چہلم وغیرہ کرنا

سوال: میّت کے تیسرے، ساتویں، چالیسویں کے دن مسلمانوں کا جمع ہو کر قرآن مجید و کلمہ طیبہ پڑھنا اور چنوں وغیرہ پر کچھ پڑھ کر تقسیم کرنا، جائز ہے یا نہیں۔

جواب: یقیناً جائز! بلکہ مستحسن و مستحب ہے کیونکہ اس طرح مسلمانوں کے جمع ہونے کا مقصدِ اعظم میت کو ایصالِ ثواب کرنا ہی ہوتا ہے جو قرآن و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ ہر طرح کے نیک اعمال کا ثواب مُردوں کو پہنچتا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں قرآن پڑھنا بھی ثواب، کلمۂ طیبہ پڑھنا بھی ثواب، چنوں کو تقسیم کرنا بھی ثواب اور ان کے علاوہ بھی جو چیزیں صدقہ کرنے کے لئے رکھیں ان کو صدقہ کرنا بھی ثواب۔ اس کو جمع کر کے میت کو پہنچایا جائے تو کیا حرج؟

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:505ھ) احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

اذالم یحرم لآحاد فمن این یحرم المجموع؟ یعنی جب الگ الگ افراد حرام

1... بہارِ شریعت، 1/ 853-854، حصہ:8۔

نہیں تو مجموعہ کہاں سے حرام ہو جائے گا؟

اور اسی میں فرماتے ہیں:

اذااجتمعت کان ذلک المجموع مباحا[1] یعنی جب مباحات کے افراد مجتمع ہوں تو مجموعہ بھی مباح ہی ہو گا۔

مرنے کے بعد مردے کو ڈوبنے والے کی طرح تنکے کے سہارے کی بھی ضرورت ہوتی ہے، کہ اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو گیا وہی ہے جو اس کو پہنچایا جائے گا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا:

مَا الْمَيِّتُ فِى الْقَبْرِ إِلَّا كَالْغَرِيقِ الْمُتَغَوِّثِ، يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهُ مِنْ أَبٍ أَوْ أُمٍّ أَوْ أَخٍ أَوْ صَدِيقٍ فَإِذَا لَحِقَتْهُ كَانَتْ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيُدْخِلُ عَلَى أَهْلِ الْقُبُورِ مِنْ دُعَاءِ أَهْلِ الْأَرْضِ أَمْثَالَ الْجِبَالِ وَإِنَّ هَدِيَّةَ الْأَحْيَاءِ إِلَى الْأَمْوَاتِ الِاسْتِغْفَارُ لَهُمْ[2] یعنی قبر میں میت ڈوبنے والے فریادی کی طرح ہوتی ہے کہ ماں باپ، بھائی، دوست کی دعائے خیر پہنچنے کی منتظر رہتی ہے پھر جب اسے دعا پہنچ جاتی ہے، تو اسے یہ دعا دُنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ عزیز ہوتی ہے، اور بے شک اللہ پاک زمین والوں کی دعاؤں سے قبر والوں کو ثواب کے پہاڑ دیتا ہے یقیناً زندوں کا مُردوں کے لئے تحفہ ان کے لئے دعائے مغفرت ہے۔

فاتحہ وایصالِ ثواب سراسر میت کو نفع پہنچانا ہے۔

1... احیاء علوم الدین، کتاب: آداب والسماع الوجد، 2/337۔
2... شعب الایمان، فصل فی زیارت قبور، حدیث 7905، 6/203۔

مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَنْفَعْهُ[1] یعنی جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو تو چاہیے کہ اسے نفع پہنچائے۔

ان أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ بَعْدَ الْفَرَائِضِ إِدْخَالُ السُّرُورِ عَلَى الْمُسْلِمِ۔[2] یعنی اللہ پاک کی بارگاہ میں فرائض کے بعد سب سے زیادہ پسندیدہ عمل مسلمان کا دل خوش کرنا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان ایصال ثواب کے متعلق کلام کرتے ہوئے فتاویٰ رضویہ شریف میں فرماتے ہیں:

اموات مسلمین کے نام پر کھانا پکوا کر ایصال ثواب کے لیے تصدق کرنا بلا شبہ جائز و مستحسن ہے اور اس پر فاتحہ سے ایصال ثواب دوسرا مستحسن ہے اور دو چیزوں کا جمع کرنا زیادتِ خیر ہے (خیر میں زیادتی ہے) اور پانی سے بھی ایصال ثواب کر سکتے ہیں۔ بلکہ حدیث میں ہے:

افضل الصدقة سقی الماء. (یعنی) سب سے بہتر صدقہ پانی پلانا ہے۔

ایک حدیث میں ہے: "جہاں پانی نہ ملتا ہو کسی کو پانی پلانا ایک جان کو زندہ کرنے کی مثل ہے اور جہاں پانی ملتا ہو وہاں پلانا غلام کو آزاد کرنے کے مثل ہے۔"[3]

انتقال کے بعد 40 دن تک کھانا کھلانا

سوال: میت کے ثواب کے لئے 40 دن تک مستحقین کو کھانا کھلانا کیا ضروری ہے؟

جواب: میت کے انتقال کے بعد چالیس دن تک کسی شرعی فقیر وغیرہ کو کھانا کھلانا یا ہر

1... مسلم، کتاب السلام، باب استحباب الرقیۃ من العین الخ، حدیث: 5727، ص: 931۔
2... معجم کبیر، 11/59، حدیث: 11079۔
3... فتاویٰ رضویہ، 9/595۔

جمعرات کو ایصالِ ثواب کا اہتمام کرنا اور فاتحہ خوانی کی دیگر تقریبات کا انعقاد کرنا فرض یا واجب تو نہیں ہے، لہذا ان کو لازم سمجھنا درست نہیں، البتہ یہ افعال جائز و مستحسن اور باعثِ اجر ضرور ہیں، اوران کی حیثیت ایصالِ ثواب کی ہے یعنی کلماتِ خیر اور بدَنی و مالی عبادات کا ثواب کسی مسلمان کو پہنچانا اور یہ کام احادیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے افعال سے ثابت ہیں۔

اہل میت کی طرف سے دعوتِ طعام

سوال: اہلِ میت کی طرف سے کھانا کھلایا جاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: میت کے گھر والے ایامِ موت میں دعوتِ طعام کریں تو ناجائز اور بدعتِ قبیحہ ہے، دعوت تو خوشی کے موقع پر مشروع ہے نہ کہ غم پر۔

ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من أھل المیت لأنہ شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ.[1] اہل میّت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنا منع ہے کہ شرع نے دعوت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں۔ اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔

اسی طرح علامہ حسن شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں فرمایا:

یکرہ الضیافۃ من اھل المیّت لانھا شرعت فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ[2] میّت والوں کی جانب سے ضیافت منع ہے اس لیے کہ اسے شریعت نے خوشی میں رکھا ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بری بدعت ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

1. . . فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، باب الشھید، 2/102۔
2. . . مراقی الفلاح شرح نورالایضاح، کتاب الصلاۃ، فصل فی حملھا ودفنھا، 151۔

وہ(طعام) کہ عوام ایامِ موت میں بطور دعوت کرتے ہیں یہ ناجائز وممنوع ہے۔ لان الدعوة انما شرعت فی السرور لا فی الشرور کمافی فتح القدیر وغیرہ من کتب الصدور. یعنی اس لیے کہ دعوت کو شریعت نے خوشی میں رکھا ہے غمی میں نہیں، جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ کتبِ اکابر میں ہے[1]

جنازے کے بعد کھانے کا اعلان

سوال: جنازے کے بعد اعلان کیا جاتا ہے کہ کھانا کھا کر جانا، ایسے کھانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا کھانا جو ایامِ موت میں یعنی سوگ کے تین دِنوں میں بطورِ دعوت کھلایا جاتا ہے، وہ ناجائز وممنوع اور بدعتِ سیئہ و قبیحہ ہے، چاہے وہ اس کے گھر کے افراد کی طرف سے ہو یا محلہ وبرادری کے افراد کی طرف سے ہو کہ دعوت خوشی کے موقع پر ہوتی ہے، موت اس کا محل نہیں، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں نمازِ جنازہ کے بعد میت کے گھر والوں یا اہلِ محلہ کی طرف سے لوگوں کو کھانا کھانے کی دعوت دینا ناجائز و گناہ ہے اور اغنیا کے لیے وہ کھانا کھانا، ناجائز ہے، البتہ فقرا کھاسکتے ہیں۔

ایامِ موت میں میت کی طرف سے بطورِ دعوت کھانا بنانا، ممنوع و ناجائز و بدعتِ قبیحہ ہے۔ چنانچہ حضرتِ جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنَّا نَرَى الِاجْتِمَاعَ إِلَى أَهْلِ الْمَيِّتِ وَصَنْعَةَ الطَّعَامِ مِنَ النِّيَاحَةِ[2] ترجمہ: ہم (گروہِ صحابہ کرام) اہلِ میت کے ہاں جمع ہونے اور اُن کے کھانا تیار کروانے کو میت پر نوحہ کرنا شمار کرتے تھے (اور نوحہ کرنا شرعاً جائز نہیں ہے)۔

1...فتاوی رضویہ، 9/614۔
2...ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی النھی عن الاجتماع، 2/275، حدیث: 1612۔

ردالمحتار میں ہے:

یکرہ اتخاذالضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ"[1] ترجمہ: میت کے گھر والوں کی طرف سے دعوت کا اہتمام کرنا مکروہ (تحریمی) ہے، اِس وجہ سے کہ دعوت کا اہتمام کرنا خوشی کے موقع پر مشروع ہے، غمی میں مشروع نہیں اور یہ دعوت کرنا بدعتِ قبیحہ ہے۔

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یہ (میت کی) دعوت خود ناجائز و بدعتِ شنیعہ قبیحہ ہے۔"[2]

معمول یہ ہے کہ پہلے تین دن تک کا کھانا میت کا کھانا شمار ہوتا ہے، جس کی ممانعت ہے، لہٰذا تین دن کے بعد کا کھانا میت کا کھانا شمار نہ ہوگا۔ البتہ اِس کے بعد بھی اگر موت کی نیت سے دعوت کی گئی، تو وہ دعوت بھی میت کا کھانا کہلائے گی اور ممنوع ہوگی۔ امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ اِس بارے میں فرماتے ہیں:

تین دن تک اِس کا معمول ہے، لہٰذا ممنوع ہے، اِس کے بعد بھی موت کی نیت سے اگر دعوت کرے گا، ممنوع ہے۔[3]

میت کا کھانا صرف فقرا کھاسکتے ہیں، اغنیاء کے لیے کھانا، جائز نہیں، لہٰذا پہلے، دوسرے اور تیسرے دن، جو کھانا بطورِ دعوت تیار کیا جائے، اُس کا کھانا اغنیا کے لیے جائز نہیں۔

چنانچہ فتاوی رضویہ میں ہے:

اغنیا کو اِس (یعنی جو کھانا ایامِ موت میں بطورِ دعوت دیا جائے، اُس) کا کھانا جائز نہیں۔[1]

1... ردالمحتار، کتاب الجنائز، مطلب فی کراھیۃ الضیافۃ من اھل المیت، 3/175۔
2... فتاوی رضویہ، 9/662۔
3... فتاوی رضویہ، 9/667۔

حُفّاظ کو دعوت پر بلا کر قرآن پڑھوانا

سوال: بعض اہلِ ثروت لوگ حفاظ کو دعوت پر بلا کر ان سے قرآن خوانی کرواتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر یہ دعوت ایام سوگ موت سے تین دن تک میں ہے تو بدعت قبیحہ اور ناجائز ہے کہ دعوت تو خوشی کے موقع پر کی جاتی ہے اور اگر عرف اسی طرح کا ہو کہ کھانا کھلا کے بچوں سے قرآن پڑھواتے ہیں اور قرآن پڑھوانے کی اجرت کے طور پر ہو اگرچہ زبان سے ایسے الفاظ نہ بھی کہے جائیں کہ المعروف کالمشروط (کہ جو چیز معروف ہو وہ مشروط ہی کی حیثیت رکھتی ہے) کے تحت اجرت ہی ٹھہری اگرچہ ایام سوگ میں ہو یا بعد میں ناجائز اور حرام جیسا کہ عام طور پر سننے کو بھی ملتا ہے کہ قاری صاحب بچوں کو بھیج دیں، ان کی خدمت کر دیں گے کھانا کھلا دیں گے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: 1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

"موت میں دعوت بے معنیٰ ہے، فتح القدیر میں اسے بدعت مُسْتَقْبَحَہ فرمایا لان الدعوۃ شرعت فی السرور لافی الشرور (اس لیے کہ دعوت خوشی میں مشروع ہے غمی میں نہیں) اغنیا کا اس میں کچھ حق نہیں اور اگر بنظر العہود عُرفاً کالمشروط لفظا (جو عرفاً معلوم ہے اسی کی طرح ہے جو لفظاً مشروط ہے) وہ اجرت قرآن خوانی کی حد تک پہنچ گیا ہو، کھلانے والا جانتا ہو ان کی تلاوت کے عوض (بدلے میں) مجھے کھانا دینا ہے، یہ جانتے ہوں ہمیں قرآن پڑھ کر کھانا لینا ہے، تو آپ ہی حرام ہے، کھانا بھی حرام اور کھلانا بھی

1... فتاوی رضویہ، 9/614۔

حرام،لا تشتروا باٰیتی ثمناً قلیلا (میری آیتوں کے بدلے حقیر مال دُنیا نہ لو)۔[1]

ساتویں تک روزانہ فاتحہ دلانا

سوال: سات دن تک روزانہ فاتحہ دلانا کیسا؟

جواب: سات دن تک روزانہ فاتحہ دلا کر میت کو ایصالِ ثواب کرنا مستحسن ہے۔ حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

كانوا يستحبون أن لايتفرقوا عن الميت سبعة أيام لأنهم يفتنون ويحاسبون في قبورهم سبعة أيام.[2] ائمہ و اسلاف اس عمل کو پسند کرتے تھے کہ میت کی قبر سے سات دنوں تک جدا نہ ہوا جائے (یعنی کم از کم سات دنوں تک وہاں فاتحہ و قرآن خوانی کا معمول جاری رکھا جائے) کیونکہ سات دنوں تک میت کی قبر میں آزمائش ہوتی ہے اور ان کا حساب ہوتا ہے۔

شیخِ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مستحب ست کہ تصدق کردہ شود از میت بعد رفتن او از عالم تا ہفت روز و تصدق از میت نفع می کند او اے خلاف میان اہل علم و وارد شدہ ست در اں احادیث صحیحہ[3] یعنی مستحب ہے کہ میت کی جانب سے سات دنوں تک صدقہ کیا جائے کہ میت کی جانب سے صدقہ کرنا میت کو نفع پہنچاتا ہے، اس بارے میں اہلِ علم کا کوئی اختلاف نہیں ہے، اس بارے میں صحیح حدیثیں وارد ہوئیں ہیں۔

1... فتاوی رضویہ، 9/644۔
2... عمدۃ القاری، 6/96۔
3... اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ، باب زیارۃ القبور، 1/763۔

چالیس دن تک روزانہ فاتحہ دلانا

سوال: چالیس دن تک ایک کھانے پر فاتحہ دلا کر مسکین کو دینا کیسا؟

جواب: جائز ہے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ(المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:"ہر روز ایک خوراک پر میّت کی فاتحہ دلا کر مسکین کو دینا اور ہر پنج شنبہ (جمعرات) کی رات چند مساکین کو کھلانا، چالیس، روز تک ایسا ہی کرنا اور ہو سکے تو سال بھر تک یا ہمیشہ کرنا یہ سب باتیں بہتر ہیں۔"[1]

چالیسویں دن روح نکالنے کا تصور

سوال: بعض لوگ چالیسویں یوم کو گھڑے یا مٹکے میں پانی بھر کر اس پر چادر رکھتے ہیں، کچھ پکا کر فاتحہ دیتے ہیں اور اس کو مکان سے روح نکالنا قرار دیتے ہیں ایسا کرنا کیسا؟

جواب: جاہلانہ سوچ ہے اس سے بچنا ضروری ہے۔اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ(المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: "اس طرح روح نکالنا محض جہالت وحماقت وبدعت ہے۔"[2]

فاتحہ میں کپڑے، جوتے رکھنا

سوال: فاتحہ میں کپڑے، جوتے وغیرہ رکھنا کیسا؟

جواب: وہ چیزیں جو مسکین کے لئے نفع بخش ہیں مسکین کو دینے کی نیت سے رکھی جائیں تو حرج نہیں بلکہ ثواب کا کام ہے، ہاں ان کو لازم نہ سمجھا جائے کہ ان کے بغیر فاتحہ نہیں یا ان کو سامنے رکھنا ضروری ہے، کسی بھی چیز کو فاتحہ کے وقت سامنے رکھنا ضروری نہیں،

1...فتاوی رضویہ، 9/609۔

2...فتاوی رضویہ، 9/609۔

رکھ دیا جائے تو حرج بھی نہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: ”کپڑا، جوتے یا جو چیز مسکین کو نفع دینے والی مسکین کو دینے کی نیت سے رکھیں کوئی حرج نہیں ثواب ہے۔“[1]

فاتحہ میں گھی کا چراغ جلانا

سوال: بعض لوگ فاتحہ میں چراغ جلا کر رکھتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ فضول ہے اس سے بچنا ضروری ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: ”فاتحہ کے وقت گھی کا چراغ جلانا فضول ہے، اور بعض اوقات داخلِ اسراف ہوگا، اس سے احتراز (بچنا) چاہیے۔“[2]

جمعرات کی فاتحہ

سوال: بعض لوگ ہر جمعرات کو فاتحہ دلا کر کھانا فقیر کو دیتے ہیں ایسا کرنا کیسا؟

جواب: بہت اچھا ہے۔ شیخِ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

”خصوصا آب و بعضے از علماء گفتہ اند کہ نمی رسد بہ میت مگر صدقہ و دعا و در بعض روایات آمدہ ست کہ روح میت مے آید خانہ خود را شب جمعہ پس نظر مے کند کہ تصدق مے کنند از وے یا نہ. یعنی خصوصاً پانی بعض علمانے فرمایا کہ میت کو صدقہ اور دعا کے لئے علاوہ کچھ نہیں پہنچتا بعض روایات میں آیا کہ میت کی روح جمعہ کی شب اپنے گھر

1... فتاوی رضویہ، 9/616۔
2... فتاوی رضویہ، 9/616۔

آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی جانب سے لوگ صدقہ کرتے ہیں کہ نہیں۔"[1]

ستر ہزار کلمہ طیبہ کا ایصال ثواب

سوال: بڑی تعداد میں کلمہ پڑھ کر ایصال ثواب کرنا کیسا؟

جواب: بہت اچھا ہے، بلکہ علماء نے لکھا ہے کہ اگر 70ہزار کلمہ شریف پڑھ کر میت کو ایصال ثواب کریں تو میت کی مغفرت کی امید ہے۔علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

قال الشيخ محي الدين بن العربي أنه بلغني «عن النبي صلى الله عليه وسلم أن من قال: لا إله إلا الله سبعين ألفا غفر له، ومن قيل له غفر له أيضا» فكنت ذكرت التهليلة بالعدد المروي من غير أن أنوي لأحد بالخصوص بل على الوجه الإجمالي فحضرت طعاما مع بعض الأصحاب وفيهم شاب مشهور بالكشف فإذا هو في أثناء الأكل أظهر البكاء فسألته عن السبب فقال أرى أمي في العذاب فوهبت في باطني ثواب التهليلة المذكورة لها فضحك وقال إني أراها الآن في حسن المآب قال الشيخ فعرفت صحة الحديث بصحة كشفه وصحة كشفه بصحة الحديث[2] یعنی سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھے حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے حدیث پہنچی ہے کہ جو شخص ستر ہزار بار لاالٰہ الااللہ کہے اس کی مغفرت ہو اور جس کے لئے اتنی مرتبہ پڑھا جائے اس کی مغفرت ہو میں نے لاالٰہ الااللہ

1...اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ، باب زیارۃ القبور، 1/763۔
2...مرقات شرح مشکوٰۃ، 3/222۔

اتنی بار پڑھا تھا اور اس میں کسی کے لئے خاص نیت نہ کی تھی، میں اپنے بعض رفقاء کے ساتھ ایک دعوت میں گیا ان میں ایک نوجوان کے کشف کا شہرہ تھا کھانا کھاتے کھاتے رونے لگا میں نے سبب پوچھا: کہا: اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں میں نے اپنے دل میں کلمہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا فوراً وہ نوجوان ہنسنے لگا اور کہا کہ اب میں اپنی ماں کو اچھی جگہ دیکھتا ہوں۔ امام محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حدیث کی صحت اس جوان کے کشف کی صحت سے پہچانی اور اس کے کشف کی صحت حدیث کی صحت سے جانی۔

سوئم کے چنوں کی مقدار

سوال: سوئم کی چنوں کی مقدار کتنی ہونی چاہیے؟

جواب: کوئی متعین نہیں اور نہ ہی متعین سمجھنا چاہئے، ہاں ستر ہزار کلمہ پڑھنے کے لئے ستر ہزار دانے رکھیں تو کوئی حرج نہیں کہ ستر ہزار کلمہ پڑھ کر بخشنے سے بخشش کی امید ہے۔ فتاویٰ بریلی میں ہے: چنے کی مقدار شرعاً متعین نہیں، ہاں حدیث پاک میں آیا ہے کہ جس نے یا جس کے لئے ستر ہزار کلمہ شریف پڑھا گیا ہو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اسے بخش دیتا ہے۔ أنه بلغنی عن النبی صلي الله عليه واله وسلم أنه من قال لا الٰه إلا الله سبعين ألفا غفرالله تعالیٰ له و من قيل له غفر له۔ لوگوں نے اپنی سہولت کے لئے چنے اختیار کر لئے کہ اس میں شمار کلمہ بھی ہے اور بعد میں صدقہ بھی اور مشہور ہے کہ ساڑھے بارہ سیر چنے میں یہ تعداد پوری ہو جاتی ہے۔[1]

فاتحہ کے لئے دنوں کی تعین

سوال: فاتحہ کے لئے دنوں کی تعین کرنا کیسا؟

1... فتاوی بریلی شریف، ص:301۔

جواب: تعین کی دو صورتیں ہیں: (1) تعین شرعی (2) تعین عرفی یا عادی۔

تعین شرعی: وہ اوقات جنہیں خود شریعت نے خاص کیا ہو یعنی شریعت نے کسی کام کا وقت اس طرح خاص کر دیا ہو کہ وہ کام اس وقت کے علاوہ بالکل نہ ہو سکے اور اگر ادا کیا جائے تو وہ شریعت کی نظر میں نامقبول ہو یا قضا ہو جیسے قربانی عید الاضحیٰ کے تین دن تک۔ ان کے علاوہ کریں تو نہ ہو۔ حج کا وقت نو ذی الحج اس کے علاوہ نہیں ہو سکتا یا نماز کہ اپنے وقت کے بعد پڑھیں گے تو قضا ہو گی۔

تعین عرفی یا عادی: یہ یوں کہ شریعت نے کسی وقت کی پابندی نہ لگائی ہو شرعاً عام اجازت ہو جب چاہے ادا ہو جائے، لیکن چونکہ کام کرنے کے لئے کسی وقت کا ہونا تو ضروری ہے غیر معین زمانے یا وقت میں کام کا ہونا تو عقلاً بھی ناممکن ہے، لہٰذا کام کرنے کے لئے کسی مصلحت کی بنا پر کسی خاص وقت کا تعین کرنا ہو گا، جیسا کہ عرف میں ہوتا ہے، سالانہ اختتامِ بخاری، سالانہ محفل، سالانہ اجتماع، ماہانہ درسِ قرآن وغیرہ اور اس کی سنت سے بھی نظیر ملتی ہے جیسا کہ (1) نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہر پیر کو روزہ رکھا کرتے تھے (2) حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا شہدائے اُحد کی زیارت کے لیے ہر سال جانا (3) ہفتے کے دن مسجد قبا میں تشریف لانا (4) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر جانے کے لئے صبح و شام کا وقت (5) سفر جہاد شروع کرنے کے لیے جمعرات کا دن (6) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ذکر و وعظ کے لیے جمعرات کا دن مقرر کیا (7) علما نے سبق شروع کرنے کے لیے بدھ کا دن رکھا۔

یہ سب تعین عادی کی مثالیں ہیں، ایسا نہیں کہ یہ شرعاً تخصیص تھی کہ اس کے علاوہ جائز نہ تھا۔ اسی طرح سوئم، چہلم کی تعینات جو لوگوں نے جاری کر رکھیں ہیں۔ ان میں

سے بعض میں کوئی خاص مصلحت بھی ہے اور بعض دیگر آسانی اور یاد دہانی وغیرہ کے لئے وقت مقرر کرتے ہیں اس کا فائدہ یہ کہ دوسرے لوگ بھی اس میں شریک ہو سکیں اور کام بھی با آسانی اپنے مقصد تک پہنچ جائے۔ اگر کوئی اپنی جہالت کے سبب ان کو ضروری تصور کرے تو یہ محض اس کی جہالت ہے اور باطل ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

یہ تعینات عرفیہ ہیں، ان میں اصلاً حرج نہیں جبکہ انہیں شرعاً لازم نہ جانے، یہ نہ سمجھے کہ انہی دنوں ثواب پہنچے گا آگے پیچھے نہیں (اس کے علاوہ نہیں پہنچے گا)۔[1]

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

امواتِ مسلمین کو ایصالِ ثواب بے قیدِ تاریخ خواہ بحفظ تاریخِ معیّن مثلاً روزِ وفات جبکہ اس کا التزام بنظرِ تذکیر وغیرہ مقاصدِ صحیحہ ہو، نہ اس خیال جاہلانہ سے کہ تعیین شرعاً ضروریا وصولِ ثواب اسی میں محصور۔[2]

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خاتونِ جنت کی نیاز کو پردے میں رکھنا

سوال: کیا سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی نیاز کو پردے میں رکھنا ضروری ہے اور مَردوں کا سیدہ کی نیاز کھانا کیسا؟

جواب: ایسا کچھ ضروری نہیں ہے۔ بعض جاہل عورتیں کہتی ہیں کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی نیاز کو پردے میں رکھنا چاہیے اور اس سے مرد نہیں کھا سکتے یہ محض جہالت ہے، اس میں کچھ ضروری نہیں، ہاں جو ضروری ہے وہ یہ کہ خود غیر مَردوں سے پردہ کریں

1... فتاوی رضویہ، 9/604۔
2... فتاوی رضویہ، 9/421۔

وہ کرتی نہیں بس من گھڑت شگوفے چھوڑتیں ہیں ان کو منع کرنا چاہئے، اللہ پاک ان کو ہدایت اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی سیرتِ مطہرہ کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: ”حضرت خاتون جنت کی نیاز کا کھانا پردے میں رکھنا اور مردوں کو نہ کھانے دینا یہ عورتوں کی جہالتیں ہیں انہیں اس سے باز رکھا جائے۔“[1]

ایصالِ ثواب تقسیم ہوتا ہے یا نہیں

سوال: اگر بہت سارے مردوں کو ایصالِ ثواب کیا جائے تو کیا سب کو تقسیم ہو کر ملتا ہے یا سب کو ایک جیسا ملتا ہے؟

جواب: اللہ کریم کی رحمت و فضل سے امید یہی ہے کہ سب کو پورا پورا ثواب پہنچے گا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

”اللہ عزوجل کے فضل سے امید ہے کہ ہر شخص کو پورے کلامِ مجید کا ثواب پہنچے گا۔

ردالمحتار میں ہے:

سئل ابن حجرمکی عما لو قرأ لاھل المقبرۃ الفاتحۃ ھل یقسم الثواب بینھم اویصل لکل منھم مثل ثواب ذلک کاملا فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وھو اللائق بسعۃ الفضل.[2] یعنی امام ابن حجر مکی سے سوال ہوا: اگر

1...فتاوی رضویہ، 9/611۔

2...فتاوی رضویہ، 9/621۔

قبرستان والوں کے لیے فاتحہ پڑھی تو کیا ثواب ان کے درمیان تقسیم ہوگا یا ہر ایک کو اسی کے مثل پورا پورا ثواب ملے گا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ایک جماعت علمانے دوسری صورت پر فتویٰ دیا ہے اور وہی فضل الٰہی کی وسعت کے لائق ہے۔“

ایک بار ایصال ثواب کے بعد بار بار ثواب ملنا

سوال: کیا ایک بار ایصال ثواب کرنے کے بعد ان کو بار بار ثواب ملتا رہتا ہے؟

جواب: میت کو ایصال ثواب کی گئی نیکی اگر صدقہ جاریہ کی صورت میں نہیں ہے تو اس کا ثواب ایک بار پہنچانے سے بار بار نہیں پہنچتا البتہ اگر وہ نیکی صدقہ جاریہ کی صورت میں ہو مثلاً مسلمانوں کے لیے کنواں کھدوا کر اس نیکی کا ثواب کسی میت کو پہنچایا تو جب تک اس کنویں سے پانی پیا جاتا رہے گا اس کا ثواب میت کو پہنچتا رہے گا۔

جنّات کو ایصال ثواب

سوال: کیا جنات کو ایصال ثواب کر سکتے ہیں؟

جواب: جنات میں مسلمان بھی ہیں کافر بھی ہیں، نیک بھی ہیں بد بھی ہیں، جس طرح نیک اعمال کا ثواب مسلمان انسانوں کو ایصال کیا جاتا ہے یونہی مسلمان جنات کو بھی ایصال کیا جاسکتا ہے، شرعاً کوئی ممانعت نہیں۔[1]

ایصالِ ثواب کرنے سے نیکیاں کم نہیں ہوتیں

سوال: کیا ایصال ثواب کرنے سے نیکیاں کم ہو جاتی ہیں؟

جواب: مسلمانوں کو ایصالِ ثواب کرنا نہایت مستحسن (اچھا) عمل ہے، جس کو ایصال کیا

1...فتاوی اہلسنت، فتوی نمبر: Web-495، تاریخ اجرا: 18 صفر المظفر 1444ھ / 15 ستمبر 2022ء

جائے، اسے بھی پہنچتا ہے اور ایصالِ ثواب کرنے والا بھی اجر وثواب سے محروم نہیں رہتا، اس کے عمل کا اجر اس کے لئے بھی باقی رہتا ہے بلکہ جتنے افراد کو ایصال کیا جائے، ان سب کی گنتی کے برابر ایصال کرنے والے کو بھی نیکیاں ملتی ہیں۔رد المحتار علی الدر المختار میں ہے:

وقدمنا في الزكاة عن التتارخانيه عن المحيط الأفضل لمن يتصدق نفلا أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات لأنها تصل إليهم ولا ينقص من أجره شيء.[1] ترجمہ:ہم کتاب الزکوٰۃ میں تاتارخانیہ سے اور انہوں نے محیط کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ نفلی صدقہ کرنے والے کے لئے افضل یہی ہے کہ وہ تمام مؤمنین و مؤمنات کو ثواب پہنچانے کی نیت کرے کہ انہیں ثواب پہنچتا ہے اور اس پہنچانے والے کے اجر میں بھی کمی نہ ہو گی۔

امامِ اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قول فیصل وسخن مجمل درین باب آنست که ایصال ثواب وهدیه اجر بامواتِ مسلمین باجماع کافه اهلسنت وجماعت امریست مرغوب ودر شرع مندوب ترجمہ: اس باب میں قول فیصل اور اجماعی کلام یہ ہے کہ مسلمان مُردوں کو ثواب پہنچانا اور اجر ہدیہ کرنا ایک پسندیدہ اور شریعت میں مندوب امر ہے جس پر تمام اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے۔[2]

امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

1...رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، 4/13۔
2...فتاویٰ رضویہ، 9/570۔

لاکھوں ہو تو لاکھوں کو اتنا ہی ثواب پہنچے گا اور قاری کا ثواب کم نہ ہو گا، بلکہ بعدد اموات ترقی کرے گا۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں: من قرأ الاخلاص احدی عشر مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات یعنی جو سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھ کر اموات مسلمین کو اس کا ثواب بخشے بعدد اموات اجر پائے۔[1]

امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہر شخص کو افضل یہی کہ جو عمل صالح (نیک اعمال) کرے اس کا ثواب اولین وآخرین احیاء واموات تمام مومنین ومومنات کے لیے ہدیہ بھیجے سب کو ثواب پہنچے گا اور اُسے اُن سب کے برابر اجر ملے گا۔[2]

اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ایصال ثواب

سوال: کیا اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے مرحومین کو ایصال ثواب کر سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! مرحومین کو اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے تسبیحات وغیرہ پڑھ کر اور تلاوت وغیرہ کرکے ایصال ثواب کر سکتے ہیں اور اس کے لیے باوضو ہونا یا سر ڈھانپے ہونا لازمی نہیں ہے جبکہ ادب کی کمی کے باعث نہ ہو، ہاں باوضو، اچھے کپڑوں میں قبلہ رو ہو کر تلاوت کرنا مستحب ہے۔

نیز قرآن پاک کی تلاوت کے آداب میں سے ہے کہ اس طرح پڑھے کہ دل اور توجہ کسی اور طرف نہ بٹے پس اگر چلتے پھرتے یا کام وغیرہ کرتے ہوئے اس طرح تلاوت کرتا ہے

1...فتاوی رضویہ، 9/631۔
2...فتاوی رضویہ، 9/617۔

کہ توجہ قرآن پاک کی بجائے کسی اور طرف ہو جاتی ہے، تو اس طرح پڑھنا مکروہ ہے۔

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مستحب یہ ہے کہ باوضو قبلہ رو اچھے کپڑے پہن کر تلاوت کرے۔۔۔ چلنے اور کام کرنے کی حالت میں بھی تلاوت جائز ہے، جبکہ دل نہ بٹے، ورنہ مکروہ ہے۔[1]

فتاوی امجدیہ میں ہے: ننگے سر تلاوت میں حرج نہیں جبکہ قلت ادب سے نہ ہو، اور اگر خشوع و تذلل مقصود ہے تو بہتر ہے۔[2]

فاتحہ کا کھانا سامنے رکھنا

سوال: کیا فاتحہ کے وقت کھانا سامنے رکھنا ضروری ہے؟

جواب: فاتحہ کے وقت کھانا سامنے رکھنا جائز ہے، ضروری نہیں۔ نہ رکھے تب بھی کوئی حرج نہیں بلکہ اس کو ضروری سمجھنا یہ غلط اور باطل ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: 1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: "وقت فاتحہ کھانا سامنے رکھنے کی ممانعت نہیں مگر اسے ضروری جاننا یا یہ سمجھنا کہ بے اس کے فاتحہ نہیں ہو سکتی یا ثواب کم ملے گا، غلط و باطل خیال ہے۔"[3]

نفل نماز کا ایصالِ ثواب

سوال: کیا نفل نماز کا ثواب مرحومین کو دے سکتے ہیں؟

جواب: مسلمان جو بھی نیک کام کرے خواہ وہ فرض ہو یا نفل مثلاً نماز، تلاوت، کلمہ

1... بہار شریعت، 1/550-551، حصہ:4۔
2... فتاوی امجدیہ، 4/205۔
3... فتاوی رضویہ، 9/598۔

طیبہ، درود شریف، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ و خیرات وغیرہ، اس کا ثواب دوسرے فوت شدہ یا زندہ مسلمانوں کو ایصال کر سکتا ہے کہ ایصالِ ثواب کرنا واضح طور پر قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی تصریحات کے مطابق ایصالِ ثواب کے بہت سے طریقوں میں سے ایک طریقہ اپنے مسلمانوں بھائیوں کے لیے دعا کرنا بھی ہے، کیونکہ ایصالِ ثواب بھی میت کو نفع بخشتا ہے اور دعا بھی اسی مقصد کے لئے ہوتی ہے۔

چنانچہ اپنے سے پہلے گزر جانے والے مسلمان بھائیوں کے لیے مغفرت کی دعا کرنے والوں کے متعلق ارشاد قرآن پاک میں ہے:

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ (پ28، حشر:10)

ترجمہ کنز العرفان: اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو، جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

اس آیتِ مبارکہ کے تحت تفسیرِ رازی میں ہے:

واعلم أن هذه الآيات قد استوعبت جميع المؤمنين لأنهم إما المهاجرون أو الأنصار أو الذين جاءوا من بعدهم وبين أن من شأن من جاء من بعد المهاجرين والأنصار أن يذكر السابقين وهم المهاجرون والأنصار بالدعاء والرحمة فمن لم يكن كذلك بل ذكرهم بسوء كان خارجاً من جملة اقسام المؤمنين بحسب نص هذه الآية[1] ترجمہ: جان لو کہ ان آیات نے

1... تفسیر کبیر، سورۃ الحشر، تحت الایۃ:10، 10/509۔

مسلمانوں کی تمام قسموں کا استیعاب کر لیا، اس لئے کہ مؤمنین یا تو مہاجرین ہیں یا انصار یا وہ لوگ ہیں جو ان کے بعد ہوئے اور بیان فرمایا کہ مہاجرین و انصار کے بعد جو لوگ ہوئے، ان کی شان یہ ہونی چاہیے کہ پہلے لوگوں یعنی مہاجرین و انصار کو دعائے خیر اور رحمت کے ساتھ یاد کریں اور جو شخص ایسا نہ کرے بلکہ (معاذ اللہ) انہیں برائی کے ساتھ یاد کرے تو وہ بحکم آیۂ کریمہ (نیک) مسلمانوں کی تمام اقسام سے خارج ہے۔

تفسیرِ سمرقندی میں ہے:

وینبغي للمؤمنين أن يستغفروا لآبائهم ولمعلميهم الذين علموهم أمور الدين[1] یعنی مؤمنین کو چاہیے کہ وہ اپنے آبا و اجداد اور دینی علوم کے اساتذہ کرام کے لیے مغفرت کی دعا کریں۔

حاشیہ صاوی علی تفسیر الجلالین میں ہے:

قوله: الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ ای بالموت علیه فینبغی لکل واحد من القائلین لهذا القول ان یقصد بمن سبقه من انتقل قبله من زمنه الی عصر النبی صلی الله علیه وسلم فیدخل جمیع من تقدمه من المسلمین لا خصوص المهاجرین و الانصار[2] ترجمہ: جب مسلمان دعا کرے اور اس میں اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ کہے تو اس سے یہ قصد کرے کہ جو لوگ سابق بالایمان ہوئے ہیں یعنی جو لوگ اس کے زمانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک تک انتقال کر چکے ہیں، تو اس میں تمامی گزشتہ مسلمان داخل ہو جائیں گے۔

1... تفسیر سمرقندی، سورۃ الحشر، تحت الآیۃ:10، 3/345

2... تفسیر صاوی، سورۃ الحشر، تحت الآیۃ:10، 6/213۔

فتاوٰی ملک العلماء میں ہے:

قرآن شریف میں مردوں کے لیے ایصالِ ثواب کے متعدد طریقے بتائے گئے ہیں۔ ان میں جس طریقہ کو انجام کرے گا، مردے کو ثواب ملے گا اور اگر کوئی شخص سب طریقے بجالائے تو اور بہتر ہے۔ (اول) مغفرت کی دعا کرنا، قال تعالیٰ: وَالَّذِیۡنَ جَآءُوۡ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا وَلِاِخۡوَانِنَا الَّذِیۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِیۡمَانِ۔۔۔ قرآن شریف کی آیت، تفاسیر کی عبارت، علمائے کرام کی صراحت، احادیث کی دلالت نے مردوں کے لئے ایصالِ ثواب کے طریقہ کو بہت صاف طور پر واضح کر دیا کہ مسلمانوں پر نہ صرف مستحب بلکہ بقولِ علامہ حقّی واجب ہے کہ گزشتہ مسلمانوں خصوصاً اپنے آباؤ و اجداد و علمائے کرام و مشائخ عظام رحمۃ اللہ علیہم کے ایصالِ ثواب کے لئے ان کی مغفرت کی دعا کیا کریں۔[1]

مرحومین کی طرف سے صدقہ کرنے اور انہیں اس صدقہ کا اجر ملنے کے متعلق بخاری شریف کی حدیثِ پاک میں ہے:

أَنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وَسَلَّمَ إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسَهَا وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ[2] ایک شخص نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میری ماں اچانک فوت ہو گئی ہیں اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ کچھ بات کر سکتیں، تو صدقہ کرتیں۔ اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں، تو کیا انہیں اجر ملے گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ہاں ملے گا۔

سننِ ابوداؤد کی حدیثِ پاک میں ہے:

1... فتاوٰی ملک العلماء، ص 327، ملتقطا۔

2... بخاری، کتاب الجنائز، باب موت الفجاۃ البغتۃ، 1/ 468، حدیث: 1388۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ قَالَ فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ هٰذِهٖ لِأُمِّ سَعْدٍ[1] ترجمہ: حضرت سعد بن عُبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! بے شک سعد کی والدہ کا انتقال ہو گیا ہے، تو کونسا صدقہ افضل ہو گا؟ ارشاد فرمایا: پانی۔ راوی کہتے ہیں: تو حضرت سعد نے ایک کنوں کھودا اور کہا: یہ سعد کی ماں کے لیے ہے۔

نفل نماز کا ثواب بھی ایصال کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ سنن ابو داؤد میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حج کو جانے والوں سے فرمایا:

مَنْ يَضْمَنُ لِي مِنْكُمْ اَنْ يُصَلِّيَ لِي فِي مَسْجِدِ الْعَشَّارِ رَكْعَتَيْنِ اَوْ اَرْبَعًا، وَيَقُولَ هٰذِهٖ لِاَبِي هُرَيْرَةَ[2] تم میں سے کون مجھے اس چیز کی ضمانت دیتا ہے کہ وہ مسجدِ عشّار میں میرے لئے دو یا چار رکعت پڑھ کر اس کا ثواب مجھے بخشے۔

اس حدیثِ پاک کے تحت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: ”اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ مبارک مقامات پر عبادت کرنا، نماز ادا کرنا زیادہ ثواب کا موجب ہے اور بدنی عبادات کا ثواب دوسرے کو دینا بھی جائز ہے اور اکثر علما کی یہی رائے ہے، رہا معاملہ عباداتِ مالیہ کا تو وہاں ثواب کا بخشنا بالاتفاق جائز ہے۔“[3]

ہر نیکی کا ثواب ایصال کیا جا سکتا ہے جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

1... ابو داود، کتاب الزکاۃ، باب فی فضل سقی الماء، 2/180، حدیث: 1681۔
2... ابو داوٗد، کتاب الملاحم، باب فی ذکر البصرۃ، 4/153، حدیث: 4308۔
3... اشعۃ اللمعات (مترجم)، 6/425۔

الأصل في هذا الباب أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة كان أو صوما أو صدقة أو غيرها كالحج وقراءة القرآن والأذكار وزيارة قبور الأنبياء عليهم الصلاة والسلام والشهداء والأولياء والصالحين وتكفين الموتى وجميع أنواع البر كذا في غاية السروجي شرح الهداية[1] یعنی اس باب میں قاعدہ یہ ہے کہ انسان کو جائز ہے کہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو ہبہ کر دے، نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا ان کے علاوہ، جیسا کہ حج اور تلاوتِ قرآن اور اذکار اور انبیائے کِرام علیہم السلام، شہداء، اولیاء اور صالحین کے مزارات کی زیارت اور مُردوں کو کفن دینا اور نیک کاموں کی تمام اقسام، اسی طرح ہدایہ کی شرح غایۃ السروجی میں مذکور ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں:

اموات کو ایصالِ ثواب قطعاً مستحب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَنْفَعْهُ (جو اپنے بھائی کو نفع پہنچاسکے، تو چاہیے کہ اسے نفع پہنچائے)۔[2]

بہارِ شریعت میں ہے:

ایصالِ ثواب یعنی قرآنِ مجید یا درود شریف یا کلمہ طیبہ یا کسی نیک عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچانا جائز ہے۔ عبادتِ مالیہ یا بدنیہ فرض و نفل سب کا ثواب دوسروں کو پہنچایا جاسکتا ہے، زندوں کے ایصال ثواب سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ کتب فقہ و عقائد میں اس کی تصریح مذکور ہے، ہدایہ اور شرح عقائد نسفی میں اس کا بیان موجود ہے۔[3]

1 ... فتاوی ہندیہ، کتاب المناسک، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر، 1/257۔
2 ... فتاوی رضویہ، 9/604۔
3 ... بہارِ شریعت، 3/642۔

تمام عمر کی نیکیاں ایصال ثواب کرنا

سوال: کیا ہم کسی مرحوم کو اپنی تمام عمر کی نیکیاں ایصال کر سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! اپنی تمام عمر کی نیکیاں کسی ایک یا سب مسلمان کو ایصال کر سکتے ہیں۔ اور جسے ایصالِ ثواب کیا گیا اس کو بھی ثواب ملے گا اور ایصالِ ثواب کرنے والے کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں آئے گی۔ اور جتنوں کو ایصال ثواب کرے گا، اللہ پاک کی رحمت سے امّید ہے کہ سب کو پورا پورا ثواب ملے گا، تقسیم ہو کر نہیں ملے گا بلکہ اللہ پاک کی رحمت سے امید ہے کہ ایصال ثواب کرنے والے کو ان سب کے مجموعے کے برابر ثواب ملے گا، جن کو اس نے ایصال کیا ہے۔

بہارِ شریعت میں ہے:

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور ہر قسم کی عبادت اور ہر عمل نیک فرض و نفل کا ثواب مُردوں کو پہنچا سکتا ہے، اُن سب کو پہنچے گا اور اس کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہو گی، بلکہ اُس کی رحمت سے امید ہے کہ سب کو پورا ملے یہ نہیں کہ اُسی ثواب کی تقسیم ہو کر ٹکڑا ٹکڑا ملے۔ بلکہ یہ امید ہے کہ اس ثواب پہنچانے والے کے لیے اُن سب کے مجموعے کے برابر ملے مثلاً کوئی نیک کام کیا، جس کا ثواب کم از کم دس ملے گا، اس نے دس مُردوں کو پہنچایا تو ہر ایک کو دس دس ملیں گے اور اس کو ایک سو دس اور ہزار کو پہنچایا تو اسے دس ہزار دس و علٰی ہذا القیاس۔[1]

نابالغ کا ایصال ثواب کرنا

سوال: کیا نابالغ بچہ بھی ایصالِ ثواب کسی کو دے سکتا ہے؟

1...بہار شریعت، 1/850، حصہ:4۔

جواب: جی ہاں! نابالغ بچے یا بچی نے اگر نماز پڑھی یا قرآن پاک کی تلاوت کی یا اس کے علاوہ کوئی بھی نیک کام کیا تو وہ بھی بالغ افراد کی طرح اس کا ثواب دوسروں کو ایصال کر سکتے ہیں۔ تفصیل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ نابالغ پر اگرچہ عبادات واجب نہیں مگر جب وہ عبادت کرتا ہے تو اسے عبادت کا ثواب ملتا ہے اور شریعت مطہرہ کا اصول ہے کہ ہر شخص (چاہے بالغ ہو یا نابالغ وہ) اپنی عبادات پر حاصل ہونے والا ثواب دوسروں کو ایصال کر سکتا ہے، لہٰذا نابالغ کا قرآن پاک کی تلاوت وغیرہ کا ثواب دوسروں کو ایصال کرنا درست ہے۔

مزید یہ بھی یاد رہے کہ شریعتِ مطہرہ نے نابالغ کو جن تصرفات سے منع کیا ہے، ان سے مراد ایسے تصرفات ہیں، جن میں نابالغ کا نقصان ہو، جیسے قرض دینا یا نقصان کا احتمال ہو، جیسے خرید و فروخت کرنا، ان کے علاوہ ایسے تصرفات جن میں نقصان یا نقصان کا احتمال نہ ہو، بلکہ محض فائدہ ہی ہو، تو شریعت ان تصرفات سے نابالغ کو منع نہیں کرتی، کیونکہ نابالغ کو اگر ان تصرفات سے بھی روک دیا جائے تو یہ اس پر شفقت نہیں، بلکہ ایسا کرنا خلافِ شفقت اور نقصان کا باعث ہے۔ اب اس تفصیل کے بعد دیکھا جائے، تو ایصالِ ثواب کرنے میں نابالغ کا کوئی نقصان نہیں اور نہ ہی نقصان کا کوئی احتمال ہے، بلکہ فائدہ ہی فائدہ ہے، کیونکہ ایصالِ ثواب کرنے سے ثواب کم نہیں ہوتا، بلکہ بڑھتا ہے، لہٰذا اس اعتبار سے بھی نابالغ اپنی نیکیوں کا ثواب دوسروں کو ایصال کر سکتا ہے۔

نابالغ کی عبادات درست ہیں اور اسے ان کا ثواب بھی ملتا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

لَقِيَ رَكْبًا بِالرَّوْحَاءِ فَقَالَ مَنِ الْقَوْمُ قَالُوا الْمُسْلِمُونَ فَقَالُوا مَنْ أَنْتَ قَالَ رَسُولُ الله

فَرَفَعَتْ إِلَيْهِ امْرَأَةٌ صَبِيًّا فَقَالَتْ أَلِهَذَا حَجٌّ قَالَ نَعَمْ وَلَكِ أَجْرٌ[1] ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم روحاء کے مقام پر کسی قافلہ سے ملے، تو ارشاد فرمایا: تم کس قوم سے تعلق رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم مسلمان ہیں، پھر انہوں نے عرض کی کہ آپ کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: اللہ کا رسول ہوں۔ پس ایک عورت بچے کو اٹھائے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی: کیا اس بچے کا بھی حج ہو سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: جی ہاں! اور تجھے بھی ثواب ملے گا۔

اس حدیثِ پاک کے تحت عمدۃ القاری میں ہے:

أن المراد أن ذلك بسبب حملها له وتجنيبها إياه ما يفعله المحرم واستدل به بعضهم على أن الصبي يثاب على طاعته ويكتب له حسناته وهو قول أكثر أهل العلم[2] ترجمہ: اس سے مراد یہ ہے کہ بیشک عورت کو بچہ اٹھانے اور مُحرِم کو جن چیزوں سے بچنے کا حکم ہے ان سے بچے کو بچانے کی وجہ سے ثواب دیا جائے گا۔ بعض علما نے اس حدیث کی بناء پر یہ استدلال کیا ہے کہ بچے کو طاعت (نیک کام) پر ثواب ملتا ہے اور اس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں، یہی اکثر اہلِ علم کا قول ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

صبی عاقل از ھر گونہ تبرع محجور نیست۔ منشائے حجر ھمیں ضرر ست۔ ولو فی الحال کمافی القرض ولو بالاحتمال کمافی البیع آنجا کہ ھیچ ضرر نیست در حجر

1... مسلم، کتاب الحج، باب صحۃ حج الصبی واجر من حج بہ، حدیث: 3253، ص 535۔
2... عمدۃ القاری، کتاب جزاء الصید، باب حجۃ الصبیان، تحت الحدیث: 1858، 7/553۔

نظر نیست بلکه خلاف نظر وعین اضرار ست که بمشابه الحاق اوبجماد واحجار ست ترجمہ: عاقل بچہ ہر طرح کے تصرف سے مجور نہیں (حَجْر کا معنٰی تصرف سے روک دینا) حجر کا منشا یہی ضرر ہے اگر چہ فی الحال نقصان ہو جیسے قرض دینے میں یا اس کا احتمال ہو جیسے بیع میں جہاں کوئی ضرر نہیں وہاں حجر میں نظر اور بچہ کی رعایت نہیں بلکہ یہ خلاف نظر اور بعینہٖ ضرر رسانی ہے کہ گویا اسے جماد اور پتھر سے لاحق کر دینا ہے۔[1]

اعلٰی حضرت رحمۃ اللہ علیہ مزید ارشاد فرماتے ہیں:

بالجملہ اھدائے ثواب ھمچو روشن کردن چراغ از چراغ ست کہ ازیں چراغ چیزے نہ کاھد۔ وچراغ دیگر روشنائی یابد وشک نیست که صبی ازھمچو تبرّع زنھار محجور نیست بلکه چراغ افروختن نیز نظیر او نتوان شد که آنجا اگر از چراغ چیزے کم نشود فزوں ھم نشود واینجا ثواب واھب یکے دہ می شود وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ترجمہ: مختصر یہ کہ ثواب ہدیہ کرنا ایسا ہے جیسے چراغ سے چراغ جلانا کہ اس چراغ سے کچھ کم نہیں ہوتا اور دوسرے چراغ کو روشنی مل جاتی ہے اور بلا شبہ بچہ اس طرح کے تبرُّع سے ہر گز مجور نہیں بلکہ چراغ جلانا بھی اس کی نظیر نہیں ہو سکتی کہ وہاں اگر چراغ سے کچھ کم نہیں ہوتا تو کچھ زائد بھی نہیں ہوتا اور یہاں ہبہ کرنے والے کا ثواب ایک کا دس ہو جاتا ہے۔ اور اللہ جس کے لئے چاہے اور زیادہ کرتا ہے۔ اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔[2]

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

1... فتاویٰ رضویہ، 9/632۔

2... فتاویٰ رضویہ، 9/638۔

بمثل فرض کن اگر در محسوس نیز صورتے همچناں یافته شدے که صبی درهمی دهد وآن درهم هم بموهوب له رسد وهم بدست صبی برقرار ماند ویکے ده گردد آیا معقول بود که شرع مطهر صبی را از همچو تصرف باز داشتے حاش لله حجر برائے نظر وو ضع ضرر است نه بهر دفع نفع والحاق بحجر این ست دریں مسئله طریق نظر **ترجمہ:** بطور مثل فرض کیجئے اگر عالَمِ محسوس میں بھی کوئی ایسی صورت ہوتی کہ بچہ ایک درہم دے وہ درہم موہوب لہ کے پاس بھی پہنچے اور بچے کے ہاتھ میں بھی برقرار رہے اور ایک کا دس ہو جائے تو کیا یہ متصور تھا کہ شرع مطہر بچے کو ایسے تصرف سے روک دیتی حاشاللہ! حجر ضرر دور کرنے پر نظر کے لیے ہے نفع دور کرنے اور حجر (پتھر) سے لاحق کرنے کے لیے نہیں ہے یہ اس مسئلہ میں طریق نظر ہے۔ (1)

مخصوص ایّام میں ایصال ثواب

سوال: کیا عورت اپنے مخصوص ایّام میں ایصال ثواب کر سکتی ہے؟

جواب: اپنے کسی نیک عمل کا ثواب کسی دوسرے کو پہنچانا ایصالِ ثواب ہے، اس کے لیے طہارت شرط نہیں، عورت حیض ونفاس کی حالت میں بھی ایصالِ ثواب کر سکتی ہے۔ البتہ ہمارے ہاں ایصالِ ثواب کا ایک معروف معنیٰ یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ وغیرہ پڑھ کر کسی کو ثواب پہنچایا جائے، اس صورت میں تفصیل یہ ہے کہ عورت ان ایّام میں قرآنِ پاک کی تلاوت نہیں کر سکتی، اس کے علاوہ ذکر و دُرود وغیرہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا چاہے تو کر سکتی ہے اور اس میں بہتر یہ ہے کہ وضو یا کم از کم کلّی کر کے پڑھے۔ یہی تفصیل دَم سے متعلق ہے کہ قرآنِ پاک کی آیت تلاوت کر کے دَم کرنا جائز نہیں، اس کے علاوہ اوراد و

1... فتاویٰ رضویہ، 9/639۔

وظائف پڑھ کر دَم کرنا جائز ہے۔[1]

تنبیہ: عورت حیض و نفاس کی حالت میں مطلقاً قرآنِ پاک کی تلاوت نہیں کر سکتی، لیکن تلاوت قرآن کی نیت نہ ہو، بلکہ حمد و ثنا یا دعا کے طور پر پڑھنا چاہے تو وہ آیات کہ جن میں حمد و ثنا یا دعا کی نیت ممکن ہے انہیں اس نیت سے پڑھ سکتی ہے، پھر اس حمد و ثنا کا ثواب کسی کو ایصال بھی کرنا چاہے تو یہ جائز ہے۔ البتہ حروفِ مقطعات یا وہ آیات کہ جن میں اللہ پاک نے متکلِّم کے صیغے سے اپنی حمد فرمائی ہے انہیں بعینہٖ اسی صیغہ کے ساتھ پڑھنا یا جن سورتوں کے شروع میں "قُلْ" ہے، انہیں قُلْ کے ساتھ پڑھنا، حمد و ثنا اور دعا کی نیت سے بھی جائز نہیں کہ ان میں یہ نیت ممکن نہیں ہے۔

بطور فدیہ قرآن مجید بخشنا

سوال: بعض لوگ میت کی نماز، روزہ کا فدیہ یوں دیتے ہیں کہ ان کے عوض قرآن مجید صدقہ کر دیتے ہیں ایسا کرنا کیسا؟

جواب: یہ محض بے اصل بات ہے اس سے کل فدیہ ادا نہیں ہوتا بلکہ صرف اتنا ادا ہو گا جتنا قرآن مجید کا ہدیہ (قیمت) تھا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: 1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: کفّارے کے عوض میں قرآن مجید دے کر جو حیلہ یہاں عوام میں رائج ہے محض باطل و بے سود ہے۔[2]

میت کے نماز، روزوں کا فدیہ ادا کرنے کا طریقہ

سوال: اگر میت کے نماز، روزوں کا فدیہ ادا کرنا چاہیں تو اس کا کیا طریقہ ہے؟

1... فتاوی اہلسنت، تاریخ اجرا: ماہنامہ فیضان مدینہ ربیع الثانی 1441ھ۔
2... فتاوی رضویہ، 9/643۔

جواب: میت کی عمر معلوم کر کے اس میں سے نو سال عورت کے لئے اور بارہ سال مرد کے لئے نکال دیجئے۔باقی جتنے سال بچے ان میں حساب لگایئے کہ کتنی مدت تک وہ (مرحوم)بے نمازی رہا،بے روزہ رہا،یا کتنی نمازیں یا روزے اس کے ذمے قضا کے باقی ہیں۔زیادہ سے زیادہ اندازہ لگا لیجئے،بلکہ چاہیں تو نابالغی کی عمر کے بعد بقیہ تمام عمر کا حساب لگا لیجئے،اب فی نماز ایک صدقہ فطر خیرات کیجئے۔ایک صدقہ فطر کی مقدار تقریباً 80 گرام کم 2 کلو گندم یا اس کا آٹا یا اس کی رقم ہے،ایک دن کے 6 صدقہ فطر بنیں گے 5 فرض اور 1 وتر واجب نماز کا،مثلاً اگر ایک صدقہ فطر کی رقم 50 روپے ہو تو ایک دن کی نمازوں کا فدیہ 300 روپے بنا،ایک ماہ کی نمازوں کا فدیہ 9000 اور ایک سال کی نمازوں کا فدیہ 108000 بنے گا۔اسی طرح اپنی کل باقی نمازوں کا حساب لگا کر جو فدیہ بنے وہ کسی شرعی فقیر کو دے دیں۔

فدیہ ادا کرنے کا آسان طریقہ

سوال: اگر خدانخواستہ کسی پر 50 سال کی نمازیں باقی ہوں تو اس کا فدیہ تو بہت بڑی رقم بن جائے گی،اس کے ورثاء اتنی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو کیا کریں؟

جواب: اس کے لئے علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے شرعی حیلہ ارشاد فرمایا ہے۔مرحوم کے ورثا جتنی رقم دے سکتے ہیں مثلاً 30 دن کی نمازوں کا فدیہ 9000 بنا،تو 9000 روپے 30 دن کی نمازوں کے فدیے کی نیت سے شرعی فقیر کو دے دیں،فقیر وہ رقم دوبارہ ان کو تحفۃً دے دے،یہ پھر اس رقم کو مزید 30 دن کی نمازوں کے فدیے کی نیت سے فقیر کو دے دے۔اس طرح لوٹ پھیر کرتے رہیں یہاں تک کہ تمام باقی نمازوں کا فدیہ ادا ہو جائے گا۔

روح کی تعریف

سوال: روح کسے کہتے ہیں.؟

جواب: علامہ میر سید شریف جرجانی(المتوفی:816ھ) کتاب التعریفات میں لکھتے ہیں:

الروح الإنسانی هو اللطيفة العالمة المدركة من الإنسان الراكبة على الروح الحيوانی نازل من عالم الأمر تعجز العقول عن إدراک کنهه وتلک الروح قد تكون مجردة وقد تکون منطبقة فی البدن.[1] یعنی روح انسانی ایک ایسی لطیف چیز ہے جس کو علم اور ادراک ہوتا ہے اور روحِ حیوانی پر سوار ہوتی ہے وہ عالم امر سے نازل ہوئی ہے عقلیں اس کی حقیقت کا ادراک کرنے سے عاجز ہیں اور یہ روح کبھی جسم سے الگ ہوتی ہے اور کبھی بدن سے متعلق ہوتی ہے اور اس میں تصرف کرسکتی ہے۔

علامہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب الاذان بعد ذہاب الوقت میں روح کے بارے میں فرماتے ہیں:

وهو جوهر لطيف نوراني يكدره الغذاء والأشياء الرديئة الدنية مدرك للجزئيات والكليات حاصل في البدن متصرف فيه غنى عن الاغتذاء بريء عن التحلل والنماء ولهذا يبقى بعد فناء البدن إذ ليست له حاجة إلى البدن ومثل هذا الجوهر لا يكون من عالم العنصر بل من عالم

1...کتاب التعریفات، ص:82۔

الملكوت فمن شأنه أن لا يضره خلل البدن ويلتذ بما يلائمه ويتألم بما ينافيه والدليل على ذلك قوله صلى الله عليه واله وسلم تعالى ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًاؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ (ال عمران 169) الآية وقوله إذا وضع الميت على نعشه رفرف روحه فوق نعشه ويقول يا أهلي ويا ولدي.[1] یعنی روح ایک نورانی لطیف جوہر ہے کہ علم سمع وبصر وغیرہا تمام ادراکات رکھتی ہے، کھانے پینے سے بے نیاز، گھلنے بڑھنے سے بری ہے۔ اسی لیے فنائے بدن کے بعد باقی رہتی ہے کہ اسے بدن کی طرف اصلاً احتیاج نہیں، ایسا جوہر عالِم آب و گل سے نہیں ہوتا بلکہ عالم ملکوت سے، تو اس کی شان یہ ہے کہ بدن کا خلل پذیر ہونا اسے کچھ نقصان نہ پہنچائے، جو بات موافق ہو اس سے لذت پائے، جو مخالف ہو اس سے درد پہنچے، اور اس پر دلیل اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ جو راہِ خدا میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ جانو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس (الآیۃ)

اور نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حدیث کہ جب مردہ نعش پر رکھا جاتا ہے اس کی روح بالائے نعش پر افشاں رہتی ہے اور کہتی ہے کہ اے میرے گھر والو، اے میرے بچو!

روحوں کی پیدائش

سوال: روحیں کب پیدا ہوئیں؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔ ”روحیں ازل میں پیدا نہ ہوئیں، ہاں جسم سے دو ہزار (2000) برس پہلے

1...عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب الاذان بعد ذہاب الوقت، 4/124۔

بنیں۔“[1]

حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو روح کا علم

سوال: قرآنِ پاک میں اللہ پاک نے فرمایا:

یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِؕ-قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں، تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا۔ تو کیا حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو روح کا علم نہیں؟

جواب: علامہ بدرالدین عینی حنفی (المتوفیٰ:855ھ) عمدۃ القاری شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

قلت جل منصب النبي وهو حبيب الله وسيد خلقه أن يكون غير عالم بالروح وكيف وقد من الله عليه بقوله وعلمك ما لم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما.[2] یعنی میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا مرتبہ اس سے بلند ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو اور یہ کیسے ممکن ہے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اللہ کریم کے محبوب ہیں اور تمام کائنات کے سردار ہیں اور اللہ پاک نے آپ پر احسان فرمایا ہے کہ آپ کو وہ سب کچھ بتادیا جس کا آپ کو علم نہ تھا اور آپ پر اللہ کریم کا فضلِ عظیم ہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفیٰ:806ھ) احیاء العلوم میں لکھتے ہیں:

فلا يدرک بالعقل شيء من وصفه بل بنور اٰخر أعلى وأشرف من العقل يشرق ذلک النور فی عالم النبوة والولاية نسبته إلى العقل نسبة

1... فتاویٰ رضویہ، 29/285۔
2... عمدۃ القاری شرح بخاری، 2/284۔

العقل إلى الوهم والخیال.[1] یعنی عقل سے روح کا علم نہیں ہوسکتا ،بلکہ اس کا علم ایک اور نور سے حاصل ہو گا جو نورِ عقل سے اعلیٰ اور اشرف ہے اور یہ نور صرف عالَمِ نبوت اور ولایت میں ہوتا ہے اس نور کی نسبت عقل کے ساتھ ایسی ہے جیسی عقل کی نسبت وہم کے اور خیال کے ساتھ ہے۔

روحوں کا مقام

سوال: بدن سے جدا ہونے کے بعد روحیں کہاں رہتی ہیں؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

روح کا مقام بعدِ موت حسب مراتب مختلف ہے۔مسلمانوں میں بعض کی روحیں قبر پر رہتی ہیں اور بعض کی چاہِ زمزم میں اور بعض کی آسمان وزمین کے درمیان، اور بعض آسمانِ اول دوم ہفتم تک،اور بعض اعلیٰ عِلّیین میں،اور بعض سبز پرندوں کی شکل میں زیرِ عرش نور کی قندیلوں میں، کفار میں بعض کی روحیں چاہِ وادیٔ برہُوت میں، بعض کی زمین دوم سوم ہفتم تک، بعض سجین میں۔[2]

میت غسل و کفن دینے والے کو دیکھتی ہے

سوال: کیا میت غسل دینے والے کفن پہنانے والے کو دیکھتی ہے؟

جواب: جی ہاں! مردہ اپنے غسل دینے والے، کفن پہنانے والے،جنازہ اٹھانے والے اور دفنانے والے کو پہچانتا ہے۔امام احمد اپنی مسند میں نقل فرماتے ہیں:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ يَعْرِفُ مَنْ يَحْمِلُهُ

1...احیاء علوم الدین،کتاب الصبر والشکر،الطرف الثالث: فی نعم اللہ تعالیٰ،4/141۔

2...فتاوی رضویہ،9/658۔

وَمَنْ یُغَسِّلُهٗ وَمَنْ یُدَلِّیْهِ فِیْ قَبْرِهٖ.[1] یعنی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: بے شک مردہ پہچانتا ہے کہ کون اسے اٹھا رہا ہے کون اسے کفن پہنا رہا ہے کون اسے قبر میں اتار رہا ہے۔

روح نکلنے کے بعد مردے کا سننا اور جواب دینا

سوال: جب روح نکل جاتی ہے تو پھر مردہ کیسے سنتا ہے اور کیسے جواب دیتا ہے؟

جواب: مرنے کے بعد بھی روح کا تعلق جسم کے ساتھ باقی رہتا ہے، یہاں تک کہ بدن کو جو معاملات درپیش ہوتے ہیں، روح ان سے بھی آگاہ ہوتی ہے۔

بہارِ شریعت میں ہے: مرنے کے بعد بھی روح کا تعلق بدنِ انسان کے ساتھ باقی رہتا ہے، اگرچہ روح بدن سے جُدا ہوگئی، مگر بدن پر جو گزرے گی رُوح ضرور اُس سے آگاہ و متأثر ہوگی، جس طرح حیاتِ دنیا میں ہوتی ہے، بلکہ اُس سے زائد۔ دنیا میں ٹھنڈا پانی، سرد ہَوا، نرم فرش، لذیذ کھانا، سب باتیں جسم پر وارِد ہوتی ہیں، مگر راحت و لذّت روح کو پہنچتی ہے اور ان کے عکس بھی جسم ہی پر وارِد ہوتے ہیں اور کُلفت و اذیّت (تکلیف) روح پاتی ہے، اور روح کے لیے خاص اپنی راحت واَلم کے الگ اسباب ہیں، جن سے سرور یا غم پیدا ہوتا ہے، بعینہٖ یہی سب حالتیں برزخ میں ہیں۔[2]

مسلمان روحوں کی ملاقات

سوال: جب مسلمان دنیا سے پردہ فرمالیتے ہیں تو کیا یہ آپس میں اپنے سے پہلے فوت ہوجانے والوں سے ملاقات کرتے ہیں؟

1... مسند احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، 4/8، حدیث: 10997۔
2... بہارِ شریعت، 1/100، حصہ: 1۔

جواب: جی ہاں! مسلمانوں کی روحیں باہم ملاقات کرتی ہیں۔ چنانچہ حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ امت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومنین کی روحیں ایک دن کی مسافت پر ایک دوسرے سے ملتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی نے دوسرے کو نہیں دیکھا ہوتا۔[1]

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مومن کی روح قبض کی جاتی ہے تو اللہ پاک کے مہربان بندے اسے ایسے ملتے ہیں جیسے دنیا میں کسی خوشخبری دینے والے سے ملتے ہیں اور کہتے ہیں: ارے دیکھو! تمہارا ساتھی شدید غموں میں تھا، اب چھٹکارا پاکر پر سکون ہوا ہے۔ پھر اس روح سے پوچھتے ہیں: فلاں نے کیا کیا؟ کیا فلانی نے شادی کرلی؟ پھر ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھتے ہیں جو اس سے پہلے مر چکا تھا، وہ روح کہتی ہے: وہ تو مجھ سے پہلے مر گیا تھا۔ اب یہ مہربان بندے کہتے ہیں: ان للہ و انا الیہ راجعون (ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا)

وہ نیچا دکھانے والی کی گود (یعنی جہنم) میں چلا گیا، کتنی بری گود اور کتنا برا اس کا گود والا، پھر آپ نے ارشاد فرمایا: تمہارے اعمال تمہارے مرحوم رشتہ داروں کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں، اگر کوئی نیک کام ہوتا ہے تو وہ خوش ہو کر کہتے ہیں: اے اللہ! یہ تیرا فضل اور تیری رحمت ہے، اس پر اپنی نعمت مکمل فرما اور حسنِ اعمال پر اس کا خاتمہ فرما۔ یونہی گناہ گار کے اعمال دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں: اے پروردگار! اسے ایسے اعمال کی طرف لگادے جن سے تو راضی ہو اور وہ اسے تیری بارگاہ کے قریب کر دیں۔[2]

1... مسند امام احمد بن حنبل، 11/626، حدیث: 7048۔
2... معجم اوسط، 1/56، حدیث: 148۔

ارواحِ مؤمنین کی ملاقات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب مومن کی موت کا وقت آتا ہے تو وہ ایسی چیزیں دیکھتا ہے جنہیں دیکھ کر وہ تمنا کرتا ہے کہ کاش! ابھی روح نکل جائے اور اللہ پاک اس کی ملاقات پسند فرماتا ہے۔ جب مومن کی روح آسمان پر لے جائی جاتی ہے تو ارواحِ مؤمنین اس کے پاس جمع ہو کر اپنے جاننے والوں کے بارے میں اس سے پوچھتی ہیں، جب وہ کہتی ہے: میں فلاں کو دنیا میں (اچھے حال میں) چھوڑ آئی ہوں۔ تو وہ خوش ہوتی ہیں اور جب وہ کہتی ہے: فلاں کا تو انتقال ہو چکا ہے۔ تو ارواح کہتی ہیں: اسے ہمارے پاس نہیں لایا گیا۔[1]

میت کے عزیزوں سے تعلقات

سوال: مرنے کے بعد میّت کے اپنے عزیزوں سے کس طرح تعلقات رہتے ہیں؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: موت فنائے روح نہیں، بلکہ وہ جسم سے روح کا جدا ہونا ہے، روح ہمیشہ زندہ رہتی ہے، حدیث میں ہے انما خلقتم للابد تم ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے بنائے گئے، تو جیسے تعلقات حیاتِ دنیوی میں تھے اب بھی رہتے ہیں۔ حدیث میں فرمایا کہ "ہر جمعہ کو ماں باپ پر اولاد کے ایک ہفتہ کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں، برائیوں پر رنجیدہ ہوتے ہیں، تو اپنے گزرے ہوؤں کو رنجیدہ نہ کرو، اے اللہ کے بندو! واللہ تعالیٰ اعلم۔"[2]

1... مسند بزار، 17/154، حدیث: 9760۔
2... فتاوی رضویہ، 9/657۔

روحوں کا گھروں کو آنا

سوال: کیا روحیں گھروں کو بھی آتی ہیں؟

جواب: جی ہاں! مسلمانوں کی روحیں آزاد ہوتی ہیں جہاں چاہیں جاتی ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں نقل کرتے ہیں کہ خزانۃ الروایات مستند صاحب مائۃ مسائل میں ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما اذا کان یوم عید اویوم جمعۃ اویوم عاشوراء ولیلۃ النصف من الشعبان تاتی ارواح الاموات ویقومون علیٰ ابواب بیوتھم فیقولون ھل من احد یذکرنا ھل من احد یترحم علینا ھل من احد یذکر غربتنا۔ الحدیث. ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے جب عید یا جمعہ یا عاشورہ کا دن یا شب برات ہوتی ہے مردوں کی روحیں آکر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑی ہوتی ہیں اور کہتی ہیں۔ہے کوئی کہ ہمیں یاد کرے، ہے کوئی کہ ہم پر ترس کھائے، ہے کوئی کہ ہماری غربت کی یاد دلائے۔[1]

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فتاوی رضویہ شریف میں فرماتے ہیں: خاتمۃ المحدثین شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ شریف باب زیارۃ القبور میں فرماتے ہیں:

مستحب است کہ تصدق کردہ شود از میّت بعد از رفتن او از عالم تا ھفت روز تصدق از میّت نفع می کند اور ابے خلاف میان اھل علم وارد شدہ است دراں احادیث صحیحہ خصوصا آب و بعضے از علماء گفتہ اند کہ نمی رسید بہ میّت را مگر صدقہ ودعا ودر بعض روایات آمدہ است کہ روح میّت می

1…فتاوی رضویہ، 9/653۔

آید خانہ خود راشب جمعہ پس نظر می کند کہ تصدوق می کنند ازوے یا نہ یعنی میّت کے دنیا سے جانے کے بعد سات دن تک اس کی طرف سے صدقہ کرنا مستحب ہے۔ میّت کی طرف سے صدقہ اس کے لیے نفع بخش ہوتا ہے۔ اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں، اس بارے میں صحیح حدیثیں وارد ہیں، اور بعض علماء کا قول ہے کہ میّت کو صرف صدقہ اور دعا کا ثواب پہنچتا ہے۔ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ رُوح شب جمعہ کو اپنے گھر آتی ہے اور انتظار کرتی ہے کہ اس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں یا نہیں۔

شیخ الاسلام "کشف الغطاء عمالزم للموتی علی الاحیا" فصل ہشتم میں فرماتے ہیں: درغرائب وخزانہ نقل کردہ کہ ارواح مومنین می آیند خانہ ھائے خودراھر شب جمعہ روز عید وروز عاشورہ وشب برات پس ایستادہ می شوند بیرون خانہائے خود وندامی کند ھریکے بآواز بلند اندوہ گین اے اھل و اولاد من ونزدیکانِ من مہربانی کنید بر مابصدقہ یعنی غرائب اور خزانہ میں منقول ہے کہ مومنین کی روحیں ہر شب جمعہ، روز عید، روز عاشوراء، اور شب برات کو اپنے گھر آکر باہر کھڑی رہتی ہیں اور ہر روح غمناک بلند آواز سے ندا کرتی ہے کہ اے میرے گھر والو! اے میری اولاد! اے میرے قرابت دارو! صدقہ کرکے ہم پر مہربانی کرو۔[1]

14 شعبان المعظم فوت شدہ افراد کی عید

سوال: کیا 14 شعبان المعظم فوت شدہ افراد کی عید ہوتی ہے؟

جواب: 14 شعبان المعظم کو فوت شدہ افراد کے لیے عید کا دن کہنے کی شرعاً کوئی اصل

1…فتاوی رضویہ، 9/650۔

نہیں اور روحوں کے گھروں پر آنے کے بارے میں بعض روایات میں منقول ہے کہ شب براءت (15 شعبان المعظم)، عید کے دن، جمعہ اور عاشورہ وغیرہ ایام میں روحیں اپنے گھروں کی طرف آتی ہیں اور ان سے ایصالِ ثواب کا تقاضا کرتی ہیں، لہذا اس دن فاتحہ کا اہتمام کر کے ایصال ثواب کرنا بھی جائز و مستحسن عمل ہے۔

یاد رہے کہ ایصالِ ثواب کے لیے مختلف کھانوں کا اہتمام کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ صدقہ خیرات، اسی طرح غریبوں کی مدد یا کسی بھی طرح کے نیک اعمال (تلاوت قرآن پاک، نوافل، درود شریف، ذکر اللہ وغیرہ) کر کے بھی ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے اور جو کھانے کا انتظام کر کے فاتحہ دلاتے ہیں، وہ بھی جائز و مستحب ہے اور اس میں کوئی ممانعت نہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فتاویٰ امام نسفی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ارواح المومنین یاتون فی کل لیلۃالجمعۃ و یوم الجمعۃ۔۔۔یعنی بے شک مسلمانوں کی روحیں ہر جمعہ کی رات اور دن کو اپنے گھر آتی ہیں۔

آگے خزانۃ الروایات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عن ابن عباس اذا کان یوم عید او یوم جمعۃ او یوم عاشوراءو لیلۃ النصف من الشعبان تاتی ارواح الاموات یقومون علی ابواب بیوتھم فیقولون ھل من احد یذکرنا ھل من احدیترحم علینا ھل من احد یذکر غربتنا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے جب عید یا جمعہ یا عاشورے کا دن یا شب براءت ہوتی ہے اموات کی روحیں آکر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑی ہوتی اور کہتی ہیں: ہے کوئی کہ ہمیں یاد کرے، ہے کوئی کہ ہم پر ترس

کھائے، ہے کوئی کہ ہماری غربت کی یاد دلائے۔

عذاب و ثواب کا روح سے تعلق

سوال: عذاب و ثواب کی کیا شکل ہے جبکہ انسان خاک میں مل جاتا ہے اور روح اپنے مقام پر چلی جاتی ہے؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں:

انسان کبھی خاک نہیں ہوتا بدن خاک ہو جاتا ہے، اور وہ بھی کُل نہیں، کچھ اجزائے اصلیہ دقیقہ جن کو عَجْبُ الذّنب کہتے ہیں وہ نہ جلتے ہیں، نہ گلتے ہیں، ہمیشہ باقی رہتے ہیں، انہیں پر روزِ قیامت ترکیبِ جسم ہو گی، عذاب و ثواب روح و جسم دونوں کے لیے ہے۔ جو فقط روح کے لیے مانتے ہیں گمراہ ہیں، روح بھی باقی اور جسم کے اجزائے اصلی بھی باقی، اور جو خاک ہوگئے وہ بھی فنائے مطلق نہ ہوئے، بلکہ تفرقِ اتصال ہوا اور تغیرِ ہیأت۔ پھر استحالہ کیا ہے۔ حدیث میں روح و جسم دونوں کے معذب ہونے کی یہ مثال ارشاد فرمائی کہ ایک باغ ہے اس کے پھل کھانے کی ممانعت ہے۔ ایک لنجھا ہے کہ پاؤں نہیں رکھتا اور آنکھیں ہیں وہ اس باغ کے باہر پڑا ہوا ہے، پھلوں کو دیکھتا ہے مگر ان تک جا نہیں سکتا، اتنے میں ایک اندھا آیا اس لنجھے نے اس سے کہا: تو مجھے اپنی گردن پر بٹھا کر لے چل، میں تجھے رستہ بتاؤں گا، اس باغ کا میوہ ہم تم دونوں کھائیں گے، یوں وہ اندھا اس لنجھے کو لے گیا اور میوے کھائے دونوں میں کون سزا کا مستحق ہے؟ دونوں ہی مستحق ہیں، اندھا اسے نہ لے جاتا تو وہ نہ جا سکتا، اور لنجھا اسے نہ بتاتا تو وہ نہ دیکھ سکتا، وہ لنجھا روح ہے کہ ادراک رکھتی ہے اور افعالِ جوارح نہیں کر سکتی۔ اور وہ اندھا بدن ہے کہ افعال کر سکتا ہے اور ادراک نہیں رکھتا۔

دونوں کے اجتماع سے معصیت ہوئی دونوں ہی مستحقِ سزا ہیں۔[1]

روحوں کی باہم ملاقات

سوال: کیا فوت شدگان کی روحیں آپس میں ملاقات بھی کرتی ہیں؟

جواب: جی ہاں! روحیں باہم ملاقات کرتی ہیں حال احوال پوچھتیں ہیں۔ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ نَفْسَ الْمُؤْمِنِ إِذَا قُبِضَتْ تَلَقَّاهَا مِنْ أَهْلِ الرَّحْمَةِ مِنْ عِبَادِ اللهِ كَمَا تَلْقَوْنَ الْبَشِيرَ فِي الدُّنْيَا فَيَقُولُونَ انْظُرُوا صَاحِبَكُمْ يَسْتَرِيحُ فَإِنَّهُ قَدْ كَانَ فِي كَرْبٍ شَدِيدٍ ثُمَّ يَسْأَلُونَهُ مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ وَمَا فَعَلَتْ فُلَانَةُ هَلْ تَزَوَّجَتْ[2] یعنی حضرت ایوب انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مومن کی روح قبض کر لی جاتی ہے تو اللہ پاک کے رحمت والے فرشتے اس مومن سے ملاقات کرتے ہیں جس طرح دنیا والے اچھی خبر لانے والے سے ملاقات کرتے ہیں فرشتے کہتے ہیں اپنے بھائی کو آرام کرنے دو کیونکہ وہ ابھی ابھی شدید تکلیف (والی جگہ سے) آیا ہے پھر کچھ دیر بعد مومنین کی روحیں اس سے پوچھتی ہیں فلاں کا کیا حال ہے؟ اور فلاں عورت کا کیا حال ہے، کیا فلاں عورت نے نکاح کر لیا؟

1... فتاوی رضویہ، 9/658۔
2... معجم کبیر، 4/129، حدیث: 3887۔

بارہواں باب

زیارتِ قبور کا بیان

زیارتِ قبور

سوال: قبرستان میں زیارتِ قبور کے لئے جانا کیسا؟

جواب: زیارت قبور مستحب ہے۔حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا:

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ اَلَا فَزُوْرُوهَا[1] میں نے تم لوگوں کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا(اب میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ) ان کی زیارت کرو۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا:

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا فَإِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا وَتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ.[2] یعنی میں نے تم لوگوں کو قبروں کی زیارت سے روکا تھا تو اب میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ ان کی زیارت کرو اس لیے کہ قبروں کی زیارت کرنا دنیا سے بیزار کرتا ہے اور آخرت کی یاد دلاتا ہے۔

کتاب مراقی الفلاح میں زیارت قبور کے عنوان سے ایک فصل قائم کی گئی ہے۔

فصل فی زیارة القبور (ندب زیارتها)من غیر أن یطأ القبور.[3] فصل زیارت قبور کے بیان میں زیارتِ قبور مستحب ہے مگر قبریں نہ روندی جائیں۔

1... جمع الجوامع، قسم الاقوال حرف الکاف، 5/402۔

2... ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی زیارۃ القبور، 2/252، حدیث:1571۔

3... مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، فصل فی زیارۃ القبور، ص:151۔

زیارتِ قبور کا طریقہ

سوال: زیارت قبور کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

جواب: زیارتِ قبور کا طریقہ یہ ہے کہ قدموں کی طرف سے جا کر میّت کے منہ کے سامنے کھڑا ہو۔ سرہانے سے نہ آئے کہ میّت کے لئے باعثِ تکلیف ہے یعنی میّت کو گردن پھیر کر دیکھنا پڑے گا کہ کون آتا ہے اور یہ کہے: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ دَارِ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَّ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ اللہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ یَرْحَمُ اللہُ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِیْنَ اَللّٰھُمَّ رَبَّ الْاَرْوَاحِ الْفَانِیَۃِ وَالْاَجْسَادِ الْبَالِیَۃِ وَالْعِظَامِ النَّخِرَۃِ اَدْخِلْ ھٰذِہِ الْقُبُوْرِ مِنْکَ رَوْحًا وَّرَیْحَانًا وَّمِنَّا تَحِیَّۃً وَّسَلَامًا سلام ہو تم پر اے قوم مومنین کے گھر والو! تم ہمارے اگلے ہو اور ہم ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں، اللہ پاک سے ہم اپنے اور تمہارے لیے عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں، اللہ پاک ہمارے اگلوں اور پچھلوں پر رحم کرے۔ اے اللہ پاک !رب فانی روحوں کے اور جسم گل جانے والے اور بوسیدہ ہڈیوں کے، تو اپنی طرف سے ان قبروں میں تازگی اور خوشبو داخل کر اور ہماری طرف سے تحیت و سلام پہنچادے۔

پھر فاتحہ پڑھے اور بیٹھنا چاہے تو اتنے فاصلہ سے بیٹھے کہ اس کے پاس زندگی میں نزدیک یا دور جتنے فاصلہ پر بیٹھ سکتا تھا۔[1]

اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

اس (قبر) کی پائنتی کی طرف سے جائے کہ اس کی نگاہ کے سامنے ہو، سرہانے سے نہ آئے کہ

1...بہار شریعت، 1/849، حصہ:4۔

اسے سر اُٹھا کر دیکھنا پڑے۔ سلام وایصال ثواب کے لیے اگر دیر کرنا چاہتا ہے رُو بقبر (قبر کے سامنے) بیٹھ جائے اور پڑھتا رہے، یا ولی کا مزار ہے تو اس سے فیض لے۔ [1]

قبرستان جا کر کیا پڑھیں

سوال: قبر پر جا کر کیا پڑھنا چاہیئے؟

جواب: خاتم المحققین محمد امین بن عمر ابن عابدین (المتوفی:1252ھ) فتاویٰ شامی میں فرماتے ہیں:

قبرستان میں جائے تو اَلْحَمْدُ شریف اور الٓمّٓ سے مُفْلِحُوْنَ تک اور آیۃ الکرسی اور اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے آخر سورۃ تک اور سورۂ یٰسٓ اور تَبٰرَكَ الَّذِیْ اور اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ایک ایک بار اور قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ بارہ یا گیارہ یا سات یا تین بار پڑھے ان سب کا ثواب مردوں کو پہنچائے [2] حدیث میں ہے جو گیارہ بار قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ شریف پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو پہنچائے تو مردوں کی گنتی برابر اسے ثواب ملے گا۔ [3]

قبر پر جانے سے مُردے کو راحت ہوتی ہے

سوال: کیا مردے کو معلوم ہوتا ہے کہ قبر پر کون آیا ہے یا نہیں؟

جواب: جی ہاں! اگر کوئی عزیز قبر پر جائے تو مردہ اسے پہچانتا ہے اس کے آنے سے راحت محسوس کرتا ہے اگر سلام کیا جائے تو مردہ جواب دیتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتیں ہیں:

1... فتاوی رضویہ، 9/532۔

2... ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی زیارۃ القبور، 3/179۔

3... در مختار، 3/183۔

كُنْتُ أَدْخُلُ بَيْتِي الَّذِي فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنِّي وَاضِعٌ ثَوْبِي وَأَقُولُ إِنَّمَا هُوَ زَوْجِي وَأَبِي فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَاللهِ مَا دَخَلْتُ إِلَّا وَأَنَا مَشْدُودَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِي حَيَاءً مِنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. [1]یعنی میں اپنے گھر میں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم مدفون ہیں یوں ہی چادر اٹکارے چلی جاتی تھی اور کہتی تھی ایک میرے زوج ہیں اور ایک میرے والد پھر جب حضرت عمر دفن ہوگئے تو رب کی قسم حضرت عمر سے شرم کے باعث بغیر کپڑا لپیٹے اس گھر میں نہ گئی۔

امام جلال الدین عبدالرحمن السیوطی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:911ھ) شرح الصدور میں نقل فرماتے ہیں: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ رَّجُلٍ يَّزُوْرُ قَبْرَ أَخِيهِ، وَيَجْلِسُ عِنْدَهٗ، اِلَّا اسْتَأْنَسَ وَرَدَّ عَلَيْهِ حَتّٰى يَقُوْمَ. [2]یعنی جب کوئی شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کے لئے اس کی قبر پر جاکر اس کے پاس بیٹھتا ہے تو وہ اس سے انس حاصل کرتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے یہاں تک وہ واپس آجائے۔

امام جلال الدین عبدالرحمن السیوطی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:911ھ) شرح الصدور میں نقل فرماتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا:

---

1 . . . المستدرک علی الصحیحین، کتاب المغازی والسرایا، 3/609، حدیث:4458۔
2 . . . شرح الصدور، باب زیارۃ القبور و علم الموتی بزوارھم، ص:202۔

مَا مِنْ اَحَدٍ یَمُرُّ بِقَبْرِ اَخِیْهِ الْمُؤْمِنِ کَانَ یَعْرِفُهٗ فِی الدُّنْیَا فَیُسَلِّمُ عَلَیْهِ اِلَّا عَرَفَهٗ وَ رَدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ[1] یعنی جب کوئی شخص کسی مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں جانتا تھا اور سلام کرتا ہے۔ تو وہ اسے پہچان کر سلام کا جواب دیتا ہے۔

اٰنَسُ مَا یَکُوْنُ الْمَیِّتُ فِیْ قَبْرِهٖ اِذَا زَارَهٗ مَنْ کَانَ یُحِبُّهٗ فِیْ دَارِ الدُّنْیَا[2] یعنی میت کو سب سے زیادہ انسیت اس شخص کے قبر پر آنے سے ہوتی ہے جس سے وہ دنیا میں زیادہ محبت کرتا تھا۔

اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

”قبر پر جو کوئی جائے مردہ دیکھتا ہے اور جو کچھ کلام کرے وہ سنتا ہے اور جو ثواب پہنچائے مردہ کو پہنچتا ہے، اگر کوئی عزیز یا دوست جائے تو اس کے جانے سے مردہ کو راحت اور فرحت (خوشی) ملتی ہے، جیسے دنیا میں۔“[3]

زیارتِ قبور کیلئے افضل وقت

سوال: زیارتِ قبور کیلئے افضل وقت کون سا ہے؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔ زیارت ہر وقت جائز ہے، مگر شب میں تنہا قبرستان نہ جانا چاہیے۔ اور زیارت کا افضل وقت روز جمعہ بعد نماز صبح ہے۔[4]

1... شرح الصدور، باب زیارۃ القبور و علم الموتی بزوارھم، ص:202۔
2... شرح الصدور، باب زیارۃ القبور و علم الموتی بزوارھم، ص:203۔
3... فتاوی رضویہ، 9/523۔
4... فتاوی رضویہ، 9/523۔

عورتوں کا زیارتِ قبور کے لئے جانا

سوال: عورتوں کے لئے زیارت قبور کا کیا حکم ہے؟

جواب:: حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے روضہ مبارکہ کے علاوہ قبروں کی زیارت کے لیے جانا عورتوں کے لیے مطلقاً منع ہے، اگرچہ باپردہ ہو کر جائیں۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں عورتوں کے قبرستان جانے کے متعلق فرماتے ہیں: "اصح (درست ترین) یہ ہے کہ عورتوں کو قبروں پر جانے کی اجازت نہیں۔"[1]

مزید فرماتے ہیں:

اقول: (میں کہتا ہوں) قبورِ اقرباء پر خصوصاً بحال قرب عہد ممات تجدید حزن لازم نساء ہے اور مزاراتِ اولیاء پر حاضری میں احد الشناعتین (یعنی دو خرابیوں میں سے ایک) کا اندیشہ یا ترکِ ادب یا ادب میں افراط ناجائز، تو سبیلِ اطلاق منع ہے ولہٰذا غُنیہ میں کراہت پر جزم فرمایا البتہ حاضری و خاکبوسی آستانِ عرش نشانِ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظم المندوبات بلکہ قریب واجبات ہے، اس سے نہ روکیں گے اور تعدیلِ ادب سکھائیں گے۔[2]

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بہارِ شریعت میں فرماتے ہیں:

"عورتوں کے لیے بعض علماء نے زیارتِ قبور کو جائز بتایا، در مختار میں یہی قول اختیار کیا، مگر عزیزوں کی قبور پر جائیں گی، تو جزع و فزع (رونا دھونا) کریں گی، لہٰذا ممنوع ہے اور

1... فتاوی رضویہ، 9/537۔
2... فتاوی رضویہ، 9/538۔

صالحین کی قبور پر برکت کے لیے جائیں، تو بوڑھیوں کے لیے حرج نہیں اور جوانوں کے لیے ممنوع اور اسلم یہ ہے کہ عورتیں مطلقاً منع کی جائیں کہ اپنوں کی قبور کی زیارت میں تو وہی جزع و فزع ہے اور صالحین کی قبور پر یا تعظیم میں حد سے گزر جائیں گی یا بے ادبی کریں گی کہ عورتوں میں یہ دونوں باتیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔“[1]

قبر کے نزدیک قرآن یا پنج سورہ پڑھنا

سوال: قبرستان میں کلام شریف یا پنج سورہ قبر کے نزدیک بیٹھ کر تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قبر کے پاس تلاوت یاد پر خواہ دیکھ کر ہر طرح جائز ہے جبکہ لِوَجْہِ اللہ ہو، اور قبر پر نہ بیٹھے، نہ کسی قبر پر پاؤں رکھ کر وہاں پہنچا ہو، اور اگر بے اس کے وہاں تک نہ جا سکے تو قبر کے نزدیک تلاوت کے لیے جانا حرام ہے، بلکہ کنارے ہی سے جہاں تک بے کسی قبر کو روندے جاسکتا ہے، تلاوت کرے۔

درمختار میں ہے:

يكره المشى فى طريق ظن انه محدث حتى اذالم يصل الى قبره الابوطى قبر تركه لايكره الدفن ليلا ولااجلاس القارئين عند القبر وهو المختار۔ یعنی قبرستان کے اندر ایسے راستے پر چلنا ممنوع ہے جس کے بارے میں گمان ہو کہ وہ نیا بنالیا گیا ہے یہاں تک کہ جب اپنی میّت کی قبر تک کسی دوسری قبر کو پامال کئے بغیر نہ پہنچ سکتا ہو تو وہاں تک جانا چھوڑ دے۔ رات کو دفن کرنا اور قبر کے پاس تلاوت کرنے

1 . . . بہارِ شریعت، 1/849، حصہ:4۔

والوں کو بٹھانا مکروہ نہیں، یہی مختار ہے۔[1]

قبر پر اگربتیاں سلگانا

سوال: قبر پر اگربتیاں یا لوبان سلگانا کیسا؟

جواب: قبر پر اگربتیاں یا لوبان وغیرہ سلگانا اگرچہ کسی برتن میں ہو منع ہے، اس سے بچنا چاہیئے۔ اور اگر قبر سے ہٹ کر سلگائی اور وہاں کوئی موجود بھی نہیں جو ذکر و تلاوت میں مصروف ہو اور اس کیلئے سلگائی، تو ظاہر ہے کہ جب بالکل بے مقصد ہے تو یہ فضول اور اسراف ہے جو ناجائز ہے۔ اگر میت نیک ہو گی تو اس کیلئے جنت کی خوشبوئیں آئیں گی اس کو اس کی کیا حاجت؟ اور اگر معاذاللہ گناہوں کے سبب عذاب میں ہے تو اسے اس سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ علما نے قبر سے دھوئیں کا اٹھنا بد فال ہونے کی تصریح فرمائی اور فرمایا کہ میت اور قبر کو آگ سے دور رکھنا چاہیئے، جیسا کہ آگ سے پکی اینٹوں کو قبر میں لگانا مکروہ فرمایا اور اگر ضرورتاً لگانی بھی پڑیں تو ان کے اوپر مٹی لگانے کا حکم ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

عود لوبان وغیرہ کوئی چیز نفسِ قبر پر رکھ کر جلانے سے احتراز چاہیئے اگرچہ کسی برتن میں ہو لما فیہ من التفاؤل القبیح بطلوع الدخان علی القبر والعیاذ باللہ(کیونکہ اس میں قبر کے اوپر سے دھواں نکلنے کا بُرا فال پایا جاتا ہے، اور خدا کی پناہ)

صحیح مسلم شریف میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی:

انہ قال لابنہ وھو فی سیاق الموت اذا انا مت فلا تصحبنی نائحۃ ولا نارا، الحدیث۔

انھوں نے دمِ مرگ اپنے فرزند سے فرمایا جب میں مر جاؤں تو میرے ساتھ نہ کوئی نوحہ

1...فتاوی رضویہ، 9/525۔

کرنے والی جائے نہ آگ جائے۔ الحدیث

شرح المشکٰوۃ للامام ابن حجر المکی میں ہے:

لانها من التفاؤل القبیح (کیونکہ آگ میں فالِ بد ہے)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

انها سبب للتفاؤل القبیح (یہ فالِ بد کا سبب ہے)

اور قریب قبر سلگا تاکہ اگر وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں نہ کوئی تالی (تلاوت قرآن کرنے والا) یا ذاکر ہو بلکہ صرف قبر کے لیے جلا کر چلا آئے تو ظاہر منع ہے کہ اسراف و اضاعتِ مال ہے۔ میّت صالح اس غرفے کے سبب جو اس کی قبر میں جنت سے کھولا جاتا ہے اور بہشتی نسیمیں بہشتی (جنتی) پھولوں کی خوشبوئیں لاتی ہیں، دنیا کے اگر لوبان سے غنی اور معاذاللہ جو دوسری حالت میں ہو اسے اس سے انتفاع نہیں۔ تو جب تک سند مقبول سے نفع معقول نہ ثابت ہو سبیلِ احتراز ہے۔ ولا یقاس علی الوردوالریا حین المصرح باستحبابه فی غیر ماکتاب کما اوردناعلیه کثیرة فی کتابنا حیاة الموات فی بیان سماع الاموات فان العلة فیه کما نصوا علیه انها مادامت رطبة تسبح الله تعالٰی فتؤنس المیّت لاطیبها. یعنی اس کا قیاس پھولوں پر نہیں ہوسکتا جن کے مستحب ہونے کی صراحت متعدد کتابوں میں موجود ہے جیسا کہ اس پر کثیر تصریحات ہم نے اپنی کتاب حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات میں نقل کی ہیں اس لیے حسبِ تصریح علماء ان کے استحباب کی علت یہ ہے کہ وہ پھول جب تک تر رہیں گے اللہ تعالٰی کی تسبیح کرتے اور میّت کا دل بہلاتے رہیں گے خوشبودار ہونا علّت نہیں۔ [1]

1... فتاویٰ رضویہ، 9/482۔

ذکر اللہ کرنے والوں، حاضرین محفل، تلاوت قرآن کے لئے اگربتیاں سلگانا

سوال: اگر حاضرین جو ذکر و تلاوت قرآن اور نعت خوانی میں مصروف ہیں ان کے لئے اگربتیاں سلگائیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: حاضرین محفل، ذاکرین، تلاوت قرآن کرنے والوں کی غرض سے اگربتیاں جائز ہیں بلکہ بہت اچھا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: 1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

اگر بغرض حاضرین وقتِ فاتحہ خوانی یا تلاوتِ قرآن مجید وذکرِ الٰہی سلگائیں تو بہتر و مستحسن ہے۔وقد عهد تعظيم التلاوة والذكر وتطييب مجالس المسلمين به قديما وحديثا اور تلاوت و ذکر کی تعظیم اور اس سے مسلمانوں کی مجلسوں میں خوشبو پھیلانا زمانۂ قدیم وجدید میں متعارف ہے۔[1]

1 . . . فتاوی رضویہ، 9/483۔

تیرھواں باب

مزاراتِ اولیا کا بیان

علما کی قبور پر قبہ بنانا

سوال: علما کی قبور پر قبہ بنانا کیسا؟

جواب: علما و سادات (سید صاحبان) کی قبور پر قبہ وغیرہ بنانے میں حرج نہیں اور قبر اندر سے پختہ نہ کی جائے اور اگر اندر کچی ہو اوپر سے پختہ تو حرج نہیں۔ خاتم المحققین امام محمد امین بن عمر ابن عابدین الشامی (المتوفی:1252) فتاوٰی شامی میں فرماتے ہیں:

لا یکرہ البناء إذا کان المیت من المشایخ والعلماء والسادات.[1] یعنی جب میت مشائخ، علما اور سادات میں سے ہو تو قبر پر قبہ بنانا مکروہ نہیں۔

قبورِ اولیا، علما و صلحا پر چادر ڈالنا

سوال: قبورِ اولیا، علما و صلحا پر چادر ڈالنا کیسا؟

جواب: صدر الشریعہ بدر طریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قبورِ اولیاء و علماء و صلحاء پر بغرض اظہارِ عظمت چادر ڈالنا جائز و محمود ہے کہ جب تک ظاہری تزک واحتشام نہیں دیکھتے۔ ان کی پوری وقعت نظرِ عوام میں نہیں آتی اور ان کے فیوض وبرکات سے مستفید نہیں ہوتے۔

ردالمحتار میں کشف القبور علامہ سید عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی سے ہے:

ولکن نحن نقول الآن اذا قصد به التعظیم فی عیون العامة حتی

1 . . . ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی دفن المیت، 3/170۔

لایحتقروا صاحب القبر وجلب الخشوع ولادب للغافلین الزائرین فھو جائز لان الاعمال بالنّیات وان کان بدعۃ فھو کقولھم بعد طواف الوداع یرجع القھقری حتّی یخرج من المسجد اجلالا للبیت حتی قال فی منھاج السالکین انه فیه سنة مرویة ولا اثر محکی وقد فعله اصحابنا کذا فی الکشف عن اصحاب القبور للاستاذ عبد الغنی النابلسی قدس سرہ. یعنی لیکن ہم یہ کہتے کہ اس زمانے میں جب کہ چادر ڈالنے سے مقصود یہ ہو کہ عام نظروں میں میت کی عظمت پیدا ہو، تا کہ صاحب مزار کو نظرِ حقارت سے نہ دیکھیں اوراس غرض سے کہ زائرین جو غافل ہیں ان کو خشوع اور ادب حاصل ہو، تو چادر ڈالنا جائز ہے۔کیونکہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔اگرچہ یہ ایک نئی بات ہے مگر یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ علما نے فرمایا کہ طوافِ وداع کے بعد الٹے پاؤں واپس ہو۔یہاں تک کہ مسجد حرام سے باہر ہو جائے اس سے مقصود کعبہ معظمہ کی عزت کا اظہار ہے۔یہاں تک کہ منہاج السالکین میں فرمایا کہ اس بارے میں کوئی سنت اور اثر مروی ومذکور نہیں اور بیشک ہمارے اصحاب نے اس کو کیا ہے۔[1]

مزار پر سجدے کی حالت میں دعا مانگنا

سوال: مزار کے سامنے سجدہ کی حالت بنا کر دعا مانگنا کیسا؟

جواب: بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم کے مزارات پر حاضری بلاشبہ باعث سعادت وبرکت ہے، لیکن معاذاللہ، مزار کی طرف رُخ کر کے ایسی ہیئت اختیار کرنا کہ جیسی سجدے میں کی جاتی ہے، سوائے اس فرق کے کہ پیشانی زمین پر نہ لگے، بلکہ درمیان

1...فتاوی امجدیہ، 1/335۔

میں ہتھیلیاں حائل کرکے چہرہ زمین پر رکھا جائے، سخت ناجائز، گناہ اور حرام ہے۔ فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے تو افضل الخلق، محبوب رب العالمین، سرکارِ ابد قرار، حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مزارِ پُر انوار کے سامنے زمین چومنے کو بھی ممنوع اور بدعت قرار دیا، حالانکہ یہ ہیئتِ سجدہ بھی نہیں اور فقط دو سے تین سیکنڈ کا محض جھکنا ہے۔ سجدہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ زمین چومنے میں فقط ہونٹ زمین کو چھوتے ہیں، پیشانی یا ناک زمین پر نہیں لگتی۔ اب جبکہ صرف زمین چومنا بھی ممنوع ہے، تو سجدے کی صورت کیوں کر جائز ہو سکتی ہے کہ باقاعدہ سجدہ کے نہایت مشابہ ہیئت اپنائی جائے، پیشانی کو ہتھیلیوں پر جمایا جائے اور پھر دیر تک اُسی حالت میں رہ کر دعائیں مانگی جائیں؟ ایسا انداز اختیار کرنا، ہرگز جائز اور درست نہیں، بلکہ تعلیماتِ دینیہ کے صریح خلاف ہے۔

امامِ اہلِ سنّت، امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (سالِ وفات: 1340ھ/1921ء) لکھتے ہیں:

مزارات کو سجدہ یا اُن کے سامنے زمین چومنا حرام اور حدِ رکوع تک جھکنا ممنوع۔

منسک متوسط علامہ رحمۃ اللہ تلمیذ امام ابن الہمام مسلک متقسط شرح ملا علی قاری ص 293:

(لایمس عند زیارة الجدار) ولایقبله (ولا یلتصق به ولایطوف ولاینحنی ولا یقبل الارض فانه) ای کل واحد (بدعة) غیر مستحسنه ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دربار میں حاضری کے وقت نہ دیوار کو ہاتھ لگائے، نہ چومے، نہ اس سے چمٹے، نہ طواف کرے، نہ جھکے، نہ زمین چومے کہ یہ سب بدعاتِ قبیحہ ہیں۔ (میں کہتا ہوں کہ) بوسہ میں اختلاف ہے اور چھونا چمٹنا اِس کے مثل اور اَحوط منع اور علت خلاف ادب ہونا۔[1]

1 . . . فتاوی رضویہ، 22/474۔

عورتوں کا مزارات پر مجاوری کرنا

سوال: عورتوں کا مزارات پر مجاوری کرنا کیسا؟

جواب: اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: 1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: مجاور مردوں کو ہونا چاہیئے، عورت مجاور بن کر بیٹھے اور آنے جانے والوں سے اختلاط کرے یہ سخت بد ہے، عورت کو گوشہ نشینی کا حکم ہے، نہ یوں مردوں کے ساتھ اختلاط کا، جس میں بعض اوقات مردوں کے ساتھ اسے تنہائی بھی ہو گی، اور یہ حرام ہے۔[1]

فرضی مزار بنانا

سوال: کسی ولی اللہ کا مزار شریف فرضی بنانا اور اس کے ساتھ اصل جیسے معاملات کرنا کیسا؟ اور اگر کسی کا پیر خواب میں آکر ایسا کہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل جیسے معاملات کرنا ناجائز وبدعت ہے اور خواب کی بات خلافِ شرع کاموں میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: 1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل سا معاملہ کرنا ناجائز وبدعت ہے اور خواب کی بات خلافِ شرع امور میں مسموع نہیں ہو سکتی۔[2]

میت کے بغیر قبر بنانا

سوال: کسی بزرگ کی حاضری کا بتا کر بلا میت مزار بنانا کیسا؟

1... فتاوی رضویہ، 9/537۔
2... فتاوی رضویہ، 9/425۔

جواب: بلا میت قبر بنانا گناہ و ناجائز ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: ''قبرِ بلا مقبور کی طرف بلانا اور اس کے لئے وہ افعال کرانا گناہ ہے۔''[1]

قبر کو بوسہ دینا

سوال: قبر کو بوسہ دینا کیسا؟

جواب: بعض علما نے جائز کہا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ منع ہے۔

اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

بعض علما اجازت دیتے ہیں اور بعض روایات بھی نقل کرتے ہیں. کشف الغطاء میں ہے: در کفایۃ الشعبی اثرے در تجویز بوسہ دادن قبر والدین را نقل کردہ و گفتہ دریں صورت لا باس است و شیخ اجل ھم در شرح مشکوۃ بوردآں در بعضے شارت کردہ بے تعرض بجرح آں. یعنی کفایۃ الشعبی میں قبر والدین کو بوسہ دینے کے بارے میں ایک اثر نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس صورت میں کوئی حرج نہیں۔ اور شیخ بزرگ نے بھی شرح مشکوٰۃ میں بعض آثار میں اس کے وارد ہونے کا اشارہ کیا اور اس پر کوئی جرح نہ کی مگر جمہور علماء مکروہ جانتے ہیں، تو اس سے احتراز (بچنا) ہی چاہیئے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے: مسح نہ کند قبر را بدست و بوسہ نہ دھد آں را. یعنی قبر کو ہاتھ نہ لگائے، نہ ہی بوسہ دے۔

کشف الغطاء میں ہے: کذا فی عامۃ الکتب (ایسا ہی عامۃ کُتب میں ہے)

مدارج النبوۃ میں ہے: ''در بوسہ دادن قبر والدین روایت بیہقی می کنند و صحیح آنست

1... فتاوی رضویہ، 9/426۔

کہ لا یجوز است، یعنی قبر والدین کو بوسہ دینے کے بارے میں ایک روایت بیہقی ذکر کرتے ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ ناجائز ہے۔"[1]

بزرگ کے نام پر سالانہ میلہ لگانا

سوال: کسی بزرگ کے نام پر سالانہ میلہ لگانا کیسا جس میں مزامیر پر رقص ہوتا ہو؟

جواب: اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: "اولیائے کرام کے مزارات پر ہر سال مسلمانوں کا مجمع ہوکر قرآن مجید کی تلاوت یا اور مجالس کرنا اور اس کا ثواب ارواح طیبہ کو پہنچانا جائز ہے۔ جبکہ منکرات شرعیہ مثل رقص و مزامیر وغیرہا سے خالی ہو۔ عورتوں کو قبور پر ویسے جانا نہ چاہیے نہ کہ مجمع میں بے حجابانہ اور تماشے کا میلہ کرنا، اور فونو وغیرہ بجوانا، یہ سب گناہ و ناجائز ہیں۔"[2]

مزار کے قریب زائرین کیلئے عمارت بنانا

سوال: مزار کے نزدیک زائرین کے لئے عمارت بنانا کیسا؟

جواب: بالکل جائز ہے تاکہ عوام آکر فاتحہ پڑھیں، تلاوت قرآن کریں، فیض و برکت حاصل کریں۔

اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

بلاشُبہ جائز ہے، اور بنوانے والا اپنی نیک نیتی پر ثواب کا مستحق ہے، اور اس میں زائروں اور

1... فتاوی رضویہ، 9/526۔
2... فتاوی رضویہ، 9/538۔

تلاوت کرنے والوں کے لیے چراغ بھی روشن کریں، یہ قبر پر چراغ نہیں۔

مجمع بحار الانوار جلد ثالث میں ہے:

قداباح السلف البناء علٰی قبور الفضلاء الاولیاء والعلماء لیزورھم الناس ویستریحون فیه- یعنی سلف نے اہل فضل اولیاء وعلماء کی قبروں پر عمارت بنانا جائز ومباح قرار دیا ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اس میں آرام لیں۔[1]

مزار پر اگربتیاں لگانا

سوال: مزار پر اگربتیاں لوبان سلگانا کیسا؟

جواب: اگر مزار سے ہٹ کر موجود زائرین، حاضرین، قرآن خوانی اور ذکر اللّٰہ کے لئے سلگائی جائیں تو جائز بلکہ مستحسن ہے۔

اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللّٰہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

اگر بغرض حاضرین وقت فاتحہ خوانی یا تلاوت قرآن عظیم و ذکرِ الٰہی سلگائیں تو بہتر و مستحسن ہے۔وقد عهد تعظیم التلاوة والذكر وتطییب مجالس المسلمین به قدیما وحدیثا. یعنی اور تلاوت وذکر کی تعظیم اور اس سے مسلمانوں کی مجلسوں میں خوشبو پھیلانا زمانہ قدیم وجدید میں متعارف ہے۔[2]

1...فتاوی رضویہ، 9/420۔
2...فتاوی رضویہ، 9/483۔

زیارتِ روضۂ رسول

سوال: زیارتِ روضۂ رسول کے لئے جانا کیسا؟

جواب: اس کے جواز پر تو کلام ہی نہیں اس پر اجماعِ امت ہے بلکہ کئی ائمہِ احناف کے نزدیک واجب ہے اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مختار قول کے مطابق قریب بواجب ہے جبکہ ائمۂ مالکیہ کے نزدیک قطعی طور پر واجب ہے۔ اُن کے علاوہ دیگر اہلِ سنّت کے مکاتب و مذاہب بھی اسے واجب قرار دیتے ہیں۔

قرآنِ مجید میں اللہ پاک نے واضح الفاظ میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کا حکم یوں فرمایا ہے:

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (پ4، نساء:64)	ترجمہ کنز الایمان: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

تفسیرِ قرطبی میں ہے:

روى أبو صادق عن علي قال قدم علينا أعرابي بعد ما دفنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بثلاثة أيام فرمى بنفسه على قبر رسول الله صلى الله عليه وسلم وحثا على رأسه من ترابه فقال: قلت يا رسول الله فسمعنا قولك ووعيت عن الله فوعينا عنك وكان فيما أنزل الله عليك

(وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ) الآية، وقد ظلمت نفسي وجئتك تستغفر لي. فنودی من القبر أنه قد غفر لک[1] یعنی ابو صادق نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہمارے سامنے ایک دیہاتی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تدفین کے تین دن بعد مدینہ منورہ آیا۔ اس نے فرطِ غم سے اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی قبر مبارک پر گرا لیا۔ قبر انور کی مٹی اپنے اوپر ڈالی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! آپ نے فرمایا اور ہم نے آپ کا قول مبارک سنا ہے، آپ نے اللہ پاک سے احکامات لئے اور ہم نے آپ سے احکام لئے اور اُنہی میں سے اللہ پاک کا یہ فرمان بھی ہے: (اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں)۔ میں نے بھی اپنے اوپر ظلم کیا ہے، آپ میرے لیے اِستغفار فرمادیں۔ دیہاتی کی اِس (عاجزانہ اور محبت بھری) التجا پر اُسے قبر سے ندا دی گئی: بیشک تمہاری مغفرت ہو گئی ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمانِ اقدس ہے: مَنْ زَارَ قَبْرِی وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِی یعنی جس نے میری قبر کی زیارت کی اُس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔[2]

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے:

مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِی بَعْدَ وَفَاتِی، فَكَاَنَّمَا زَارَنِی فِی حَيَاتِی. یعنی جس نے حج کیا پھر میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو گویا اُس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔[3]

1... تفسیر قرطبی، النسا، تحت الایۃ:64، 5/184۔
2... دار قطنی، کتاب الحج، باب المواقیت، 2/351، حدیث:2669۔
3... دار قطنی، کتاب الحج، باب المواقیت، 2/351، حدیث:2667۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمان اَقدس ہے:

مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ فَلَمْ يَزُرْنِي فَقَدْ جَفَانِي. یعنی جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری (قبرِ انور کی) زیارت نہ کی تو اس نے میرے ساتھ جفا کی۔[1]

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا:

مَنْ جَاءَنِي زَائِرًا لَا يَعْمَلُهُ حَاجَةً إِلَّا زِيَارَتِي كَانَ حَقًّا عَلَيَّ أَنْ أَكُونَ لَهُ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

یعنی جو بغیر کسی حاجت کے صرف میری زیارت کے لیے آیا اُس کا مجھ پر حق ہے کہ میں روزِ قیامت اُس کی شفاعت کروں۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ زَارَ قَبْرِي أَوْ قَالَ: مَنْ زَارَنِي كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا أَوْ شَهِيدًا وَمَنْ مَاتَ فِي أَحَدِ الْحَرَمَيْنِ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِي الْآمِنِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی جس نے میری قبر (یا راوی کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:) میری زیارت کی میں اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا اور جو کوئی دو حرموں میں سے کسی ایک میں فوت ہوا اللہ تعالیٰ اُسے روزِ قیامت بے خوف اٹھائے گا۔[3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا:

مَنْ زَارَنِي بِالْمَدِينَةِ مُحْتَسِبًا كُنْتُ لَهُ شَهِيدًا وَشَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ. یعنی جس شخص نے

1... الکامل فی ضعفاء الرجال، 8/248، حدیث:1956۔
2... معجم کبیر، 12/225، حدیث:13149۔
3... سنن الکبری للبیہقی، کتاب الحج، باب زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، 5/403، حدیث:10273۔

خلوصِ نیت سے مدینہ منورہ حاضر ہو کر میری زیارت کا شرف حاصل کیا، میں قیامت کے دن اس کا گواہ ہوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا۔[1]

نورالایضاح میں ہے:

لما كانت زيارة سيدنا النبى صلى الله عليه وسلم من أفضل القرب وأحسن المستحبات بل تقرب من درجة ما لزم من الواجبات.[2] یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم (روضۂ رسول اللہ) کی زیارت افضل عبادتوں میں شامل ہے اور تمام مستحب چیزوں میں بہترین ہے بلکہ واجب عبادتوں کے قریب ہے جو لازم ہیں۔

علامہ ابنِ ہمام ہی نے لکھا ہے:

والأولى فيما يقع عند العبد الضعيف تجريد النيّة لزيارة قبر النبيّ صلى الله عليه وآله وسلم.[3] یعنی بندۂ ضعیف (ابن ہمام) کے نزدیک محض حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ انور کی زیارت کی نیت کرنا بھی اولیٰ ہے۔

علامہ طحطاوی نے لکھا ہے:

الأولى فى الزيارة تجريد النيّة لزيارة قبره صلى الله عليه وآله وسلم.[4]

یعنی زیارتِ قبرانور کے لیے بہتر یہ ہے کہ محض حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی قبرِ انور کی زیارت کی نیت کی جائے۔

علامہ ابنِ عابدین شامی نے لکھا ہے:

1...شعب الایمان، باب فی مناسک فضل الحج والعمرۃ، 3/489، حدیث:4157۔
2...نورالایضاح، فصل فی زیارۃ سیدنا النبی، ص380۔
3...فتح القدیر، کتاب الحج، باب الھدی، 3/94۔
4...طحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الحج، باب فصل زیارۃ النبی، 1/745۔

قال فی شرح اللباب وقد روی الحسن عن أبی حنیفة أنه إذا کان الحجّ فرضاً فالأحسن للحاج أن یبدأ بالحج ثم یثنی بالزیارة وإن بدا بالزیارة جاز.[1] یعنی شرح اللباب میں ہے حضرت حسن نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ زائرِ حرمین شریفین اگر فرض حج کی ادائیگی کر رہا ہو تو حج سے ابتدا کرے اس لیے کہ فرض درجہ کے لحاظ سے غیر فرض پر مقدم ہوتا ہے۔ بعد ازاں زیارتِ روضۂ اقدس کی الگ نیت کرے اور اگر اس نے زیارتِ قبرِ انور سے ابتداء کی ہے تو یہ بھی جائز اور درست ہے۔

مذکورہ بالا اختیار اس صورت میں ہے جب زائر کا گزر مدینہ منورہ سے نہ ہو۔ اگر اس کا گزر مدینہ طیبہ اور روضۂ انور کے قرب سے ہو تو پھر زیارتِ روضۂ انور ناگزیر ہے۔

علامہ ابنِ عابدین شامی نے لکھا ہے:

فإن مرّ بالمدینة کأهل الشام بدأ بالزّیارة لا محالة لأن ترکها مع قربها یعدّ من القساوة والشّقاوة وتکون الزیارة حینئذ بمنزلة الوسیلة وفی مرتبة السنة القبلیة للصّلاة.[2] اگر زائرِ حرمین کا گزر ہی قربِ مدینہ منورہ سے ہو جیسے ملک شام کے لوگوں کے لئے تو اسے بہرصورت زیارت روضۂ رسول سے ہی ابتدا کرنی ہو گی، کیونکہ زائر کا اس کے قرب سے گزرنے کے باوجود اس کی زیارت کو ترک کرنا (چھوڑنا) بد بختی اور قساوتِ قلبی کی دلیل ہے۔

اس صورت میں زیارتِ رسول وسیلہ بنے گی اور اس کا یہ عمل درجۂ ادائیگی میں ایسا ہے

1... ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فی تفضیل قبرہ المکرم، 4/63۔
2... ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فی تفضیل قبرہ المکرم، 4/63۔

جیسے فرض نماز سے پہلے سنت نماز کی ادائیگی۔"

روضۂ رسول پر عورتوں کی حاضری

سوال: روضۂ رسول پر عورتوں کی حاضری کا کیا حکم ہے؟

جواب: روضۂ رسول پر حاضری اعلیٰ ترین مستحب قریب بواجب ہے۔ اس لئے روضہ رسول پر حاضری سے عورتوں کو نہیں روکا جائے گا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: البتہ حاضری وخاکبوسیٔ آستانِ عرش نشانِ سرکارِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اعظمُ المندوبات بلکہ قریب واجبات ہے۔ اس سے نہ روکیں گے اور تعدیلِ ادب سکھائیں گے۔[1]

---

1 . . . فتاوی رضویہ، 9/538۔

چودھواں باب

شہید کا بیان

شہید کو غسل اور کفن دینے اور نہ دینے کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

شہید کی پہلی قسم: جس کو غسل اور کفن نہیں دیا جائے گا ویسے ہی خون سمیت دفن کر دیا جائے گا البتہ نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ اسے شہیدِ فقہی کہتے ہیں۔

شہیدِ فقہی کی تعریف

سوال: شہیدِ فقہی کسے کہتے ہیں؟

جواب: تنویر الابصار میں ہے:

هو كل مكلف مسلم طاهر قتل ظلمابجارحة ولم يجب بنفس القتل مال ولم يرتث.[1] یعنی شہید وہ عاقل، بالغ، طاہر (یعنی اس پر غسل فرض نہ ہو) مسلمان جس کو بطور ظلم کسی آلۂ جارحہ سے قتل کیا گیا ہو۔ اس کے قتل سے مال نہ واجب ہوا ہو، اور دنیا سے کوئی نفع نہ اٹھایا ہو۔

شہید کا حکم

سوال: شہید کا کیا حکم ہے؟

جواب: شہید کا حکم یہ ہے کہ غسل نہ دیا جائے ویسے ہی خون سمیت نماز پڑھ کر دفن کر دیا جائے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

1... تنویر الابصار، کتاب الصلوٰۃ، باب الشہید، 3/187۔

وحکمه أن لا يغسل ويصلى عليه ويدفن بدمه وثيابه.[1] شہید کا حکم یہ ہے کہ اس کو غسل نہیں دیا جائے گا اس پر نماز پڑھی جائے گی اور اس کو اس کے خون اور کپڑوں کے ساتھ ہی دفن کیا جائے گا۔

شہیدِ فقہی کی شرائط کا تفصیلی بیان

مسلمان ہو: یعنی غیر مسلم (کافر) کی کسی بھی طرح کی موت شہادت نہیں ہو سکتی۔

عاقل وبالغ ہونا: نابالغ اور مجنون کو غسل دیا جائے اگرچہ وہ کسی طرح قتل کئے گئے۔

طاہر ہونا: جنب اور حیض و نفاس والی عورت خواہ ابھی حیض و نفاس میں ہو یا ختم ہو گیا مگر ابھی غسل نہ کیا تو ان سب کو غسل دیا جائے گا۔

ظلماً قتل کیا گیا ہو: اگر قتل بطورِ ظلم نہ ہو بلکہ قصاص یا حد یا تعزیر میں قتل کیا گیا یا درندے نے مار ڈالا تو غسل دیں گے۔

آلۂ جارحہ: آلۂ جارحہ وہ جس سے قتل کرنے سے قاتل پر قصاص واجب ہوتا ہے یعنی جو اعضا کو جدا کر دے جیسے تلوار، بندوق کو بھی آلۂ جارحہ کہیں گے۔ یہ شرط صرف اس وقت ہے جب مسلمان نے مسلمان کو ظلماً قتل کیا تو شرط ہے کہ آلہ جارحہ سے قتل کیا ہو۔ کافر یا باغی نے قتل کیا تو آلۂ جارحہ ہونا شرط نہیں۔

نفسِ قتل سے مال واجب نہ ہوا ہو: جب نفسِ قتل سے قاتل پر قصاص واجب نہ ہو بلکہ مال واجب ہو تو غسل دیا جائے گا مثلاً لاٹھی سے مارا یا قتل خطا کہ نشانہ پر مار رہا تھا مگر کسی آدمی کو لگا اور مر گیا یا کوئی شخص ننگی تلوار لئے سو گیا اور سونے میں کسی آدمی پر وہ تلوار گِر پڑی وہ مر گیا یا کسی شہر یا گاؤں میں یا ان کے قریب مقتول پڑا ملا اور اس کا قاتل معلوم نہیں ان

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلاۃ، باب الجنازۃ، الفصل السابع فی الشہید، 1 / 184۔

سب صورتوں میں غسل دیں گے۔

دنیوی نفع نہ اٹھایا ہو: کوئی شخص گھائل ہوا مگر اُس کے بعد دنیا سے متمتع ہوا مثلاً کھایا پیا یا سویا یا علاج کیا اگرچہ یہ چیزیں بہت قلیل ہوں یا خیمہ میں ٹھہرا یعنی وہیں جہاں زخمی ہوا یا نماز کا ایک وقت پورا ہوش میں گزرا، بشرطیکہ نماز ادا کرنے پر قادر ہو یا وہاں سے اُٹھ کر دوسری جگہ کو چلا یا لوگ اُسے معرکہ سے اُٹھا کر دوسری جگہ لے گئے خواہ زندہ پہنچا ہو یا راستہ میں ہی انتقال ہوا یا کسی دنیوی بات کی وصّیت کی یا بیع کی یا کچھ خریدا یا بہت سی باتیں کیں تو ان سب صورتوں میں غسل دیں گے بشرطیکہ یہ امور جہاد ختم ہونے کے بعد واقع ہوئے اور اگر اثنائے جنگ میں ہوں تو یہ چیزیں مانعِ شہادت نہیں یعنی غسل نہ دیں گے اور وصیت اگر آخرت کے متعلق ہو یا دو ایک بات بولا اگرچہ لڑائی کے بعد تو شہید ہے غسل نہ دیں گے اور اگر لڑائی میں تو قتل نہ کیا گیا بلکہ ظلماً قتل کیا گیا تو ان چیزوں میں سے اگر کوئی پائی گئی غسل دیں گے ورنہ نہیں۔

اپنی جان بچانے کیلئے لڑا

سوال: اپنی جان یا مال یا کسی مسلمان کے بچانے میں لڑا اور مارا گیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا شخص شہید ہے، لوہے یا پتھر یا لکڑی کسی چیز سے قتل کیا گیا ہو۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

من قتل مدافعا عن نفسه أو ماله أو عن المسلمين أو أهل الذمة بأي آلة قتل بحديد أو حجر أو خشب فهو شهيد.[1] یعنی جو اپنی جان یا مال یا کسی مسلمان کے بچانے میں لڑا اور مارا گیا تو شہید ہے لوہے یا پتھر یا لکڑی کسی چیز سے قتل کیا گیا ہو۔

1... فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلاۃ، باب الجنازۃ، الفصل السابع فی الشہید، 1/ 184۔

شہید کے بدن کا کوٹ

سوال: کیا شہید کے بدن پر جو بھی لباس ہو تمام کو ساتھ ہی دفن کیا جائے گا جیسے کوٹ وغیرہ؟

جواب: شہید کے بدن پر جو چیزیں از قسمِ کفن نہ ہوں اُتار لی جائیں مثلاً پوستین، زرہ، ٹوپی، ہتھیار، روئی کا کپڑا اور اگر کفن مسنون میں کچھ کمی پڑے تو اضافہ کیا جائے اور پاجامہ نہ اُتارا جائے اور اگر کمی ہے مگر پورا کرنے کو کچھ نہیں تو پوستین اور روئی کا کپڑا نہ اُتاریں۔ شہید کے سب کپڑے اُتار کر نئے کپڑے دینا مکروہ ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وینزع عنه ما لیس من جنس الکفن نحو السلاح والجلود والفرو والحشو والخف والقلنسوة.[1] شہید کے بدن پر جو چیزیں قسمِ کفن نہیں وہ اتار لی جائیں گی مثلاً، ہتھیار، کوٹ، پوستین، روئی کا لباس، موزے، ٹوپی۔

خوشبو لگانا

سوال: شہید کو خوشبو لگانا کیسا؟

جواب: جیسے اور مُردوں کو خوشبو لگاتے ہیں شہید کو بھی لگائیں البتہ شہید کا خون نہ دھویا جائے خون سمیت دفن کریں اور اگر کپڑے میں نجاست لگی ہو تو دھو ڈالیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ویجعل الحنوط للشهید کما فی المیت.[2] یعنی شہید کو خوشبو لگائی جائے گی جیسے عام میت کو لگائی جاتی ہے۔

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلاۃ، باب الجنازۃ، الفصل السابع فی الشہید، 1/ 184۔
2... فتاوی ہندیہ، کتاب الصلاۃ، باب الجنازۃ، الفصل السابع فی الشہید، 1/ 184۔

شہید کی دوسری قسم: وہ مسلمان جنہیں نبی مختار صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بشارت کے مطابق آخرت میں درجہ شہادت نصیب ہوگا اور شہیدوں کا سا معاملہ ہوگا۔ شہیدِ فقہی نہ ہونے کا مطلب صرف اتنا ہے کہ غسل و کفن دیا جائے گا بس۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "ابواب السعادۃ فی اسباب الشھادۃ" میں درج ذیل اقسام ذکر کی ہیں:

(1) طاعون سے مرنے والا (2) پیٹ کی بیماری سے مرنے والا (3) ڈوب کر مرنے والا (4) نمونیہ سے مرنے والا (5) آگ سے جل کر مرنے والا (6) زچگی میں مرنے والی عورت (7) مکان وغیرہ کے نیچے دب کر مرنے والا (8) تمنائے شہادت لئے مر جانے والا (9) تپ دق (پرانے بخار) میں مرنے والا (10) حالتِ سفر میں مرنے والا (11) بخار میں مرنے والا (12) سانپ کے ڈسنے سے مرنے والا (13) دھوپ کی شدت کی وجہ سے مرنے والا (14) سواری سے گر کر مرنے والا۔ (15) پہاڑ کی بلندی سے گر کر مرنے والا (16) اللہ پاک کی راہ میں نکلا اور مر گیا (17) اپنے مال کی حفاظت کرنے پر مارا جانے والا (18) اپنے دین کی حفاظت کرنے پر مارا جانے والا (19) اپنا دفاع کرنے پر مارا جانے والا (20) اہل و عیال کی حفاظت کرنے پر مارا جانے والا (21) اپنی چھینی ہوئی چیز چھڑانے پر مارا جانے والا (22) جیل میں بے قصور مرنے والا (23) عشق میں پاکدامن رہتے ہوئے اور پوشیدہ رکھتے ہوئے مر جانے والا (24) حمل میں مرنے والی عورت (25) طالبِ علمی میں مرنے والا (26) طاعون کی وبا پھیلنے پر اپنے گھر یا شہر میں ہی رہتے ہوئے اس بیماری میں مبتلا ہوئے بغیر مر جانے والا (27) اللہ کریم کے راستہ میں گھوڑے (دیگر سامان جہاد) کی حفاظت کرنے والا (28) ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنے والا (29) عورتوں

سے اجتناب کرتے (بچتے) ہوئے غیرت کی وجہ سے مرجانے والا (30) کفار سے مقابلہ کے لئے سرحد پر گھوڑا باندھنے والا (31) جو ہر روز پچیس بار یہ پڑھے اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَفِیْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ (32) نمازِ چاشت پڑھنے والا (33) باطہارت سویا اور مرگیا (34) فساد امت کے وقت کسی سنت کو زندہ کرنے والا (35) سچا امین تاجر (36) مرض الموت میں لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کہا اور مرگیا (37) ثواب کی نیت سے اذان کہنے والا (38) اہل وعیال کو رزقِ حلال کھلانے اور دین سکھانے والا (39) روزانہ سو مرتبہ درود شریف پڑھنے والا (40) صبح وشام یہ کلمات پڑھنے والا۔ اللھم انی اشھدک انک انت اللہ الذی لاالہ الا انت وحدک لاشریک لک و ان محمد اعبدک ورسولک ابوء بنعمتک علی وابوء بذنبی واغفرلی انہ لایغفر الذنوب غیرک. یعنی اے اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک تو ہی معبود ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں اور بے شک حضرت محمد تیرے خاص بندے اور رسول ہیں۔ اور میں اپنے اوپر تیری نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں۔ اور اپنے گناہوں سمیت تیری طرف لوٹتا ہوں۔ مجھے معاف کر دے بے شک تیرے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کرتا۔ (41) روزانہ صبح کو "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" تین بار پڑھ کر سورۂ حشر کی آخری تین آیات (یعنی ھواللہ الذی سے آخر تک) پڑھنے والا (42) جمعہ کے دن مرنے والا (43) شہادت کی طلب صادق رکھنے والا۔ (44) کسی حق کے بچانے میں قتل کیا گیا۔ (45) فسادِ امّت کے وقت سنت پر عمل کرنے والا اس کے لئے سو شہید کا ثواب ہے۔ (46) ہر رات میں سورۂ یٰسین شریف پڑھنے والا۔ (47) ہر ماہ تین روزے رکھنے

والا (48) سفر و حضر میں وتر نہ چھوڑنے والا۔[1]

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان اقسام میں سے ہر ایک کے ساتھ بطورِ دلیل کوئی نہ کوئی حدیث نقل فرمائی ہے۔ اللہ پاک ہمیں شہادت کا مرتبہ اور فضائل اعمال کے حصول کی ہمت عطا فرمائے۔ آمین

زہریلے جانور کی وجہ سے فوت ہونے والا شہید؟

سوال: کیا زہریلے جانور کے کاٹنے سے فوت ہونے والا شہید ہے؟

جواب: جی ہاں! جو شخص زہریلے جانور کے کاٹنے کے سبب فوت ہو جائے، اس کو بھی شہید کہہ سکتے ہیں کیونکہ اللہ پاک کی راہ میں لڑتے ہوئے جان دینے کے علاوہ بھی بعض افراد کو حکمی طور پر احادیث مبارکہ اور اقوالِ فقہا کی روشنی میں شہید کہا گیا ہے کہ ان افراد کو بھی شہادت کا ثواب ملتا ہے۔ انہی افراد میں وہ شخص بھی داخل ہے جو کسی زہریلے جانور کے کاٹنے کی وجہ سے اس دنیا سے چلا جائے۔ معجم کبیر میں ہے:

عن ابْن عبّاس أنّ النّبیّ صلّی اللہ علیْه وسلّم قال۔۔۔اَلْمَقْتُولُ فی سبیل اللہِ شهیدٌ۔۔۔واللدیغُ شهیدٌ[2] ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک کی راہ میں قتل کیا گیا شہید ہے اور ڈسا ہوا بھی شہید ہے۔

سیلاب میں ڈوب کر مرنے والا شہید؟

سوال: کیا سیلاب میں ڈوب کر مرنے والا شہید کہلاتا ہے؟

1... ابواب السعادۃ فی اسباب الشھادۃ۔
2... معجم کبیر، 11/210، حدیث: 11686۔

جواب: جی ہاں! جو شخص سیلاب کے پانی میں ڈوب کر فوت ہو جائے، تو اسے شہید کا ثواب ملے گا۔ سنن ابو داؤد شریف کی ایک حدیث پاک میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سوال کیا کہ

وَمَا تَعُدُّونَ الشَّهَادَةَ قَالُوا الْقَتْلُ فِي سَبِيلِ اللهِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهَادَةُ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ فِي سَبِيلِ اللهِ لَمَطْعُونُ شَهِيدٌ وَالْغَرِقُ شَهِيدٌ وَصَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيدٌ وَالْمَبْطُونُ شَهِيدٌ وَصَاحِبُ الْحَرِيقِ شَهِيدٌ وَالَّذِي يَمُوتُ تَحْتَ الْهَدْمِ شَهِيدٌ وَالْمَرْأَةُ تَمُوتُ بِجُمْعٍ شَهِيدٌ[1] ترجمہ: تم شہادت کسے کہتے ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ پاک کی راہ میں قتل کیے جانے کو۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک کی راہ میں قتل کیے جانے کے علاوہ بھی سات شہادتیں ہیں: (1) طاعون میں مبتلا ہو کر مرنے والا شہید ہے (2) ڈوب کر مرنے والا شہید ہے (3) ذات الجنب (بیماری کا نام) میں مرنے والا شہید ہے (4) جو پیٹ کی بیماری میں مبتلا ہو کر مرے شہید ہے (5) جو جل کر مرے شہید ہے (6) اور جو کسی کے نیچے دب کر مرے شہید ہے (7) اور جو عورت بچے کی ولادت میں مرے شہید ہے۔

بدائع الصنائع میں ہے:

انه ينال ثواب الشهداء كالغريق والحريق والمبطون والغريب إنهم شهداء بشهادة رسول الله صلى الله عليه وسلم لهم بالشهادة[2] ترجمہ: شہید حکمی کو شہداء کا ثواب ملے گا، جیسا کہ ڈوب کر فوت ہونے والا، جل کر فوت ہونے

1 ...ابو داود، کتاب الجنائز، باب فی فضل من مات فی الطاعون، 3/253، حدیث: 3111۔
2 ...بدائع الصنائع، 2/68۔

والا، پیٹ کی بیماری میں فوت ہونے والا اور جو پردیس میں فوت ہو جائے، شہید ہے، یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ان کے لیے شہادت کی گواہی کے سبب شہدا قرار پائے۔

سفر میں فوت ہونے والا شہید؟

سوال: کیا سفر میں فوت ہونے والا شہید ہے؟

جواب: جی ہاں! سفر میں فوت ہونے والا بھی شہید ہے کیونکہ جن افراد کو احادیث میں حکماً شہید قرار دیا گیا ہے، ان میں سفر میں فوت ہونے والا بھی شامل ہے۔ یاد رہے کہ اللہ کریم کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے جان دینے والا فقہی یعنی حقیقی شہید ہوتا ہے، جبکہ اس کے علاوہ شہادت کو حکمی شہادت کہتے ہیں اور حکمی شہید کو شہید والا ثواب ملتا ہے لیکن اس پر فقہی شہید والے احکام جاری نہیں ہوتے، لہٰذا سفر میں فوت ہونے والے اور اسی طرح باقی حکمی شہید ہونے والوں کو غسل و کفن دیا جائے گا۔

سننِ ابنِ ماجہ کی حدیثِ پاک میں ہے:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْتُ غُرْبَةٍ شَهَادَةٌ[1] یعنی سفر کی حالت میں آنے والی موت شہادت ہے۔

---

1 . . . ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ما جاء فیمن مات غریبا، 2/257، حدیث: 1613۔

پندرہواں باب

وصیّت کا بیان

وصیت کا لغوی معنیٰ

لفظِ وصیت و ص ی سے ہے اور اس کا معنی عہد لینا ہے۔[1]

وصیت کی شرعی تعریف

الإیصاء فی الشرع تملیک مضاف إلی ما بعد الموت یعنی بطریق التبرع سواء کان عینا أو منفعة[2] یعنی شریعت میں ایصاء یعنی وصیّت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بطور احسان کسی کو اپنے مرنے کے بعد اپنے مال یا منفعت کا مالک بنانا۔

اصطلاحات

وصیت کے باب میں 5 کلمات کا استعمال عام ہے۔

1- وصیت: گزشتہ باب میں اس کا بیان ہوا۔

2- مُوصِی: وصیت کرنے والا۔

3- مُوصٰی لہ: جس کے لئے وصیت کی گئی۔

4- مُوصٰی بہٖ: جس شے کی وصیت کی گئی۔

5- وصی: جس کو وصیت جاری کرنے کا حکم دیا گیا۔ (وصی کو مُوصٰی الیہ بھی کہتے ہیں)

1... القاموس المحیط، ص: 1759۔

2... فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الاول، 6/90۔

وصیّت کی اقسام

وصیّت کی 4 قسمیں ہیں:

(1) واجب: زکوۃ اور دیگر صدقاتِ واجبہ، کفاراتِ واجبہ، کسی کی امانت، کسی کا قرض دینا ہو اور ورثا کو اس کا پتہ نہ ہو، نماز، روزہ کا فدیہ اگر باقی ہو تو ان کی وصیّت کرنا واجب ہے۔

(2) مباح: مالداروں کے لئے وصیت کرنا۔

(3) مکروہ: اہلِ فسق و معصیت کے لئے وصیّت جب یہ گمان غالب ہو کہ وہ وصیّت کا مال گناہ میں صرف کرے گا۔

(4) مستحب: ان کے علاوہ کے لئے وصیّت مستحب ہے۔[1]

وصیت کرنے والے کے اعتبار سے وصیت کی شرائط

سوال: وصیت کرنے والے کے لئے کیا شرائط ہیں؟

جواب: وصیت کرنے والے کے لئے دو شرطیں ہیں:

(1) مالک بنانے کا اہل ہو، چنانچہ نابالغ اور پاگل کی وصیت معتبر نہیں ہوگی۔[2]

(2) وصیت کنندہ پر اتنا قرض نہ ہو کہ اس کا کل ترکہ قرض ہی کی ادائیگی میں صرف ہو جائے۔[3]

جس کے لئے وصیت کی گئی اس کے متعلق شرائط

سوال: جس کے لئے وصیت کی جائے گی اس کے لئے بھی کوئی شرائط ہیں یا ہر ایک کے

1... تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الوصایا، 10/354۔
2... بدائع الصنائع، کتاب الوصایا، فصل فی بیان شرائط رکن الوصیۃ، 6/428۔
3... بدائع الصنائع، کتاب الوصایا، فصل فی بیان شرائط رکن الوصیۃ، 6/428۔

لئے وصیت معتبر ہے؟

جواب: جس کے حق میں وصیت کی جائے (موصی لہ) کے متعلق 6 شرائط ہیں:

(1) جس کے حق میں وصیت کی جائے اس کا موجود ہونا ضروری ہے۔ مثلاً کوئی شخص اس طرح وصیت کرے کہ فلاں کو آئندہ جو بچہ پیدا ہو اس کے لئے وصیت کرتا ہوں۔ یہ درست نہیں۔

(2) اس میں ایسا ابہام نہ ہو جس کا ازالہ نہ ہو سکے۔

(3) وصیت کرنے والے کی موت کے بعد وہ اس کا وارث نہ قرار پاتا ہو۔

(4) بطریقِ حرام جان بوجھ کر یا غلطی سے موصی کے قتل کا مرتکب نہ ہو۔

(5) وہ دارالحرب کا باشندہ نہ ہو۔

(6) موصیٰ لہ بننے کا اہل ہو۔[1]

موصیٰ بہ کے متعلق شرائط

سوال: جس چیز کی وصیت کی جائے گی اس کی کیا شرائط ہیں؟

جواب: جس چیز کے متعلق وصیت کی جائے اس کی شرائط درج ذیل ہیں:

(1) مال ہو یا مال کے متعلق ہو، جیسے صدقہ و ہبہ کی وصیت یا مال کی منفعت کی وصیت ہو، مال فی الحال موجود ہو یا نہ ہو۔ مثلاً یوں کہے کہ میرے اس باغ میں جو بھی آئے اس کو فلاں فلاں پر خرچ کر دیا جائے۔ چنانچہ خون کی وصیت درست نہیں کیونکہ خون شرعاً مال نہیں۔

(2) جس کی وصیت کی جائے وہ مال شریعت کی نظر میں قابلِ قیمت ہو چنانچہ شراب کی

1 . . . بدائع الصنائع، کتاب الوصایا، فصل فی بیان شرائط رکن الوصیۃ، 10/ 428-439۔

وصیت جائز نہیں کہ یہ از روئے شریعت (شریعت کے حساب) قابلِ قیمت نہیں۔

(3)وہ ایسی چیز ہو کہ کسی عقد کے ذریعے اس کا مالک بنایا جانا ممکن ہو۔

(4)اگر کسی متعین چیز کی وصیت کی ہے تو ضروری ہے کہ وصیت کنندہ کی موت تک وہ چیز موجود رہے۔ اگر موصی کی وفات سے قبل ہی موصیٰ بہ ضائع ہو گیا تو وصیت باطل ہو جائے گی۔

(5)وارث کے حق میں وصیت نہ ہو۔

(6)متروکہ چیز میں قرض ادا کرنے کے بعد باقی مال کے زیادہ سے زیادہ ایک تہائی کے بقدر وصیت ہو۔[1]

وصیت کے ارکان

هو الإيجاب والقبول الإيجاب من الموصی والقبول من الموصی له[2]

یعنی وصیّت کا رکن ایجاب و قبول ہے، ایجاب موصی کی طرف سے اور قبول موصی لہ کی طرف سے۔

وصیت کرنے کا طریقہ

سوال: وصیت کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: وصیّت کا رکن یہ ہے کہ یوں کہے میں نے فلاں کے لئے اتنے مال کی وصیّت کی یا فلاں کو میں نے وصیّت کی موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) صراحتً یا دلالۃً موصی (وصیت کرنے والے) کی وصیّت کو قبول کرلے، صراحتً یہ ہے کہ صاف الفاظ میں

1 . . . بدائع الصنائع، کتاب الوصایا، فصل فی بیان شرائط رکن الوصیۃ، 6/467۔

2 . . . بدائع الصنائع، کتاب الوصایا، فصل فی بیان شرائط رکن الوصیۃ، 6/425۔

کہہ دے کہ میں نے قبول کیا اور دلالۃً یہ ہے کہ مثلاً موصی لہ وصیّت کو منظور یا نامنظور کرنے سے قبل انتقال کر جائے تو اس کی موت اس کی قبولیت سمجھی جائے گی اور وہ چیز اس کے ورثاء کو وراثت میں دیدی جائے گی۔[1]

وصیت قبول کرنا کب معتبر ہوگا

سوال: موصی لہ کی طرف سے وصیت قبول یا رد کرنے کا اعتبار کس وقت سے ہے؟

جواب: وصیّت قبول کرنے کا اعتبار وصیت کرنے والے کی موت کے بعد ہے اگر موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) نے وصیت کرنے والے کی زندگی ہی میں اسے قبول کیا یا رد کیا تو یہ باطل ہے، موصی لہ کو اختیار رہے گا کہ وہ موصِی (وصیت کرنے والے) کے انتقال کے بعد وصیّت کو قبول کرے۔ قبول الوصیة إنما یکون بعد الموت فإن قبلها فی حال حیاۃ الموصی أو ردھا فذلک باطل وله القبول بعد الموت.[2] یعنی وصیت کا قبول کرنا موت کے بعد ہی معتبر ہے پس اگر کسی نے موصی کی زندگی میں قبول کیا یا رد کیا تو باطل ہے قبول کرنا بعد موت معتبر ہے۔

عملاً وصیت قبول کرنا

سوال: کیا عملاً بھی وصیت کے قبول کرنے کی کوئی صورت ہے؟

جواب: وصیّت کو قبول کرنا کبھی عملاً بھی ہوتا ہے جیسے وصی کا وصیّت کو نافذ کرنا یا موصی کے ورثا کے لئے کوئی چیز خریدنا یا موصی کے قرضوں کو ادا کرنا وغیرہ۔ القبول بالفعل

---

1 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الاول، 6/90۔

2 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الاول، 6/90۔

كتنفيذ وصية أو شراء شيء لورثته أو قضاء دين كقبوله بالقول[1] یعنی وصیّت کو قبول کرنا کبھی عملاً بھی ہوتا ہے جیسے وصی کا وصیّت کو نافذ کرنا یا موصِی کے ورثا کے لئے کوئی چیز خریدنا یا موصِی کے قرضوں کو ادا کرنا جیسا کہ اس کو بالقول قبول کرنا ہے۔

وصیت کا حکم

سوال: وصیت کا حکم کیا ہے؟

جواب: عالمگیری میں ہے: حكمها أن يملكه الموصى له ملكا جديدا كما يملك بالهبة.[2] یعنی ایصاء کا حکم یہ ہے کہ موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی) مالِ وصیّت کا مالک ہو جاتا ہے جیسا کہ کسی کو ہبہ کیا تو وہ مالک ہو جاتا ہے۔

وصیت کرنا کب افضل ہے

سوال: وصیت کرنا کب افضل ہے؟

جواب: جس کے پاس مال تھوڑا ہو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ وصیّت نہ کرے جبکہ اس کے وارث موجود ہوں اور جس شخص کے پاس کثیر مال ہو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ اپنے ثلث مال سے زیادہ وصیّت نہ کرے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

والأفضل لمن له مال قليل أن لا يوصى إذا كانت له ورثة والأفضل لمن له مال كثير أن لا يتجاوز عن الثلث فيما لا معصية فيه.[3] یعنی جس کے ورثا ہوں اور اس کا مال تھوڑا ہو تو اس کا کسی کے لئے وصیت نہ کرنا افضل ہے اور جس کا مال

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الاول، 6/90۔
2... فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الاول، 6/90۔
3... فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الاول، 6/90۔

کثیر ہو تو ایک تہائی مال کی وصیت کرنا افضل ہے جبکہ گناہ کے کام کی وصیت کرنا نہ ہو۔

موصیٰ بہ پر قبضہ

سوال: کیا موصیٰ لہ کو موصیٰ بہ کا مالک بننے کے لئے اس پر قبضہ کرنا ضروری ہے؟

جواب: موصیٰ لہ وصیّت قبول کرتے ہی موصی بہ کا مالک بن جاتا ہے خواہ اس نے موصیٰ بہ کو قبضہ میں لیا ہو یا نہ لیا ہو اور اگر موصی لہ نے وصیّت کو قبول نہ کیا رد کر دیا تو وصیّت باطل ہو جائے گی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

والموصی به یملک بالقبول فإن قبل الموصی له الوصیة بعد موت الموصی یثبت الملک له فی الموصی به قبضه أو لم یقبضه وإن رد الموصی له الوصیة بطلت برده عندنا.[1] یعنی موصیٰ لہ کے قبول کرتے ہی موصیٰ بہ اس کی ملک میں چلی جاتی ہے پس اگر موصیٰ لہ وصیت کرنے والے کی موت کے بعد وصیت قبول کر لے تو موصیٰ بہ میں اس کی ملک ثابت ہو جاتی ہے موصیٰ لہ اس پر قبضہ کرے یا نہ کرے اور اگر موصیٰ لہ انکار کر دے تو حنفیوں کے نزدیک وصیت باطل ہو جائے گی۔

ثلث ($\frac{1}{3}$) مال سے زیادہ کی وصیت کرنا

سوال: ایک تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کی تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس کی چند صورتیں ہیں:

(1) اگر کسی نے اپنے کل مال یا ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت کی تو دیکھا جائے گا کہ اس کا کوئی وارث ہے یا نہیں، اگر کوئی وارث نہیں تو کل مال یا جو بھی وصیت کی نافذ ہو جائے گی۔

1 . . . فتاویٰ ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الاول، 6/90۔

(2)سب ورثا بالغ ہیں۔ سب نے اجازت دے دی تو ایک تہائی سے زائد کی وصیت نافذ ہو جائے گی۔

(3) بعض نے اجازت دی اور بعض نے نہیں ، جنہوں نے اجازت دی، اجازت دینے والوں کے حصے کی بقدر ایک تہائی سے زائد نافذ ہو جائے گی۔

نوٹ: موصی کی زندگی میں اگر وارثوں نے اجازت دی تو اس کا اعتبار نہیں۔ موصی کی موت کے بعد اجازت معتبر ہے۔[1]

وارثوں کی اجازت کے بغیر اجنبی کے لئے وصیت کرنا

سوال: وارثوں کی اجازت کے بغیر اجنبی کے لئے وصیت کر سکتے ہیں؟

جواب: وارثوں کی اجازت کے بغیر اجنبی شخص کے لئے تہائی مال میں وصیّت صحیح ہے۔ تہائی سے زیادہ کی وصیت کی تو وارثوں کی اجازت پر موقوف ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

تصح الوصية لأجنبى من غير إجازة الورثة ولا تجوز بما زاد على الثلث إلا أن يجيزه الورثة بعد موته وهم كبار ولا معتبر بإجازتهم فى حال حياته.[2] یعنی کسی اجنبی کے لئے ایک تہائی مال کی وصیت کرنا ورثا کی اجازت کے بغیر صحیح ہے اور تہائی مال سے زیادہ کرنا موصی کی موت کے بعد ورثا کی اجازت پر موقوف ہے جبکہ تمام ورثا بالغ ہوں اور موصی کی زندگی میں اجازت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

1 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الاول، 6/ 90۔
2 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الاول، 6/ 90۔

وارث کے لئے وصیت کرنا

سوال: موصی نے اپنے ورثا میں کسی وارث کے لئے وصیت کی تو کیا حکم ہے؟

جواب: احناف کے نزدیک وارث کے لئے وصیّت جائز نہیں مگر اس صورت میں جائز ہے کہ تمام ورثا اس کی اجازت دے دیں۔ حدیث شریف میں ہے: فَلَاوَصِيَّةَلِوَارِثٍ.[1] یعنی وارث کے لئے وصیت نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ولا تجوز الوصية للوارث عندنا إلا أن يجيزها الورثة.[2] یعنی احناف کے نزدیک وارث کے لئے وصیت جائز نہیں ہاں اگر تمام ورثا اس کو جائز کر دیں تو نافذ ہو جائے گی۔

اگر کسی نے وارث اور اجنبی دونوں کے لئے وصیت کی

سوال: اگر کسی نے وارث اور اجنبی دونوں کے لئے وصیت کی تو کیا حکم ہے؟

جواب: اجنبی کے حق میں نافذ ہو جائے گی اور وارث کے حق میں ورثا کی اجازت پر موقوف ہو گی اگر تمام ورثا اجازت دے دیں تو نافذ ہو جائے گی اور اگر نہ دی تو وارث کے حق میں باطل ہو جائے گی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ولو أوصى لوارثه ولأجنبي صح في حصة الأجنبي ويتوقف في حصة الوارث على إجازة الورثة إن أجازوا جاز وإن لم يجيزوا بطل.[3] یعنی اگر کسی نے اجنبی اور وارث کے لئے وصیت کی تو اجنبی کے حصہ میں درست ہے اور وارث

1... ترمذی، کتاب الوصایا عن رسول اللہ، باب ماجاء لا وصیۃ لوارث، 4/433، حدیث: 2128۔
2... فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الاول، 6/90۔
3... فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الاول، 6/90۔

کے حصہ میں ورثا کی اجازت پر موقوف رہے گی اگر ورثا اجازت دے دیں تو جائز ہے اور اگر اجازت نہ دیں تو باطل۔

وارث ہونے کے لئے معتبر وقت

سوال: وارث ہونے میں کس وقت کا اعتبار ہے؟

جواب: وارث اور غیر وارث ہونے کا اعتبار موصی کی موت کے وقت سے ہے کہ بوقت وصیّت یعنی اگر موصی لہ بوقت وصیّت موصی کا وارث تھا اور موصی کی موت کے وقت وارث نہ رہا تو وصیّت صحیح ہوگی اور بوقت وصیّت وارث نہیں تھا پھر بوقت موت وارث ہوگیا تو وصیّت باطل ہو جائے گی۔ مثال کے طور پر اگر موصی نے اپنے بھائی کے لئے وصیّت کی اس حال میں کہ بھائی وارث تھا پھر موت سے پہلے موصِی کے لڑکا پیدا ہو گیا تو بھائی کے حق میں وصیت صحیح ہو گئی۔ اور اگر اس نے اپنے بھائی کے لیے اس حال میں وصیت کی کہ موصی کا لڑکا موجود ہے پھر موت سے پہلے اس کے لڑکے کا انتقال ہو گیا تو بھائی کے حق میں وصیّت باطل ہو جائے گی۔[1]

وراثت کی اجازت دینے والے کے لئے شرائط

سوال: اجازت دینے والے کی کیا شرائط ہیں؟

جواب: اجازت دینے والے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ اجازت دینے کا شرعی اہل ہو، بالغ ہو نابالغ کی اجازت معتبر نہیں۔ عاقل ہو مجنون کی اجازت معتبر نہیں، مریض نہ ہو (مرض الموت میں مبتلا شخص کی اجازت معتبر نہیں) نہ ہو کہ مریض کی اجازت معتبر نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

---

1 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الاول، 6/90۔

وفی کل موضع یحتاج إلی الإجازة إنما یجوز إذا کان المجیز من أهل الإجازة نحو ما إذا أجازه وهو بالغ عاقل صحیح.[1] یعنی ہر وہ مقام جہاں ورثہ کی اجازت کی حاجت ہے اس اجازت میں شرط یہ ہے کہ مجیز:(اجازت دینے والا) اہل اجازت سے ہو مثلاً بالغ اور عاقل اور صحیح یعنی مریض نہ ہو۔

کسی خاص شہر کے فقراء کے لئے وصیت کی

سوال: اگر کسی خاص شہر کے فقراء کے لئے وصیت کی تو کیا حکم ہے؟

جواب: وصیت صحیح ہے اور افضل بھی یہی ہے کہ اسی شہر کے فقرا کو دے مگر اسی شہر کے ہی فقرا کو دے گا یہ ضروری نہیں ہے بلکہ ہر جگہ کے فقرا کو دے سکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

جہاں کے فقرا کو دیں گے وصیت ادا ہو جائے گی کچھ خاص مدینہ منورہ ہی بھیجنا ضروری نہیں ہر جگہ کے فقراء کو دینا جائز ہے۔ خلاصہ پھر شرنبلالیہ پھر درمختار میں ہے:

لواوصی لفقراء بلخ فاعطی غیرهم جاز عند ابی یوسف وعلیه الفتوی. یعنی اگر کسی نے وصیت کی بلخ کے فقیروں کے لئے۔ اور وصی نے ان کے غیر کو دے دیا تو امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے۔

شرح القدوری للزاہدی میں ہے: فی الوصیة لفقراء الکوفة جاز لغیرهم. یعنی کوفہ کے فقیروں کے لئے وصیت کی صورت میں ان کے غیر کو دینا جائز ہے۔

قاضی خان پھر ہندیہ میں ہے: رجل اوصی بان یتصدق بشیٔ من ماله علی فقراء الحاج هل یجوز ان یتصدق علی غیرهم من الفقراء قال الشیخ

1… فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الاول، 6/110۔

الامام ابونصر رحمه الله تعالى يجوز ذٰلک لما روى عن ابى يوسف رحمه الله تعالى فى رجل اوصى بان يتصدق على فقراء مكة قال يجوز ان يتصدق على غيرهم من الفقراء.یعنی کسی شخص نے وصیت کی کہ اس کے مال میں سے کچھ حاجی فقراء پر صدقہ کیا جائے تو کیا ان کے غیر پر صدقہ کرنا جائز ہے؟ شیخ امام ابو نصر علیہ الرحمہ نے کہا کہ جائز ہے کیونکہ امام ابویوسف علیہ الرحمہ سے اس شخص کے بارے میں منقول ہے جس نے فقرائے مکہ پر صدقہ کرنے کی وصیت کی، امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان کے علاوہ دوسرے فقراء پر صدقہ کرنا جائز ہے۔

ہاں افضل یہی ہے کہ مدینہ منورہ بھیجیں۔ اتباعا للوصية وخروجا عن الخلاف (وصیت کی اتباع کے لئے اور خلاف سے نکلنے کے لئے)

ردالمحتار میں ہے:

قال فى الخلاصة الافضل ان يصرف اليهم وان اعطى غيرهم جاز وهذا قول ابى يوسف وبه يفتى وقال محمد لايجوز قلت والاول موافق لقولهم فى النذر بالغاء تعيين الزمان والمكان والدرهم والفقير۔ یعنی خلاصہ میں کہا: افضل یہی ہے کہ انہی پر خرچ کیا جائے اور اگر ان کے غیر کو دے دیا تو جائز ہے، یہی امام ابویوسف علیہ الرحمہ کا قول ہے اور اسی کے ساتھ فتویٰ دیا جاتا ہے۔ امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جائز نہیں الخ۔ میں کہتا ہوں پہلا قول مشائخ کے اس قول کے موافق ہے جو نذر (منّت) میں زمان، مکان، درہم اور فقیر کی تعیین کو لغو قرار دینے سے متعلق ہے۔[1]

1…فتاوی رضویہ،25/433۔

وارث کے بیٹے کے لئے وصیت کرنا

سوال: وارث کے بیٹے کے لئے وصیت کرنا کیسا؟

جواب: اپنے وارث کے بیٹے کے لئے وصیّت جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ولو أوصى لابن وارثه جاز.[1] یعنی اگر کسی نے وارث کے بیٹے کے لئے وصیت کی تو جائز ہے۔

قاتل کے باپ یا بیٹے کے لئے وصیت کرنا

سوال: قاتل کے باپ یا بیٹے کے لئے وصیت کر سکتے ہیں؟

جواب: فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وتجوز الوصية لوالد قاتله وإن علوا وكذلك لولد قاتله وإن سفل.[2]

یعنی وصیّت قاتل کے باپ دادا کے لئے اور قاتل کے بیٹے پوتے کے لئے جائز ہے۔

مرتد کے لئے وصیت کرنا

سوال: مسلمان کا مرتد کے لئے وصیت کرنا کیسا؟

جواب: مسلمان کی وصیّت مرتد کے لئے جائز نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ولا تجوز وصية المسلم للمرتد.[3] یعنی مسلمان کا مرتد کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں۔

قریبُ البلوغ بچے کا وصیت کرنا

سوال: قریبُ البلوغ بچہ کی وصیت کا کیا حکم ہے؟

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الاول، 6/91۔
2... فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الاول، 6/91۔
3... فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الاول، 6/92۔

جواب: بچے کی وصیّت خواہ وہ قریبُ البلوغ ہو جائز نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔
لا تجوز وصية الصبی عندنا إذا لم یکن مراھقا وكذا إذا كان مراھقا[1] یعنی ہمارے (احناف) کے نزدیک بچے کی وصیت جائز نہیں اگرچہ قریب البلوغ ہو یا نہ ہو۔

مذاق میں وصیت کرنا

سوال: کیا مذاق میں بھی وصیت ہو جاتی ہے؟

جواب: وصیّت مذاق میں، جبر و اکراہ (زبردستی) کی حالت میں اور غلطی سے منہ سے نکل جانے سے صحیح نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ولا تصح وصية الهازل والمکرہ والخاطیء[2] یعنی مذاق، زبردستی اور خطا سے وصیت کرنا صحیح نہیں۔

عورت کا وصیّت کرنا

سوال: عورت کی وصیّت کا کیا حکم ہے؟

جواب: آزاد عاقل خواہ مرد ہو یا عورت اس کی وصیّت جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: وصية الحر العاقل رجلا كان أو امرأة جائزة[3] یعنی آزاد عاقل مرد ہو یا عورت اس کی وصیت جائز ہے۔

پیدا ہونے والے بچے کے لئے وصیت کرنا

سوال: جو بچہ ابھی پیٹ میں ہے اس کے لئے وصیت کرنا کیسا ہے؟

جواب: ایسے بچے کے لئے وصیّت جائز ہے بشرطیکہ وہ بچہ وقتِ وصیّت سے 6 ماہ سے پہلے

1 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الاول، 6/92۔
2 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الاول، 6/92۔
3 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الاول، 6/92۔

پیدا ہو جائے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وتجوز الوصية للحمل وبالحمل إن ولدت لأقل من ستة أشهر من وقت الوصية.[1] یعنی حمل کے لئے وصیت جائز ہے بشرطیکہ بچے کی ولادت وقت وصیت سے چھ ماہ سے کم عرصہ میں ہو جائے۔

جس کے لئے وصیت کی وہ مردہ پیدا ہوا

سوال: موصی نے اپنی بیوی کے پیٹ میں بچہ کے لئے وصیّت کی پھر وہ بچہ موصِی کے انتقال اور اسکی وصیّت کے ایک ماہ بعد مرا ہوا پیدا ہوا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس کے لئے وصیّت صحیح نہیں اور اگر زندہ پیدا ہوا پھر مر گیا تو وصیّت جائز ہے موصی کے تہائی مال میں نافذ ہو گی اور اس بچے کے وارثوں میں تقسیم ہو گی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وإذا أوصى الرجل لما فى بطن امرأة ثم وضعت بعد موته وبعد الوصية بشهر ولدا ميتا فلا وصية له وإن ولدت حيا ثم مات فالوصية جائزة من الثلث وتكون ميراثا بين ورثته.[2] یعنی موصی نے عورت کے پیٹ میں بچہ کے لئے وصیّت کی پھر وہ بچہ موصِی کے انتقال اور اسکی وصیّت کے ایک ماہ بعد مردہ پیدا ہوا تو اس کے لئے وصیّت صحیح نہیں اور اگر زندہ پیدا ہوا پھر مر گیا تو وصیّت جائز ہے موصی کے تہائی مال میں نافذ ہو گی اور اس بچے کے وارثوں میں تقسیم ہو گی۔

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الاول، 6/92۔
2... فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الاول، 6/92۔

وصیّت سے رجوع کرنے کا بیان

سوال: کیا وصیت کرنے والا وصیت سے رجوع کر سکتا ہے؟

جواب: وصیت کے بارے میں فقہا متفق ہیں کہ یہ عقدِ لازم نہیں لہٰذا وصیّت کرنے والے کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی وصیّت سے رجوع کر لے، یہ رجوع کبھی صراحتاً ہوتا ہے اور کبھی دلالۃً۔ صراحتاً کی صورت یہ ہے کہ صاف لفظوں میں کہے کہ میں نے وصیّت سے رجوع کر لیا یا اسی قسم کے اور کوئی صریح لفظ بولے۔

اور دلالۃً رجوع کرنے کی صورت یہ ہے کہ کوئی ایسا عمل کرے جو رجوع کر لینے پر دلالت کرے، اس کے لئے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ہر ایسا فعل جسے ملکِ غیر میں عمل میں لانے سے مالک کا حق ختم ہو جائے، اگر موصی ایسا کام کرے تو یہ اس کا اپنی وصیّت سے رجوع کرنا ہو گا۔ اسی طرح ہر وہ فعل جس سے موصی بہ میں زیادتی اور اضافہ ہو جائے اور اس زیادتی کے بغیر موصی بہ کو موصی لہ کے حوالے نہ کیا جا سکے تو یہ فعل بھی رجوع کرنا ہے، اسی طرح ہر وہ تصرف جو موصی بہ کو موصِی کی ملکیت سے خارج کر دے یہ بھی رجوع کرنا ہے

دلالۃً رجوع کی مثالیں

(1) موصِی نے کسی کپڑے کی وصیّت کی پھر اس کپڑے کو کاٹا اور سی لیا یا روئی کی وصیّت کی پھر اسے سوت بنالیا یا سوت کی وصیّت کی پھر اسے بُن لیا یا لوہے کی وصیّت کی پھر اُسے برتن بنالیا تو یہ سب صورتیں وصیّت سے رجوع کرنے کی ہیں۔

(2) چاندی کے ٹکڑے کی وصیّت کی پھر اس کی انگوٹھی بنالی یا سونے کے ٹکڑے کی وصیت کی پھر اس کا کوئی زیور بنالیا یہ رجوع صحیح نہیں ہے۔

(3)اگر موصِی نے موصی بہ کو فروخت کر دیا پھر اس کو خرید لیا یا اس نے موصی بہ کو ہبہ کر دیا پھر اس سے رجوع کر لیا تو وصیّت باطل ہو جائے گی۔
(4)جس بکری کی وصیّت کر دی تھی اُسے ذبح کر لیا یہ بھی وصیّت سے رجوع کر لینا ہے لیکن جس کپڑے کی وصیّت کی تھی اسے دھویا تو یہ رجوع نہیں۔
(5)پہلے وصیّت کر دی پھر اس سے منکر ہو گیا تو اس کا یہ انکار اگر موصی لہ کی عدم موجودگی میں ہو تو یہ رجوع نہیں لیکن اگر موصی لہ کی موجودگی میں انکار کیا تو یہ وصیّت سے رجوع ہے۔
(6)موصِی نے کہا کہ میں نے فلاں کے لئے جو بھی وصیّت کی وہ حرام ہے یا سود ہے تو یہ رجوع نہیں لیکن اگر یہ کہا کہ وہ باطل ہے تو یہ رجوع ہے۔
(7)لوہے کی وصیّت کی پھر اس کی تلوار یا زرہ بنالی تو یہ رجوع ہے۔
(8)گیہوں کی وصیّت کی پھر اس کا آٹا پِسوالیا یا آٹے کی وصیّت کی پھر اس کی روٹی پکالی تو یہ وصیّت سے رجوع کر لینا ہے۔
(9)گھر کی وصیّت کی پھر اس میں گچ کرایا یا اس کو گرادیا تو یہ رجوع نہیں اگر اس کی بہت زیادہ لپائی کروائی تو یہ رجوع ہے۔
(10)زمین کی وصیّت کی پھر اس میں انگور کا باغ لگایا یا دیگر پیڑ لگا دیئے تو یہ رجوع ہے اور اگر زمین کی وصیّت کی پھر اس میں سبزی اگائی تو یہ رجوع نہیں۔
(11)انگور کی وصیّت کی پھر وہ منقّٰی ہو گیا یا چاندی کی وصیّت کی پھر وہ انگوٹھی میں تبدیل ہو گئی یا انڈے کی وصیّت کی پھر اس سے بچہ نکل آیا، گیہوں کی بالی کی وصیّت کی پھر وہ گیہوں ہو گیا اگر یہ تبدیلیاں موصِی کی موت سے پہلے وقوع میں آئیں تو وصیّت باطل ہو گئی اور اگر

موصی کے انتقال کے بعد یہ تبدیلیاں ہوئیں تو وصیّت نافذ ہوگی۔

(12) ایک شخص نے دوسرے کے مال میں ایک ہزار (1000) روپے کی وصیّت کسی کے لئے کر دی یا اس کے کپڑے کی وصیّت کر دی اور اس دوسرے شخص یعنی مالک نے وصیّت کرنے والے کی موت سے پہلے یا موت کے بعد اسے جائز کر دیا تو اس مالک کے لئے اس وصیّت سے رجوع کر لینا جائز ہے جب تک موصی لہ کے سپرد نہ کر دے لیکن اگر موصی لہ نے قبضہ لے لیا تو وصیّت نافذ ہو جائے گی کیونکہ مالِ غیر کی وصیّت ایسی ہے جیسے مالِ غیر کو ہبہ کرنا لہٰذا بغیر تسلیم اور قبضہ کے صحیح نہیں۔[1]

پختہ خوبصورت قبر بنانے کی وصیت کرنا

سوال: قبر پختہ کرنے کی یا قبر کی لپائی کی وصیت کرنا کیسا؟

جواب: بلاضرورت تزئینِ قبر کے لئے اس کو پختہ یا لپائی کرنے کی وصیت کرنا باطل ہے ہاں اگر وہاں جگہ ایسی ہو کہ پختگی یا لپائی کی حاجت ہو تو جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وإذا أوصى بأن يطين قبره أو يوضع على قبره قبة فالوصية باطلة إلا أن يكون فى موضع يحتاج إلى التطيين لخوف سبع أو نحوه.[2] یعنی اگر کسی نے اپنی قبر کی لپائی یا اس کے اوپر قبہ بنانے کی وصیت کی تو باطل ہے مگر یہ کہ اس جگہ جانور ہوں یا ایسے ہی کسی خوف کی وجہ سے لپائی کی حاجت ہو تو جائز ہے۔

تعزیت کو آنے والوں کے لئے کھانے کی وصیت کرنا

سوال: کوئی شخص یہ وصیّت کرے کہ میرے مرنے کے بعد کھانا تیار کیا جائے اور

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الاول، 6/ 94۔
2... فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الثانی، 6/ 96۔

تعزیت کرنے کے لئے آنے والوں کو کھلایا جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: وصیّت تہائی مال سے نافذ ہوگی یہ کھانا دور دراز سے آئے ہوئے مہمانوں کے لئے ہوگا قریب والوں کے لئے نہیں اور کھانا ضرورت کے مطابق بنایا جائے گا اگر بہت زیادہ بچ گیا تو وصی پر تاوان ہوگا اور اگر تھوڑا بچا تو تاوان نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

لو أوصى باتخاذ الطعام للمأتم بعد وفاته ويطعم للذين يحضرون التعزية قال الفقيه أبو جعفر يجوز ذلک من الثلث ويحل للذين يطول مقامهم عنده وللذي يجيء من مكان بعيد يستوي فيه الأغنياء والفقراء ولا يجوز للذي لا يطول مسافته ولا مقامه فإن فضل من الطعام شيء كثير يضمن الوصي وإن كان قليلا لا يضمن.[1] یعنی کوئی شخص یہ وصیّت کرے کہ میرے مرنے کے بعد کھانا تیار کیا جائے اور تعزیت کرنے کے لئے آنے والوں کو کھلایا جائے تو وصیّت تہائی مال سے نافذ ہوگی یہ کھانا ان لوگوں کے لئے ہوگا جو میت کے مکان پر طویل قیام رکھتے ہیں یا وہ دور دراز علاقے سے آئے ہوں اور اس میں غریب امیر سب برابر ہیں سب کو یہ کھانا جائز ہے لیکن جو لمبی مسافت طے کرکے نہیں آیا یا اس کا قیام طویل نہیں ہے ان کے لئے یہ کھانا جائز نہیں، اگر وصی نے کھانا زیادہ تیار کروادیا کہ یہ لوگ کھا چکے اور کھانا بہت زیادہ بچ رہا تو وصی اس زیادہ خرچ کا ضامن ہوگا اور کھانا بہت تھوڑا بچا تو وصی ضامن نہ ہوگا۔

مرنے کے بعد تین دن تک کھانا پکوایا جائے

سوال: ایک شخص نے وصیّت کی کہ میرے مرنے کے بعد لوگوں کے لئے تین دن

1 ... فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الثانی، 6/96۔

کھانا پکوایا جائے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایامِ سوگ میں دعوت بدعتِ قبیحہ ہے دعوت خوشی کے موقع پر ہوتی ہے نہ کہ غم کے موقع پر لہٰذا یہ باطل ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

عن الشيخ الإمام أبى بكر البلخى رحمه الله تعالى رجل أوصى بأن يتخذ الطعام بعد موته للناس ثلاثة أيام قالوا الوصية باطلة.[1] یعنی شیخ امام ابو بکر بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ کسی شخص نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد لوگوں کو تین دن تک کھانا کھلایا جائے تو علمانے فرمایا یہ وصیت باطل ہے۔

بہت قیمتی کفن کی وصیت کرنا

سوال: کسی نے وصیت کی کہ مجھے 10 ہزار کا کفن پہنایا جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ وصیّت نافذ نہ ہو گی اسے اوسط درجہ کا کفن دیا جائے گا جس میں نہ فضول خرچی ہو اور نہ بخل اور نہ تنگی ہو۔ ایسے شخص کو کفن مثل دیا جائے گا اور کفن مثل یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی میں جمعہ و عیدین اور شادیوں میں شرکت کے لئے جس قسم کا اور جس قیمت کا کپڑا پہنتا تھا اسی قیمت اور اسی قسم کے کپڑے کا کفن اسے دیا جائے گا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

رہی تجہیز و تکفین کے لئے وصیت وہ صرف حدِّ مسنون و کفن متوسط تک مقبول ہے اس سے زیادہ میں باطل و نامعمول، مثلاً سو روپیہ میں تجہیز بقدرِ سنّت و کفن میانہ ہو سکتی تھی اور اس کے لئے ہزار روپے کی وصیت کی تو 900 روپیہ میں وصیت باطل ہے۔ فتاوی القرویہ میں ہے:

1 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الثانی، 6/95۔

لواوصی الرجل بان یکفن ھو بعشرۃ اٰلاف فانہ یکفن بکفن الوسط من غیر سرف ولاتقتیر قاضی خان فیما تجوز وصیتہ من کتاب الوصایاوفی المنیۃ الوصیۃ بالاسراف فی الکفن باطلۃ. یعنی اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ اسے دس ہزار درھم کا کفن پہنایا جائے گا جس میں نہ تو فضول خرچی ہو گی اور نہ کمی کی جائے گی ۔یہ بات قاضی خاں کی کتاب الوصایاباب فیماتجوزوصیتہ میں مذکورہےاور منیہ میں ہے کہ کفن میں اسراف کی وصیت باطل ہے۔[1]

ٹاٹ کے کفن کی وصیت کرنا

سوال: اگر کسی نے وصیت کی مجھے ٹاٹ کا کفن پہنایا جائے اور گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں ڈالنی ہیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ وصیت امورغیرِمشروع (ناجائز کاموں) کے بارے میں ہے لہٰذا قابلِ نفاذ نہیں ،باطل ہے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

وصیت کی کہ اُسے ٹاٹ کا کفن دیں اور گلے میں طوق اورپاؤں میں بیڑیاں ڈال کر دفن کریں یہ امرِ نامشروع کی وصیت ہے مقبول نہ ہو گی اور بطورِ مشروع دفن کریں گے۔

فی الھندیۃ عن المحیط اذا اوصی ان یدفن فی مسح کان اشتراہ ویغل و یقید رجلہ فھذہ وصیۃ بمالیس بمشروع فبطلت ویکفن بکفن مثلہ ویدفن کما یدفن سائر الناس. ہندیہ میں بحوالہ محیط منقول ہے جب کسی نے وصیت کی کہ اسے ٹاٹ میں کفن دیا جائے جو اس نے خریدا ہے اوراس کو طوق پہنایا جائے

1... فتاوی رضویہ،25/411۔

Go To Index

اوراس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی جائیں، توچونکہ یہ شرعی طور پر ناجائز کام کی وصیت ہے لہٰذا باطل ہوگی، اس کو کفن مثلی دیا جائے گا اور دیگر لوگوں کی طرح دفن کیا جائے گا۔[1]

گھر میں تدفین کی وصیت کرنا

سوال: وصیت کی کہ مجھے میرے گھر میں ہی دفن کیا جائے تو کیا اس وصیت پر عمل کیا جائے گا؟

جواب: نہیں! اس کو گھر میں دفن نہیں کیا جائے یہ وصیت باطل ہے۔ یہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ مخصوص اور امت کے حق میں مشروع نہیں، ہاں اگر اس نے یہ وصیّت کی کہ میرا گھر مسلمانوں کے لئے قبرستان بنادیا جائے تو پھر اس گھر میں اسے دفن کرنا جائز و صحیح ہے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

اوصی بان یدفن فی دارہ فوصیتہ باطلۃ الا ان یوصی ان یجعل دارہ مقبرۃ للمسلمین.یعنی اگر کسی نے وصیت کی اس کو اپنے گھر میں دفن کیا جائے تو وہ وصیت باطل ہوگی سوائے اس کے وہ یوں کرے کہ اس کے گھر کو مسلمانوں کے لئے قبرستان بنادیا جائے۔[2]

قبر پر قبہ بنانے کی وصیت کرنا

سوال: اپنی قبر کو مٹی گارے سے لیپنے کی وصیّت کی یا اپنی قبر پر قبہ تعمیر کرنے کی وصیّت کی تو کیا حکم ہے؟

1... فتاوی رضویہ، 25/424۔
2... فتاوی رضویہ، 25/424۔

جواب: اگر تزئین کے لئے ہے تو باطل ہے اور اگر حفاظت کے لئے اور اس کی ضرورت بھی ہے تو جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وإذا أوصى بأن يطين قبره أو يوضع على قبره قبة فالوصية باطلة إلا أن يكون في موضع يحتاج إلى التطيين لخوف سبع أو نحوه[1] یعنی اپنی قبر کو مٹی گارے سے لیپنے کی وصیّت کی یا اپنی قبر پر قبہ تعمیر کرنے کی وصیّت کی تو یہ وصیّت باطل ہے لیکن اگر قبر ایسی جگہ ہے جس کو درندوں اور جانوروں کے خوف سے لیپنے کی ضرورت ہے تو وصیّت نافذ ہو گی۔

اجرت دے کر قبر پر تلاوت کی وصیت کرنا

سوال: اجرت دے کر قبر پر تلاوتِ قرآن کروانے کی وصیت کرنا کیسا؟

جواب: اجرت پر قرآن پڑھنا، پڑھانا ناجائز و حرام ہے، اس لئے اس کی وصیت کرنا باطل ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وإذا أوصى أن يدفع إلى إنسان كذا من ماله ليقرأ القرآن على قبره فهذه الوصية باطلة.[2] یعنی یہ وصیّت کی کہ میرے مال سے کسی آدمی کو اتنا مال دیا جائے کہ وہ میری قبر پر قرآنِ پاک کی تلاوت کرے تو یہ وصیّت باطل ہے۔

قرآنِ پاک کو مسجد میں رکھنے کی وصیت کی

سوال: قرآنِ مجید مسجد میں رکھنے کی وصیت کرنا کیسا؟

جواب: جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

1 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الثانی، 6/96۔
2 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الثانی، 6/97۔

وإذا أوصى بمصاحف توقف في المسجد يقرأ فيها قال محمد رحمه الله تعالى الوصية جائزة.[1] یعنی اگر کسی نے وصیت کی میری طرف سے مسجد میں قرآن وقف کر دیئے جائیں کہ ان کو پڑھا جائے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق جائز ہے۔

کسی مسلمان کے لئے جنازہ میں عدمِ شرکت کی وصیت کرنا

سوال: فلاں میرے جنازہ، تجہیز وتکفین میں شریک نہ ہو ایسی وصیت کرنا کیسا ہے؟

جواب: مفتی اعظم پاکستان مفتی وقارالدین رحمۃ اللہ علیہ وقارالفتاویٰ میں فرماتے ہیں:

یہ وصیت بالکل لغو اور باطل ہے، وصیت اپنی ملکیت کے بارے میں کی جاسکتی ہے۔ میت کو غسل دینا، تجہیز وتکفین کا انتظام کرنا اور نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کرنا یہ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ مسلمانوں پر پابندی لگائے کہ فلاں شخص میرے جنازہ میں شریک نہ ہو۔ لہٰذا مرنے والی نے جو کہا اس پر عمل نہیں کیا جائے گا اور جس کو کہا تھا کہ تم جا کر خبر دو اس کا خبر دینا بھی جائز نہیں۔[2]

اپنی زمین میں مسجد بنانے کی وصیت کرنا

سوال: مسجد بنانے کی وصیت کرنا کیسا؟

جواب: بلا اختلاف جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ولو أوصى أن يجعل أرضه مسجدا يجوز بلا خلاف.[3] یعنی اگر کسی نے

1... وقار الفتاوی، 2/361۔

2... فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الثانی، 6/97۔

3... فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الثانی، 6/97۔

وصیت کہ اس کی زمین میں مسجد بنائی جائے تو یہ وصیت بلا اختلاف جائز ہے۔

یہ کہا کہ میرا تہائی مال اللہ پاک کے لئے ہے

سوال: اگر کسی نے اس طرح وصیت کی کہ میرا تہائی مال اللہ پاک کے لئے ہے تو اگر وصیت نافذ ہو گی تو اس کا مال کن کاموں میں خرچ ہو گا؟

جواب: وصیّت کرنے والے نے کہا کہ میرا تہائی مال اللہ پاک کے لئے ہے تو یہ وصیّت جائز ہے اور یہ مال نیکی و بھلائی کے کاموں میں خرچ ہو گا اور فقرا پر صرف کیا جائے گا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

قال محمد رحمه الله تعالى الوصية جائزةويصرف إلى وجوه البر وبقول محمد رحمه الله تعالى يفتي ويصرف إلى الفقراء.[1] یعنی (اگر کسی نے اللہ پاک کے لئے تہائی مال کی وصیت کی تو) امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جائز ہے اور نیکی کے کاموں میں خرچ کیا جائے گا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہی مفتٰی بہ ہے اور فقراء پر بھی خرچ کیا جائے۔

مرضُ الموت میں تحفہ

سوال: اگر کسی نے اپنے مرض الموت میں کسی کو تحفہ یا ہبہ کیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: مرض الموت میں تحفہ، ہبہ، وقف مثلِ وصیت ہے یعنی اجنبی کے لئے تہائی مال تک صحیح ہے اس سے زائد ورثا کی اجازت پر موقوف، اور وارث کے لئے مطلقاً ورثا کی اجازت پر موقوف یعنی اگرچہ ایک تہائی یا اس سے بھی کم ہو کیونکہ وارث کے لئے وصیت مطلقاً ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے اور مرضِ موت میں تحفہ، ہبہ اور وقف، مثلِ

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الثانی، 6/97۔

وصیت ہے۔ تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

هبته و وقفه وضمانه كوصية فيعتبر من الثلث.[1] یعنی مریض کا ہبہ، وقف اور ضمان اُس کی وصیت کی مثل ہے، لہٰذا ایک تہائی میں سے معتبر ہوں گے۔

ہبہ کا مثلِ وصیت ہونے کا مطلب

سوال: کیا مرض الموت میں کیا گیا ہبہ کلیۃً وصیت ہو جاتا ہے؟

جواب: نہیں! ہبہ اگرچہ مرض الموت میں ہو حقیقۃً ہبہ ہی ہے اور ہبہ کی تمام شرائط کا پایا جانا ضروری ہو گا، یعنی ہبہ بلا قبضہ تمام نہ ہو گا، اور جس چیز کو ہبہ کیا گیا ہے وہ غیر مشاع ہو (ناقابل تقسیم)، جس کو ہبہ کیا گیا اس کے ہبہ والی چیز پر قبضہ کرنے سے قبل اگر ہبہ کرنے والا فوت ہو گیا تو ہبہ باطل ہو جائے گا۔ مرض الموت میں ہبہ کرنے سے صرف اتنا اثر ہوا جو درج ذیل ہے،

(1) مرض الموت میں اجنبی کے لئے تہائی مال سے زائد مال کا ہبہ عاقل، بالغ ورثا کی اجازت پر موقوف ہے جبکہ صحت میں کسی کی اجازت کی حاجت نہ تھی اگرچہ کل مال ہو۔

(2) مرض الموت میں وارث کے لئے کیا گیا ہبہ صحیح ہونے کے لئے عاقل، بالغ دیگر ورثا کی اجازت پر موقوف ہے جبکہ صحت میں کسی کی اجازت کی حاجت نہ تھی اگرچہ کل مال ہو۔

(3) اجازت کا اعتبار بھی وصیت کی طرح ہبہ کرنے والے کی موت کے بعد کا ہے اگر واہب کی زندگی میں ورثا نے اجازت دے دی اور انتقال کے بعد انکار کر دیا تو ہبہ باطل ہے۔ ردالمحتار علی الدرالمختار میں ہے:

1 . . . تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الوصایا، باب العتق فی المرض، 10/403۔

قولہ (وھبتہ) ای اذا اتصل بھاالقبض قبل موتہ اما اذامات ولم یقبض فتبطل الوصیۃ لان ھبۃ المریض ھبۃ حقیقۃ وان کانت وصیۃ حکما کماصرح بہ قاضیخاں وغیرہ طحطاوی عن المکی قولہ: (حکمہ کحکم وصیۃ) ای: من حیث الاعتبار من الثلث لاحقیقۃ الوصیۃ لان الوصیۃ ایجاب بعد الموت وھٰذہ التصرفات منجزۃ فی الحال زیلعی.[1] یعنی واہب کی موت سے پہلے قبضہ اس کے ساتھ مقترن ہو جائے لیکن اگر وہ مر گیا اور اس پر قبضہ نہ ہوا تو وصیت باطل ہو جائے گی اس لئے کہ مریض کا ہبہ درحقیقت ہبہ ہی ہے اگر چہ باعتبارِ حکم کے وصیت ہے، جیسا کہ قاضیخاں وغیرہ نے اس کی تصریح فرمائی طحطاوی میں بحوالہ مکی منقول ہے کہ ماتن کا قول اس کا حکم وصیت کے حکم کی مثل ہے یعنی ایک تہائی سے اعتبار کرنے کی حیثیت سے نہ کہ حقیقتِ وصیت کے اعتبار سے اس لئے کہ وصیت ایسے ایجاب کو کہتے ہیں جو موصی کی موت کے بعد ثابت ہوتا ہے جبکہ یہ تصرفات فی الحال نافذ ہیں۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

ہبہ اگرچہ مرض الموت میں ہو حقیقۃً ہبہ ہے تمام شرائطِ ہبہ درکار ہوں گی، بلاقبضہ تمام نہ ہو گا، مشاع ناجائز ہو گا، واہب اگر قبل قبضۂ کاملہ موہوب لہ انتقال کر جائے ہبہ باطل ہو جائے گا، غرض وہ بہمہ وجوہ ہبہ ہے اور اسی کے احکام رکھتا ہے مرض الموت میں ہونے کا صرف اتنا اثر ہے کہ وارث کے لئے مطلقاً اور اجنبی کے واسطے ثلث باقی بعدِ ادائے دُیون سے زیادہ میں بے اجازتِ دیگر وَرَثہ نافذ نہ ہو گا اجازت وارث عاقل بالغ نافذ التصرف کی

---

1 . . . ردالمحتار، کتاب الوصایا، باب العتق فی المرض، 10/ 403۔

بعد وفات مورث درکار ہے اس کی حیات میں اجازت دینی نہ دینی بیکار ہے۔ پس اگر مورث مثلاً اپنے پسر کو اپنے مرض الموت میں کوئی شئ ہبہ کرے اور قبضہ بھی پورا کرادے اوراس کے انتقال کے بعد دیگر ورثہ اسے نہ مانیں وہ یکسر باطل ہو جائے گا اور بعض مانیں اور بعض نہ مانیں تو اس نہ ماننے والے کے حصے کے لائق باطل قرار پائے گا۔[1]

مرضُ الموت کی تعریف

سوال: مرضُ الموت سے کیا مراد ہے؟

جواب: ایسا مرض جس میں مریض کو اپنی موت کا یقین ہو اور اس مرض کے دوران وہ فوت ہو جائے اگرچہ مرنے کی وجہ کوئی دوسرا سبب بن جائے۔ جیسے کینسر ہوا اور انتقال ہارٹ اٹیک کی وجہ سے ہو گیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

شرعاً کسی مرض کے مرض الموت ہونے کے لئے دو باتیں درکار ہیں کہ وہ دونوں جمع ہوں تو مرض الموت ہے اور ان میں ایک بھی کم ہو تو نہیں۔(1) اس مرض میں خوف ہلاک واندیشہ موت قوت وغلبہ کے ساتھ ہو، اگر اصلاً خوف موت نہیں یا ہے تو ضعیف و مغلوب ہے تو مرضِ موت نہیں اگرچہ اتفاقاً موت واقع ہو جائے۔(2) اس غلبۂ خوف کی حالت میں اس کے ساتھ موت متصل ہو اگرچہ اس مرض سے نہ مرے موت کا سبب کوئی اور ہو جائے مثلاً زید کو ہیضہ یا طاعون ہو اور ابھی اسے انحطاط کافی نہ ہوا تھا خوف ہلاک غالب تھا کہ سانپ نے کاٹا مر گیا یا کسی نے قتل کر دیا تو اس مرض میں جو تصرفات کئے وہ

1... فتاوی رضویہ، 25/453۔

مرض الموت میں تھے اگرچہ موت اس مرض سے نہ ہوئی اور اگر انحطاط کافی ہو گیا تھا کہ غلبۂ خوفِ ہلاک جاتا رہا اور اب اتفاقاً اسی مرض خواہ دوسرے سبب سے مرگیا تو وہ تصرفات مرض کے نہ تھے اگرچہ حالِ اشتداد ہی میں کئے ہوں کہ انحطاط مرض وزوالِ خوف نے اسے مرض الموت نہ رکھا یوں ہی اگر بحالِ انحطاط وعدمِ خوف تصرفات کئے اور ان کے بعد پھر اشتداد (زیادہ) ہو کر خوفِ غالب اور ہلاک واقع ہوا تو یہ تصرفات حالت مرض کے نہ ہوں گے کہ بحالِ غلبۂ خوف نہ تھے اگرچہ ان سے قبل وبعد غلبہ تھا۔[1]

طویل المدّت امراض کا حکم

سوال: فالج، باری کا بخار یا ان جیسی دیگر امراض جو بعض اوقات سال یا اس سے بھی زائد عرصہ رہتے ہیں۔ کیا اس صورت میں بھی تمام عرصۂ مرض مریض کے تصرفات کا حکم مثل وصیت ہی ہو گا؟

جواب: اگر مرض اتنا طویل ہو جائے کہ سال سے تجاوز کر جائے مگر اس دوران مرض جتنا تھا اتنا ہی رہا اور پرانا ہو گیا تو ایسا مریض مثلِ صحیح ہے، اس دوران کے تمام تصرفات نافذ العمل ہوں گے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

ہمارے ائمۂ کرام نے فالج ودِق وسِل وغیرہا امراضِ مزمنہ کے مرض الموت ہونے کے لئے سال بھر کی حد مقرر فرمائی ہے اگر اس کے اندر موت ہو تو وہ مرض الموت قرار پاتے ہیں اور جب ایک سال سے تجاوز ہو جائے تو اس مریض کا حکم شرعاً بعینہٖ مثلِ صحیح وتندرست کے ٹھہرتا ہے اور جو کچھ تصرفات بیع خواہ ہبہ خواہ کچھ اور وارث خواہ

1...فتاوی رضویہ، 25/457۔

غیر وارث کسی کے نام کرے مثلِ تصرفاتِ صحیح کے صحیح و نافذ قرار پاتا ہے۔[1]

مرض الموت میں وصیت کرنا

سوال: مرض الموت میں کی گئی وصیت کا کیا حکم ہے؟

جواب: وصیت مرض الموت میں کی ہو یا صحت میں بہر صورت نافذ ہو گی بلکہ تجہیز و تکفین اور ادائیگی قرض سے جو مال بچا اس کے تہائی حصہ سے وصیت نافذ ہو گی اور اسے رد کرنے کا ورثا کو حق نہیں یہ لازماً نافذ العمل ہے۔

کونسی وصیّت مقدم ہے کونسی مؤخر

سوال: جب موصی نے متعدد وصیتیں کی ہوں تو کس وصیت کو پہلے پورا کیا جائے؟

جواب: جب متعدد وصیّتیں جمع ہو جائیں تو اس کی درج ذیل صورتیں ہیں۔

(1) اگر تہائی مال سے وہ تمام وصیّتیں پوری ہو سکتی ہیں تو وہ پوری کر دی جائیں گی۔

(2) اور اگر تہائی مال میں وہ تمام وصیّتیں پوری نہیں ہو سکتیں لیکن ورثہ نے ان کو جائز کر دیا تب بھی وہ تمام وصیّتیں ادا کی جائیں گی۔

(3) اگر ورثا نے اجازت نہ دی تو پھر اس کی تین صورتیں ہیں:

(۱) دیکھا جائے گا کہ آیا وہ تمام وصیّتیں اللہ پاک کے لئے ہیں۔

(۲) یا بعض تقرب الی اللہ (اللہ کے قرب) کے لئے اور بعض بندوں کے لئے۔

(۳) یا کل وصیّتیں بندوں کے لئے ہیں۔

پہلی صورت: اگر کُل وصیّتیں اللہ پاک کے لئے ہیں تو دیکھا جائے گا کہ آیا وہ کُل

1... فتاوی رضویہ، 25/321۔

ایک ہی درجہ کے فرائض سے ہیں یا کُل وصیّتیں واجبات سے ہیں یا کُل کی کُل نوافل سے ہیں، اگر کُل وصیّتیں ایک ہی درجہ کے فرائض سے ہیں تو پہلے وہ وصیّت پوری کی جائے گی جس کا ذکر موصِی نے پہلے کیا۔

دوسری صورت: کچھ وصیّتیں اللہ پاک کے لئے ہیں اور کچھ بندوں کے لئے تو اگر موصی نے قوم کے خاص خاص معیّن لوگوں کے لئے وصیّت کی تو وہ ثلث مال میں شریک ہیں، ان کو ثلث مال میں جو حصہ ملے گا وہ بلا تقدیم و تاخیر ان سب کے لئے ہے اور جو حصہ ثُلث مال میں سے اللہ پاک کے تقرب کے لئے ملے گا اس میں فرائض مقدم ہوں گے پھر واجبات پھر نوافل۔

تیسری صورت: کل وصیّتیں بندوں کے لئے ہیں اس صورت میں اقویٰ غیر اقویٰ پر مقدم ہوگی، اس کا لحاظ نہ کیا جائے گا کہ میت نے کس کا ذکر پہلے کیا تھا اور کس کا بعد میں، اگر وہ سب قوت میں برابر ہوں تو ہر ایک کو ثلث مال میں سے بقدر اس کے حق کے ملے گا اور اول و آخر کا لحاظ نہ ہوگا۔[1]

حج اور زکوٰۃ

سوال: موصی نے حج اور زکوٰۃ کی وصیت کی تو کس کو مقدم کریں گے؟

جواب: حج اور زکوٰۃ میں اگر حج فرض ہے تو وہ زکوٰۃ پر مقدم ہے خواہ موصِی نے زکوٰۃ کا ذکر پہلے کیا ہو۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وإذا أوصى بالحج مع الزكاة يبدأ بحجة الإسلام وإن أخر الحج في

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الثانی، 6/97۔

الوصية لفظا.[1] اگر کسی نے وصیت کی فرض حج اور زکوٰۃ کی تو حج کو مقدم کرے اگرچہ حج کو زکوٰۃ کے بعد میں ذکر کیا ہو۔

کفارات

سوال: کفارات میں کون سا کفارہ مقدم ہے؟

جواب: فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

فی كفارة القتل مع كفارة اليمين يبدأ بما بدأ الميت به وفی عتق كفارة الفطر وكفارة قتل الخطأ يبدأ بكفارة القتل.[2] یعنی کفارۂ قتل اور کفارۂ قسم میں اس کو مقدم کیا جائے گا جس کو موصی (وصیت کرنے والے) نے پہلے ذکر کیا۔ ماہِ رمضان کے روزے توڑنے کے کفارے میں اور قتل خطاء کے کفارے میں کفارۂ قتلِ خطاء مقدم ہو گا۔

---

1 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الثانی، 6/115۔
2 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب الثانی، 6/115۔

دوسری فصل

وصی اور اس کے اختیارات

آدمی کو وصیّت قبول کرنا مناسب بات نہیں کیوں کہ یہ خطرات سے پُر ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں: پہلی بار وصیّت قبول کرنا غلطی ہے دوسری بار خیانت اور تیسری بار سرقہ ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وصیّت میں بے وقوف اور چور ہی پڑتے ہیں۔ [1]

وصی: اس شخص کو کہتے ہیں جس کو موصی (وصیّت کرنے والا) اپنی موت کے بعد اپنے مال کی نگرانی اور نابالغ اولاد سے متعلق ذمہ داریوں کی انجام دہی کے لئے سربراہ مقرر کرے، گویا اس حیثیت سے وصی، موصی کا نائب اور قائم مقام ہوتا ہے۔

ایجاب و قبول

سوال: کیا وصی بنانے کے لئے ایجاب و قبول ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں! وصی بنانے کے لئے ایجاب و قبول ضروری ہے، اس کے لئے کوئی بھی ایسی تعبیر اختیار کی جاسکتی ہے جو اس مفہوم کو واضح کرتی ہو۔ جیسے یوں کہے کہ تم میرے وصی ہو، تم میرے مال میں وصی ہو، میں نے اپنی موت کے بعد اپنی اولاد تمہارے سپرد کی، میری موت کے بعد میری اولاد کی نگہبانی کرنا، تم میری موت کے بعد میرے وکیل ہو، وغیرہ۔ ردالمحتار میں ہے:

أنت وصيي أو أنت وصيي فی مالی أو سلمت إليک الأولاد بعد موتی أو تعهد أولادی بعد موتی أو قم بلوازمهم بعد موتی أو ما

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب التاسع، 6/137۔

جری مجری هذه الألفاظ يكون وصيا.[1] یعنی (اگر کوئی کہے) تم میرے وصی ہو یا تم میرے مال کے وصی ہو یا میری موت کے بعد میری اولاد تمہارے سپرد ہے یا میری موت کے بعد میری اولاد کی دیکھ بھال کرنا، میری موت کے بعد میری اولاد کے لوازمات قائم کرنا، یا اس مفہوم کے الفاظ کہے تو وصی ہو جائے گا۔

وصی کا ایجاب پر خاموش رہنا

سوال: موصی کے ایجاب پر وصی خاموش رہا نہ قبول کیا نہ انکار تو کیا حکم ہے؟

جواب: وصیت کے لئے ضروری ہے کہ جس کے لئے وصیت کی (وصی) اس کو قبول کر لے اگر اس نے قبول نہ کیا تو وصیت رد ہو جائے گی اور خاموش رہا تو یہ بھی قبول نہ کرنا متصور ہو گا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

رجل أوصى إلى رجل في وجهه فقال الموصى إليه لا أقبل صح رده ولا يكون وصيا.[2] یعنی اگر کسی نے کسی شخص کو وصی بنایا وصی نے قبول نہ کیا تو اس کا رد کرنا صحیح ہے اور وہ وصی نہیں ہو گا۔

عورت کو وصی بنانا

سوال: عورت کو وصی بنانا کیسا؟

جواب: عورت کو بھی وصی بنانا جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وإذا أوصى الرجل إلى المرأة أو إلى الأعمى فهو جائز.[3] یعنی کسی شخص نے

1... ردالمحتار، کتاب الوصایا، باب الوصی، 10/435۔
2... فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب التاسع، 6/137۔
3... فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب التاسع، 6/138۔

عورت یا اندھے کو وصی بنایا تو یہ جائز ہے۔

وصی کے لئے مطلوبہ اوصاف

سوال: وصی کی شرائط کیا ہیں؟

جواب: وصی بنانے کے لئے ضروری ہے کہ وہ شخص جس کو وصی بنانا ہے وہ مسلمان ہو، بالغ ہو، عاقل ہو، نیک اور امانتدار ہو۔[1]

اگر کسی کو بھی وصی نہ بنایا

سوال: اگر مرحوم نے اپنی نابالغ اولاد کا کسی کو وصی نہ بنایا تو ان کا سربراہ کون ہو گا؟

جواب: اگر مرحوم نے کسی کو بھی وصی نہیں بنایا اور اس کی اولاد کا دادا بھی نہیں اور نہ ہی دادا کا وصی تو اس صورت میں میت کا بڑا بیٹا اور میت کی اولاد کا بڑا بھائی جبکہ امین ہو وصی ہو گا۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہمارے بلاد میں جبکہ یتیموں پر نہ باپ کا وصی ہو نہ حقیقی دادا نہ دادا کا وصی تو اُن کا حقیقی جوان بھائی اگر لائق و امین ہو مثل وصی سمجھا جائے گا اور امانت و دیانت اور بچوں پر رحمت و شفقت کے ساتھ جن تصرفات کا شرعاً وصی کو اختیار ہوتا ہے اسے بھی ہو گا اگرچہ صراحتاً باپ نے اس کو وصی نہ بنایا ہو کہ یہاں عرفاً و دلالۃً وصایت ثابت ہے ہمارے بلاد میں عادت فاشیہ جاری ہے کہ باپ کے بعد جوان بیٹے اموال و جائداد میں تصرف کرتے اور اپنے نابالغ بہن بھائیوں کی پرورش و خبر گیری میں مصروف رہتے ہیں۔ لوگ اگر نابالغ بچوں کے ساتھ کوئی جوان بیٹا بھی رکھتے ہوں تو بے غم ہوتے ہیں کہ ہمارے بعد ان کا خبر گیراں موجود ہے اور صرف نابالغ ہی بچے ہوں تو محزون و پریشان

1...فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب التاسع، 6/137۔

ہوتے ہیں کہ سرپرستی کون کرے گا یہ عادت دائرہ سائرہ دلالۃً اذنِ تعہد و تصرف ہے والثابت عرفًا کالثابت شرعًا (جو عرف کے اعتبار سے ثابت ہو وہ ایسے ہی ہے جیسے شرع کے اعتبار سے ثابت ہو)

مزید فرماتے ہیں:

بلاشبہ قطعاً معلوم کہ جو لوگ مال واولاد صغار وکبار رکھتے ہیں عام حالت دیکھ کر خوب سمجھتے ہیں کہ یوں ہی ہمارے بعد بھی ولدِ کبیر تعہد جائداد وپرورشِ اولاد میں ہمارا قائم مقام ہو گا بلکہ اس امر کی آرزو وتمنا رکھتے ہیں اور یقینا اس پر راضی ہوتے ہیں اگر ان سے کہا جائے تمہارے بعد تمہاری جائداد اور چھوٹے چھوٹے بچے ان کے شقیق وشفیق یعنی تمہارے بیٹے سے چھین کر ایک اجنبی کو سپرد کر دیئے جائیں جسے نہ مال کا درد ہو، نہ بچوں پر ترس تو ہرگز ہرگز اس امر کو قبول نہ کریں گے تو عرفاً ودلالۃً اذن وتفویض متحقق اور بیشک اگر نظر فقہی سے کام لیجئے تو اس وصایت معروفہ کو معتبر رکھنے کی شدید ضرورت ہے جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں اور اس کے ابطال میں مقاصد شرع کا بالکل خلاف بلکہ عکس مراد وقلب مقصود۔

وذٰلک لان عامۃ الناس فی بلادنا یموتون من دون تصریح بایصاء ویخلفون اموالا وعقارا واولادا صغارالاجدلھم وربما تکون فیھم بنات قاصرات فلولم تعتبرالوصایا المعھودۃ التی یعلم کل احد اذا رجع الی وجدانہ الصحیح ان المورث کان راضیا علیھا وان لوسئل عنھا لافصح بھا لزم تلف الاموال والضیاع وضیاع الاولاد اذلم یبق من یقوم بامرھم بحکم الشرع فاما ان یترک المال سائبۃ والاولاد ھملا

فهذا الضياع المردود واما ان ينزع الامر من يد الشقيق الشفيق ويفوض الى اجنبى سحيق فهذا هو قلب المراد وعكس المقصود فوجب المصير الى ماقلنا والتعويل على دلالة الاذن كما عولنا والله الموفق.یعنی اور یہ اس لئے ہے کہ ہمارے شہروں میں لوگ صراحتاً وصیت کئے بغیر فوت ہو جاتے ہیں جو اپنے پیچھے مال، جائداد اور چھوٹی ناسمجھ اولاد چھوڑ جاتے ہیں ان کا دادا نہ ہو جن میں بسا اوقات ناتواں بچیاں بھی ہوتی ہیں۔ اگر یہ معروف وصیت معتبر نہ ہو جس کے بارے میں ہر کوئی جانتاہے جب وہ اپنے صحیح وجدان کی طرف رجوع کرے کہ مرنے والا اس پر راضی تھا اور اگر اس سے سوال کیا جاتا تو وہ اس کی تصریح کر دیتا تو اموال واسباب کا برباد ہونا اور اولاد کا ضائع ہونا لازم آئے گا کیونکہ کوئی ایسا شخص باقی نہ رہا جو بحکم شرع ان کے معاملات کا نگران ہو۔ اب یا تو اموال واولاد کو بغیر نگران ومتولی کے چھوڑ دیا جائے تو یہ اس کا ضائع کرنا ہے جو کہ مردود ہے پھر شفیق بھائی سے نگرانی واپس لے کر شکستہ دل اجنبی کو سونپ دی جائے تو مقصود ومراد کے برعکس ہو گیا، لہٰذا ہمارے قول کی طرف رجوع کرنا اور دلالت اذن پر اعتماد کرنا ضروری ہے جیسا کہ ہم نے اس پر اعتماد کیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔(1)

وصی کا اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہونا

سوال: کیا وصی ذمہ داری قبول کرنے کے بعد اس سے سبکدوش بھی ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: وصی نے ذمہ داری قبول کرلی اور موصی کا انتقال ہو گیا تو اب وصی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو۔ ہاں اگر وصی نے موصی کی زندگی میں اس کے

1...فتاویٰ رضویہ، 25/334۔

علم میں لا کر قبول کرنے سے انکار کر دیا تو صحیح ہے اور اگر انکار کر دیا مگر موصی کو اس کا علم نہیں ہوا تو انکار کا اعتبار نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

قال محمد رحمه الله تعالى فى الجامع الصغير فى رجل يوصى إلى رجل فقبله فى حياة الموصى فالوصاية لازمة حتى لو أراد الخروج منها بعد موت الموصى ليس له ذلك وإن رده فى حياته إن رده فى وجهه صح الرد وإن رده فى غير وجهه لا يصح الرد ومعنى قوله فى وجهه بعلمه ومعنى قوله فى غير وجهه بغير علمه.[1] یعنی جامع صغیر میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کسی نے کسی شخص کو وصی بنایا پس اس نے موصی کی زندگی میں اس کو قبول کر لیا تو وصیت لازم ہو گئی یہاں تک کہ اگر وصی موصی کی موت کے بعد اس سے خروج کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا اور اگر اس کی زندگی میں اس کے سامنے انکار کر دیا تو صحیح ہے اور اگر انکار کیا مگر موصی کو علم نہیں تو صحیح نہیں اور اس کے سامنے سے مراد اس کو علم ہونا ہے اور اس کے سامنے نہ ہونے سے مراد اس کو علم نہ ہونا ہے۔

سبکدوش ہونے کا اختیار لینا

سوال: کیا وصی ذمہ داری قبول کرتے وقت اس سے سبکدوشی کا اختیار لے سکتا ہے؟

جواب: ہاں! اگر وصی بناتے وقت ہی وصی سے بات ہو گئی تھی کہ وہ جب چاہے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو سکتا ہے تو وصی کو یہ حق ہے کہ جس وقت چاہے اور جب چاہے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب التاسع، 6/137۔

أوصى إلى رجل وجعله متى شاء أن يخرج منها فهو جائز وله أن يخرج منها متى شاء وفي أي وقت شاء .[1] یعنی اگر کسی کو وصی بنایا اور اس نے شرط رکھی کہ میں جب چاہوں گا ذمہ داری چھوڑ دوں گا تو یہ جائز ہے اور اس کے لئے اختیار ہے جب چاہے سبکدوش ہو جائے۔

وصی کی معزولی یا معاون کا تقرر

سوال: کیا وصی معزول بھی کیا جا سکتا ہے؟

جواب: اس کی صورتیں ہیں:

(1) ایک وصی وہ ہے جو امانت دار ہو اور وصیّت پوری کرنے پر قادر ہو، قاضی کے لئے اس کو معزول اور برطرف کرنا جائز نہیں (2) دوسرا وصی وہ ہے جو امانت دار تو ہو مگر عاجز ہو یعنی وصیّت کو پورا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو، قاضی اس کی مدد کے لئے کوئی مدد گار مقرر کر دے گا۔ (3) تیسرا وصی وہ ہے جو فاسق و بدعمل ہو یا کافر ہو یا غلام ہو، قاضی کے لئے ضروری ہے کہ اسے برطرف اور معزول کر دے اور اس کی جگہ کسی دوسرے امانت دار مسلمان کو مقرر کرے۔

اگر وصی ذمہ داری سے سبکدوش ہونا چاہے

سوال: اگر وصی ذمہ داری قبول کرنے کے بعد اس سے سبکدوش ہونا چاہے تو کیا کرنا ہو گا؟

جواب: فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

اذا قبل الوصی او تصرف بعد الموت واراد ان يخرج نفسه من الوصية لم يجز ذلک الا عند الحاکم وقد قالوا ان الوصی اذا التزم ثم حضر عند

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب التاسع، 6/137۔

الحاکم فاخرج نفسه نظر الحاکم فی حاله فان کان مأمونا قادرا علی التصرف لم یخرجه وان عرف عجزه وکثرة اشتغاله یخرجه.[1] یعنی وصی نے وصیّت قبول کرلی یا موت کے بعد تصرف کیا پھر اس نے ارادہ کیا کہ وصیّت سے نکل جائے، یہ بغیر حاکم کی اجازت کے جائز نہیں وصی کو جب وصیّت لازم ہوگئی پھر وہ حاکم کے پاس حاضر ہوا اور اس نے اپنے آپ کو وصی ہونے سے خارج کیا تو حاکم معاملہ پر غور کرے گا اگر وہ وصی امانت دار اور وصیّت نافذ کرنے پر قادر ہے تو اسے وصی ہونے سے نہیں نکالے گا اور اگر وہ عاجز ہے اور اس کے مشاغل کثیر ہیں تو نکال دے گا۔

وصی کے تصرفات

سوال: کون سے وصی کو مال یتیم پر تصرف حاصل ہے؟

جواب: یہ تین ہیں۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

وہ ولی جسے مال یتیم میں تصرف جائز ہو تین ہیں، باپ کا وصی، دادا اور دادا کا وصی۔ ان (مذکورہ بالا افراد) کے سوا اور اقارب اگرچہ مادر و برادر وعم وخواہر ہوں انہیں راسا تصرف فی المال کا اختیار نہیں۔ (اگرچہ ماں، بھائی اور چچا اور عزیز ہی ہوں انہیں مال میں تصرف کا اختیار نہیں)۔[2]

فی الدرالمختار ولیه احد اربعة الاب ثم وصیه ثم الجد ثم وصیه درمختار میں ہے اس کا ولی چار میں سے کوئی ایک ہوگا باپ پھر اس کا وصی۔ دادا پھر اس کا وصی۔

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب التاسع، 6/137۔
2... فتاوی رضویہ، 25/375۔

وصی کا نابالغ کی منقولہ جائیداد کی خرید فروخت کرنا

سوال: وصی کا یتیم کی منقولہ جائیداد کی خرید و فروخت کرنا کیسا؟

جواب: وصی نابالغ کی منقولہ اشیاء کو ضرورتاً مال کی حفاظت کے لئے بیچ سکتا ہے جبکہ اس میں نقصان نہ ہو۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

ان کی جائداد منقولہ کو بیچ سکتا ہے کہ اس کی بیع از قبیل حفظ ہے جبکہ یتیم کا اس میں ضرر نہ ہو۔[1]

وصی کا نابالغ کی غیر منقولہ جائیداد کی خرید فروخت کرنا

سوال: کیا وصی نابالغ کی غیر منقولہ جائیداد فروخت کرسکتا ہے؟

جواب: وصی نابالغ کی غیر منقولہ جائیداد چند شرائط کے ساتھ فروخت کرسکتا ہے اگر یہ شرائط نہ پائی جائیں تو قطعاً غیر منقولہ جائیداد فروخت کرنے کی اجازت نہیں۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں نقل فرماتے ہیں:

جاز بیعه عقار صغیر من اجنبی لامن نفسه بضعف قیمته اولنفقة الصغیر اودین المیت اووصیة مرسلة لانفاذ لها الامنه اولکونه غلاته لاتزید علی مؤنته اوخوف خرابه اونقصانه اوکونه فی ید متغلب دررواشباه ملخصا قلت وهذا والبائع وصیا لامن قبل ام اواخ فانهما لایملکان بیع العقار مطلقا الخ وفی الشامیة عن الرملی عن الخانیة فی مسئلة بیع المنقول لنسیئة ان کان یتضرربه الیتیم بان کان الاجل

1…فتاوی رضویہ، 25/431۔

فاحشا لایجوز.یعنی نابالغ کی غیرمنقول جائداد کو اجنبی کے ہاتھ دُگنی قیمت پر بیچنا جائز ہے وصی خود نہیں خرید سکتا۔یونہی نابالغ کے نفقہ یامیت کے قرض کی ادائیگی یاایسی وصیت مطلقہ کے نفاذ کے لئے بیچنا جائز ہے جس وصیت کانفاذ اس جائیداد کو بیچے بغیر نہیں ہوسکتایااس جائداد کی پیداوار اس کے اخراجات سے زیادہ نہیں یااس جائداد کے خراب ہونے یاناقص ہونے یاکسی جابر کے قبضہ میں چلے جانے کاخوف ہوتو بھی بیع جائز ہے، درروااشباہ (تلخیص) اور یہ تب ہے کہ بائع ماں کی طرف سے یابھائی کی طرف سے وصی نہ ہو، کیونکہ یہ دونوں غیر منقول جائداد کو بیچنے کامطلقاً اختیار نہیں رکھتے الخ اور شامیہ میں بحوالہ خانیہ رملی سے منقول ہے کہ منقول جائداد کی ادھار پر بیع اگر یتیم کے لئے نقصان دہ ہویایں صورت کہ ادھار کی مدت بہت زیادہ ہو تو جائز نہیں الخ۔ [1]

وصی نے اپنے مال سے موصی کو کفن دیا

سوال: اگر وصی نے اپنے مال سے مرحوم کو کفن دیاتووہ ترکہ میں سے لے سکتاہے؟

جواب: اگر وصی نے اپنے مال سے میت کوکفن دیاتو وہ میت کے مال سے لے سکتاہےاور یہی حکم وارث کا بھی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمدرضاخان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

ونصوا علٰی ان الوصی اوالوارث اذا کفن فی الترکۃ.یعنی مشائخ نے اس پرنص فرمائی کہ وصی یاوارث جب اپنے مال میں سے میت کومثلی کفن پہنادے تووہ ترکہ میں رجوع کرے گا۔ [2]

1...فتاوی رضویہ، 25/432۔
2...فتاوی رضویہ، 25/594۔

تعلیمِ قرآن اور ادب میں خرچ کرنا

سوال: وصی کا یتیم کو تعلیمِ قرآن اور آداب سکھانے کے لئے خرچ کرنا کیسا؟

جواب: جائز ہے جب کہ وہ صلاحیت رکھتا ہو۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وصی أنفق من مال الیتیم علی الیتیم فی تعلیم القرآن والأدب إن کان الصبی یصلح لذلک جاز.[1] یعنی وصی نے یتیم کا مال یتیم کی تعلیم قرآن اور ادب میں خرچ کیا، اگر بچہ اس کی (یعنی تعلیم ادب کی) صلاحیت رکھتا تھا تو جائز ہے۔

فقیر وصی نے وصیت کی رقم خود ہی رکھ لی

سوال: موصی نے ایک شخص کو وصیّت کی اور اسے اپنا تہائی مال صدقہ کرنے کا حکم دیا تو اگر اس شخص نے وہ مال خود ہی رکھ لیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس کا خود رکھنا جائز نہیں، لیکن اگر اس نے اپنے بالغ بیٹے کو دیا یا ایسے چھوٹے بیٹے کو دیا جو قبضہ کرنا جانتا ہے تو جائز ہے اور اگر وہ چھوٹا بیٹا قبضہ کرنا نہیں جانتا تو جائز نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

أوصی إلی رجل فأمره أن یتصدق بثلث ماله فلو وضع فی نفسه لم یجز ولو دفع إلی ابنه الکبیر أو الصغیر الذی یعقل القبض جاز و إن لم یعقل لم یجز.[2] یعنی اگر کسی نے وصی کو اپنے تہائی مال سے صدقہ کرنے کا کہا پس اس نے خود رکھ لیا تو جائز نہیں اور اگر وہ اپنے بڑے یا چھوٹے بیٹے کو دے جو قبضہ کرنا جانتا ہو تو جائز ہے اور اگر عاقل نہیں تو جائز نہیں۔

1... فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب التاسع، 6/150۔
2... فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب التاسع، 6/135۔

لاعلمی میں مال اغنیا کو دے دیا

سوال: اگر کسی نے فقرا کو مال صدقہ کرنے کی وصیت کی اور وصی نے وہ مال لاعلمی میں اغنیا کو دے دیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: ناجائز ہے۔ وصی فقرا کو اتنا مال دینے کا ضامن ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

سئل عن رجل أوصى بثلث ماله للفقراء فأعطى الوصى الأغنياء وهو لا يعلم قال محمد رحمه الله تعالى لا يجزئه والوصى ضامن للفقراء فى قولهم جميعا.[1] یعنی اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے فقیروں کے لئے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور وصی نے لاعلمی میں اغنیا کو دے دیا، امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ کفایت نہ کرے گا۔ اور تمام ائمہ کے قول کے مطابق وصی فقیروں کے لئے ضامن ہو گا۔

---

1. . . فتاوی ہندیہ، کتاب الوصایا، الباب التاسع، 6/135۔

سولھواں باب

پہلی فصل

وراثت کا بیان

ترکہ کی تعریف

سوال: ترکہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: وہ مال جو بوقتِ وفات میت کی ملک میں ہو اور اس پر کسی غیر کا حق نہ ہو ترکہ کہلاتا ہے اور اسی مال میں بعد میں احکام وراثت جاری ہوتے ہیں۔خاتم المحققین امام محمد امین بن عمر ابن عابدین الشامی (المتوفی: 1252) فتاویٰ شامی میں فرماتے ہیں:

ما ترکه المیت من الاموال صافیا عن تعلق حق الغیر بعین من الاموال[1]
میت کا چھوڑا ہوا ایسا مال جس کے عین کے ساتھ کسی غیر کا حق متعلق نہ ہو۔

میراث کے ارکان

سوال: میراث کے کتنے ارکان ہیں؟

جواب: خاتم المحققین امام محمد امین بن عمر ابن عابدین الشامی (المتوفی: 1252) فتاویٰ شامی میں فرماتے ہیں:

ارکانه ثلاثة وارث و مورث و موروث.[2] ترکہ کے تین ارکان ہیں: وارث، مورث اور میراث۔

1...ردالمحتار، کتاب الفرائض، 10/528۔
2...ردالمحتار، کتاب الفرائض، 10/525۔

اسبابِ وراثت

سوال: وراثت کن اسباب کی بنا پر متحقق ہوتی ہے؟

جواب: خاتم المحققین امام محمد امین بن عمر ابن عابدین الشامی (المتوفی:1252) فتاویٰ شامی میں فرماتے ہیں:

الاسباب التی بھا یتوارث ثلاثۃ: الرحم والنکاح والولاء[1] یعنی وراثت کے تین اسباب ہیں: نکاح، قرابت، ولاء۔

مالِ میت کے مصارف

سوال: میت نے جو مال چھوڑا وہ کیسے صرف کیا جائے گا؟

جواب: جب کوئی مسلمان فوت ہو جائے تو شرعاً اس کے مال میں چار حق ہوتے ہیں:

(1) تجہیز و تکفین (2) قرض (3) اِجرائے وصیت (4) تقسیمِ میراث۔

تفصیلِ حقوقِ اربعہ

سوال: میت کے مال میں جو چار حقوق ہیں ان کی تفصیل کیا ہے کہ ان کی ادائیگی کیسے کی جائے؟

جواب: ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(1) **تجہیز و تکفین:** سب سے پہلے میت کے مال سے تجہیز و تکفین کا مسنون مقدار کے موافق انتظام کیا جائے گا۔ مسنون مقدار سے نہ عدداً کمی بیشی کی جائے گی اور نہ ہی قیمۃً۔ عدد میں مسنون یہ کہ مرد کے لئے کفن میں تین کپڑے اور عورت کے لئے پانچ ہیں تو اس سے کمی بیشی نہیں کی جائے گی۔

1...المبسوط للسرخسی، 15/145۔

قیمت میں مسنون یہ کہ مرحوم زندگی میں جس طرح کا لباس اپنے دوست احباب کے ہاں پہن کر جاتا تھا اس قیمت کا ہو اس سے کمی بیشی نہ کی جائے۔

(2) **قرض کی ادائیگی:** تجہیز و تکفین سے جو مال بچے اس سے اگر مرحوم پر بندوں کا کوئی قرضہ ہو تو پہلے وہ ادا کیا جائے گا اگرچہ سارا ہی مال ختم ہو جائے۔

(3) **اجرائے وصیت:** قرض کی ادائیگی کے بعد جو مال بچ جائے ،اس کے ایک تہائی $\frac{1}{3}$ حصہ میں اگر مرحوم نے کوئی وصیت کی ہو تو وہ نافذ ہو گی۔

(4) **تقسیمِ میراث:** ان تین حقوق سے جو مال بچ جائے وہ شرعی وارثوں میں ان کے حصص کی مقدار تقسیم ہو گا۔

تجہیز کی تعریف

سوال: تجہیز میں کون کون سے اخراجات شامل ہیں؟

جواب: تجہیز میں میت کی وفات سے لے کر دفن تک وہ تمام اخراجات شامل ہیں جن کی میت کو حاجت ہے۔ جیسے کفن ، غسل دینے والے کی اجرت، قبر بنانے والے کی اجرت، قبرستان لے جانا بلا اجرت ممکن نہ ہو تو اس کی اجرت اور اگر قبر کی جگہ قیمۃً خریدنا پڑے تو اس کی قیمت وغیرہ وغیرہ۔

بقیہ ماندہ میراث کے مستحق افراد

ترکہ کے مستحقین کی تعداد 10 ہے۔ جو بالترتیب حسبِ ذیل ہیں۔

(1) اصحابِ فرائض (2) عصبات نسبیہ (3) عصبات سببیہ (4) عصبۂ سببیہ کے مذکر عصبات (5) ذوی الفروض النسبیہ کو دوبارہ ادائیگی (6) ذوی الارحام (7) مولی الموالاۃ (8) مقرلہ بالنسب (9) موصیٰ لہ بجمیع مالہ (10) بیت المال

مستحقینِ میراث کی ترتیب و تفصیل

سوال: میراث کے مستحق افراد کی تفصیل وترتیب کیا ہے؟

جواب: مستحقینِ میراث کی ترتیب و تفصیل درج ذیل ہے:

(1)اصحاب الفرائض: یہ وہ لوگ ہیں جن کے حصے قرآن و سنت اور اجماع سے مقرر اور متعین ہیں۔ان کو ذوی الفروض بھی کہا جاتا ہے۔یہ 12 اشخاص ہیں:

ان میں 4 مرد اور 8 عورتیں ہیں:

مرد:

(1)باپ(2)دادا(3)اخیافی بھائی(4)شوہر۔

عورتیں:

(5)بیوی(6)بیٹی(7)پوتی(8) حقیقی بہن (9) علاتی بہن (10)اخیافی بہن(11) ماں (12)جدہ(دادی ونانی)مزید تفصیل آگے آئے گی۔

(2)عصبہ نسبی: اگر ذوی الفروض سے کچھ مال بچ جائے تو باقی ماندہ مال عصبات کو مل جائے گا۔اگر ذوی الفروض نہ ہوں تو یہ پورے مال کے وارث بنتے ہیں۔ان کی تین قسمیں ہیں۔

1: عصبہ بنفسہ:وہ مرد رشتہ دار جس کے مرحوم کی طرف نسبت میں کسی عورت کا واسطہ نہ ہو۔

2: عصبہ بغیرہ:وہ خواتین جن کا حصہ نصف یا دو تہائی ہے اور وہ اپنے بھائیوں کی وجہ سے عصبہ بن جاتی ہیں۔

3: عصبہ مع غیرہ:وہ خاتون جو دوسری خاتون کے ساتھ مل کر عصبہ بنتی ہے، جیسے بیٹی کے ساتھ مل کر بہن۔مزید تفصیل آگے آئے گی۔

(3)**عصبہ سببی:** غلام آزاد کرنے والا۔ فی زمانہ چونکہ عصبہ سببی کا وجود نہیں اس لئے اس کی تفصیل کی حاجت نہیں۔

(4)**عصبہ سببی:** کے مذکر عصبات: ان کا بھی دورِ حاضر میں وجود نہیں۔

(5)**ذی الفروض:** کو دوبارہ ادائیگی: اگر دونوں طرح کے عصبات نہ ہوں تو بچہ ہوا مال ذوی الفروض پر دوبارہ تقسیم کر دیا جائے گا۔

(6)**ذوی الارحام:** اگر ذوی الفروض اور عصبات نہ ہوں تو پھر مال کے حقدار ذوی الارحام ہیں۔ ذوی الارحام وہ رشتہ دار ہیں جو نہ ذوی الفروض ہیں نہ عصبات ہیں۔ جیسے نواسے، بھانجے وغیرہ

(7)**مولیٰ الموالاۃ:** فی زمانہ اس کی بھی کوئی صورت نہیں پائی جاتی۔

(8)**مقرلہ بالنسب:** پھر اگر یہ بھی نہ ہوں تو مال کا وارث مقرلہ بالنسب بنے گا۔ یہ وہ شخص ہے جس کا نسب معروف نہ ہو لیکن مرحوم نے اس کے نسب کا اقرار کیا ہو جیسے فلاں میرا بھائی یا چچا وغیرہ۔ اس میں مزید بھی شرائط ہیں۔

(9)**موصیٰ لہ بجمیع المال:** پھر اگر یہ بھی نہ ہو تو مال کا وارث موصی لہ بجمیع المال بنے گا۔ یہ وہ شخص ہے جس کے لئے مرحوم نے کل مال کی وصیت کی ہو۔

(10)**بیت المال:** اگر یہ بھی نہ ہو تو مال تمام مسلمانوں کے استعمال کے لئے بیت المال میں جمع کروا دیا جائے، فی زمانہ چونکہ بیت المال کے منتظمین شرعی تقاضے پورے نہیں کرتے لہٰذا جس کا کوئی بھی وارث نہ ہو تو اس کا مال فقراء میں تقسیم کر دیا جائے۔

میراث سے محروم کرنے والے اسباب

بعض اسباب ایسے ہیں جو وارث کو میراث سے شرعاً محروم کر دیتے ہیں اور وہ چار ہیں:

(1) غلام ہونا: یعنی اگر وارث غلام ہے خواہ کلیۃً غلام ہو یا مدبَّر(یعنی وہ غلام جس کی نسبت مولیٰ نے کہا کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے۔)ہو یا اُمِّ وَلد (یعنی وہ لونڈی جس کے بچہ پیدا ہوا اور مولیٰ نے اقرار کیا کہ یہ میرا بچہ ہے۔) ہو یا مُکَاتَب(یعنی وہ غلام جس کا آقا مال کی ایک مقدار مقرر کرکے یہ کہہ دے کہ اتنا ادا کر دے تو آزاد ہے اور غلام اسے قبول بھی کرلے۔) ہو تو وہ وارث نہ ہو گا۔

(2)مرحوم کا قاتل ہونا: اس سے مراد ایسا قتل ہے جس کی وجہ سے قاتل پر قصاص یا کفارہ واجب ہوتا ہو۔

(3)دین کا اختلاف: یعنی مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہ ہو گا۔

(4) ملکوں کا اختلاف: یعنی یہ کہ وارث اور مورث(یعنی مرنے والا شخص کہ جس کی میراث تقسیم ہو گی) دونوں کافر ہوں اور دو مختلف ملکوں کے باشندے ہوں جن کی آپس میں لڑائی ہو تو اب یہ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔اس مسئلے میں کافی تفصیل ہے۔ یہاں محض اجمالی بیان ہے۔

باقی ماندہ میراث کے مستحق افراد

ترکہ کے مستحقین کی تعداد 10ہے جو بالترتیب حسب ذیل ہیں:

(1)اصحابِ فرائض(2)عصباتِ نسبیہ(3)عصباتِ سببیہ(4)عصبۂ سببیہ کے مذکّر عصبات(5)ذوی الفروض النسبیہ کو دوبارہ ادائیگی(6)ذوی الارحام(7)مولیٰ الموالاۃ (8)مقرلہ بالنسب(9)موصی لہ بجمیع مالہ(10)بیت المال۔

دوسری فصل

اصحابِ فرائض

جن کی حصے قرآن نے مقرر فرمائے۔

(1)باپ (2)دادا (3)اخیافی بھائی (4)شوہر (5)بیوی (6)بیٹی (7)پوتی (8)حقیقی بہن (9)علاتی بہن (10)اخیافی بہن (11)ماں (12)جدہ (دادی ونانی)

ان کی دو قسمیں ہیں: (1)نسبی (2)سببی

نسبی: جو نسب میں شریک ہوں، زوجین کے علاوہ بقیہ تمام۔

سببی: جو نسب میں شریک نہ ہوں جیسے زوجین۔

اصحاب الفرائض کے احوال

(1)**باپ:** باپ کی تین مختلف حالتیں ہیں اور ہر حالت میں اس کا الگ حصہ ہے۔

(۱)جب باپ کے ساتھ میت کا کوئی بیٹا یا پوتا (نیچے تک) ہو تو باپ کو کُل مال میں سے صرف چھٹا حصہ ملے گا۔

(۲)اگر باپ کے ساتھ میت کی بیٹی یا پوتی (نیچے تک) ہے تو باپ کو چھٹا حصہ بطورِ صاحبِ فرض کے ملے گا اور اگر تقسیم کے بعد بچ جائے تو وہ باپ کو بطور عصبہ ملے گا۔

(۳)جب باپ کے ساتھ میت کا بیٹا یا بیٹی یا پوتا یا پوتی (نیچے تک) کوئی نہ ہو تو باپ کو صرف بطورِ عصوبت اصحابِ فرائض سے بچ جانے کے بعد ہی ملے گا اور اس صورت میں کوئی معین حصہ نہیں بلکہ جو کچھ بچا ہو گا وہ سب باپ کو ملے گا۔

(2)**دادا:** دادا کی چار مختلف حالتیں ہیں:

تین حالتیں تو باپ کے احوال ہی کی طرح ہیں، چوتھی حالت یہ کہ اگر باپ موجود ہو تو دادا کا حصہ ساقط ہو جاتا ہے۔

(3) **اخیافی بھائی:** جو ماں کی طرف سے بھائی ہو اس کے مختلف احوال ہیں۔

3:1: اگر ماں شریک بھائی صرف ایک ہے تو اسے چھٹا حصہ ملے گا

3:2: اگر ماں شریک بھائی یا بہن دو یا دو سے زائد ہوں تو وہ سب ایک تہائی میں شریک ہو جائیں گئے اور یہاں بھائی بہنوں کو برابر حصہ ملے گا۔

3:3: ماں شریک بھائی بیٹا بیٹی، پوتا پوتی (نیچے تک) باپ یا دادا کے ہوتے ہوئے محروم ہو جائیں گے۔

(4) **شوہر:** شوہر کی دو مختلف حالتیں ہیں:

4:1: جب مرحومہ کی اولاد یا اولاد در اولاد (بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی نیچے تک) کوئی نہ ہو تو شوہر کو کل مال کا نصف ملے گا۔

4:2: اگر مرحومہ کی کوئی اولاد (بیٹا بیٹی پوتا پوتی نیچے تک) کوئی ہو تو اس صورت میں شوہر کو چوتھائی حصہ ملے گا۔

شوہر کبھی میراث سے مکمل طور پر محروم نہیں ہوتا۔

(5) **بیوی:** بیوی کی بھی دو حالتیں ہیں۔

5:1: اگر شوہر مرحوم کی کوئی اولاد اور اولاد کی اولاد (بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی نیچے تک) نہ ہو تو بیوی تو کل مال کا چوتھائی حصہ ملے گا۔

5:2: اگر شوہر مرحوم کی کوئی اولاد، اور اولاد کی اولاد (بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی نیچے تک) میں سے کوئی ہو تو بیوی کو کل مال کا آٹھواں حصہ ملے گا۔

(6)**بیٹی**:بیٹی کے تین مختلف احوال ہیں:

6:1:اگر مرحوم باپ کی کوئی اور اولاد نہ ہو صرف ایک بیٹی ہو تو اس کو نصف مال ملے گا۔

6:2:اگر بیٹیاں دو یا دو سے زائد ہوں تو ان سب کو دو تہائی ملے گا اور ان میں برابر برابر تقسیم ہو گا۔

6:3:اور اگر بیٹی کے ساتھ میت کا بیٹا بھی ہو تو بیٹا اور بیٹی دونوں عصبہ بن جائیں گے اور مال بطورِ عصوبت دونوں میں اس طرح تقسیم ہو گا کہ بیٹے کو بہ نسبت بیٹی کے دوگنا دیا جائے گا۔

(7)**پوتی**:پوتی کے چھ مختلف احوال ہیں:

7:1:اگر میت کے بیٹا بیٹی نہیں صرف ایک پوتی ہے تو اس کو نصف مال ملے گا۔

7:2:اگر میت کا بیٹا بیٹی نہیں ہے دو پوتیاں ہیں یا دو سے زائد تو وہ دو تہائی میں شریک ہوں گی۔

7:3:اگر میت کی ایک بیٹی بھی ہے تو پوتی ایک ہو یا ایک سے زائد وہ سب کی سب چھٹے حصے میں شریک ہوں گی۔

7:4: پوتیاں حقیقی بیٹیوں کے ہوتے ہوئے محروم ہو جائیں گی بشرطیکہ میت کا کوئی پوتا، پڑپوتا (نیچے تک) موجود نہ ہو۔

7:5:اگر پوتیوں کے ساتھ میت کی دو حقیقی بیٹیاں بھی موجود ہیں اور پوتا یا پڑپوتا (نیچے تک) ہو تو پوتیاں، پوتے یا پڑپوتے کے ساتھ عصبہ ہو جائیں گی۔یعنی پھر اصحاب فرائض سے جو مال بچے وہ ان میں اس طرح تقسیم ہو گا کہ لڑکے کا حصہ لڑکی سے دوگنا ہو گا۔

6:پوتیوں کے ساتھ اگر میت کا بیٹا ہو تو پوتیاں محروم ہو جائیں گی۔

(8) **عینی (حقیقی) بہن:** یعنی سگی بہن اس کے پانچ مختلف احوال ہیں:

8:1: اگر مرحوم کی ایک بہن کے علاوہ اور کوئی نہیں تو اسے نصف مال ملے گا۔

8:2: اگر بہنیں دو یا دو سے زائد ہیں تو دو تہائی میں شریک ہوں گی۔

8:3: اگر میت کی بہنوں کے ساتھ میت کا کوئی بھائی بھی ہو تو وہ اس کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جائیں گی۔ ان میں مال اس طرح تقسیم ہو گا کہ لڑکے کا حصہ لڑکی سے دو گنا ہو گا۔

8:4: اگر بہنوں کے ساتھ میت کی کوئی بیٹی، پوتی یا پڑپوتی (نیچے تک) ہو تو اب بہن عصبہ بن جائے گی یعنی جو کچھ باقی بچے گا وہ لے گی۔

8:5: اگر میت کی بہنوں کے ساتھ اس کا کوئی بیٹا یا پوتا (نیچے تک) یا باپ، داد (اوپر تک) کوئی ہو تو مرحوم کی بہنوں کو کچھ نہیں ملے گا۔

(9) **علاتی بہن:** جو باپ کی طرف سے بہن ہو، اس کے سات مختلف احوال ہیں:

9:1: اگر مرحوم کی علاتی بہن ایک ہو اور حقیقی بہن کوئی نہ ہو تو اُسے آدھا ملے گا۔

9:2: اگر دو یا دو سے زائد علاتی بہنیں ہوں تو وہ دو تہائی میں شریک ہوں گی۔

9:3: اگر مرحوم کی علاتی بہن یا بہنوں کے ساتھ ایک حقیقی بہن ہو تو علاتی بہن یا بہنوں کو صرف چھٹا حصہ ملے گا۔

9:4: اگر علاتی بہن کے ساتھ میت کی دو حقیقی بہنیں ہوں تو اس کو کچھ نہیں ملے گا اس لئے کہ دو تہائی جو زائد سے زائد بہنوں کا حصہ تھا وہ پورا ہو چکا۔

9:5: اگر علاتی بہن کے ساتھ میت کی دو حقیقی بہنیں ہوں اور باپ شریک بھائی بھی ہو تو حقیقی بہنوں کے حصہ کے بعد جو کچھ بچے گا، مرحوم کی علاتی بہنیں، مرحوم کے علاتی بھائیوں کے ساتھ عصبہ ہوں گی۔ باقی ماندہ مال ان میں اس طرح تقسیم ہو گا کہ لڑکے کا

حصہ لڑکی سے دوگنا ہو گا۔

9:6:اگر باپ شریک بہنوں کے ساتھ میت کی بیٹیاں یا پوتیاں (نیچے تک)ہوں تو یہ بہنیں ان کے ساتھ عصبہ ہو جائیں گی۔

9:7: حقیقی بھائی بہن ہوں یاباپ شریک سب کے سب بیٹے یا پوتے(نیچے تک)اور باپ کے ہوتے ہوئے بالاتفاق محروم رہتے ہیں۔ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک دادا کے ہوتے ہوئے بھی محروم ہو جاتے ہیں اور فتویٰ اسی پر ہے۔

9:8:علاتی بہن، حقیقی بھائی کے ہوتے ہوئے محروم ہو جاتے ہیں۔

(10):**اخیافی بہن:**یعنی ماں شریک بہن اس کے وہی احکام ہیں جو ماں شریک بھائی کے ہیں۔

(11)**ماں:**ماں کے تین مختلف احوال ہیں:

11:1:اگر مرحوم کی اولاد (بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی نیچے تک ہو) یا کسی جہت (حقیقی، علاتی، اخیافی) دو بہن، بھائی ہوں تو ماں کو چھٹا حصہ ملے گا۔

11:2:اگر مرحوم کی نہ اولاد اور نہ ہی کسی جہت سے دو بہن، بھائی ہوں تو مرحوم کی ماں کو کل مال کا تہائی حصہ ملے گا۔

11:3:اگر کسی مسئلے میں بیوی اور ماں باپ یا شوہر اور ماں باپ جمع ہوں تو شوہر یا بیوی کو دینے کے باقی ماندہ مال کا تہائی ماں کو ملے گا۔

نوٹ:اگر مذکورہ بالا صورت میں باپ کی جگہ دادا ہو تو ماں کو کل مال کا تہائی ملے گا۔

(12)**دادی، نانی:**اس کو جدہ صحیحہ بھی کہتے ہیں۔اس کے چار مختلف احوال ہیں:

12:1:نانی اور دادی دونوں جمع ہوں تو دونوں چھٹے حصے میں شریک ہوں گی۔

12:2: اگر مرحوم کی ماں موجود ہو تو دادی یا نانی کسی کو کچھ نہیں ملے گا۔

12:3: اگر مرحوم کا باپ موجود ہو تو دادیاں محروم ہوں گی نانیاں محروم نہیں ہوں گی۔

12:4: اگر دادا موجود ہو تو وہ دادی محروم ہو جائے گی جو دادا کے واسطے سے ہے۔(یعنی دادی تو محروم نہیں ہو گی بلکہ دادا کی ماں محروم ہو جائے گی)۔

12:5: قریبی دادی یا نانی دور والی کو محروم کر دیتی ہے، یعنی دادی یا نانی کی موجودگی میں پڑدادی اور پڑنانی محروم ہو جائیں گی اگرچہ یہ خود بھی کسی وجہ سے محروم ہوں۔

تیسری فصل

عصبات کا بیان

عصبات سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے مقرّر شدہ حصے نہیں البتہ اصحابِ فرائض سے جو بچتا ہے انہیں ملتا ہے اور اگر اصحابِ فرائض نہ ہوں تو تمام مال انہی میں تقسیم ہو جاتا ہے۔

عصبات کی دو قسمیں ہیں:(۱)عصبۂ نسبی (۲)عصبۂ سببی۔

(1)**عصبۂ نسبی:** عصبۂ نسبی سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جن کے مقررہ حصے نہیں ہیں بلکہ اصحاب فرائض سے اگر کچھ بچتا ہے تو انہیں ملتا ہے عصبہ نسبی کی تین قسمیں ہیں:

(1)عصبہ بنفسہٖ (2)عصبہ بغیرہ (3)عصبہ مع غیرہ۔

عصبہ بنفسہٖ

عصبہ بنفسہٖ سے مراد وہ مرد ہے کہ جب اس کی نسبت میت کی طرف کی جائے تو درمیان میں کوئی عورت نہ آئے۔ عصبہ بنفسہٖ کی چار قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: جزو میت،یعنی بیٹے پوتے (نیچے تک)

دوسری قسم: اصل میت،یعنی میت کا باپ دادا(اوپر تک)

تیسری قسم: میت کے باپ کا جزو،یعنی بھائی پھر ان کی مذکر اولاد۔ در۔ اولاد (نیچے تک)

چوتھی قسم: میت کے دادا کا جزو،یعنی چچا پھر ان کی مذکر اولاد در اولاد (نیچے تک)

توضیح: یہ چاروں اقسام بالترتیب وارث ہوتی ہیں۔ لہٰذا پہلی قسم (بیٹا،پوتا،پڑپوتا نیچے تک) کے ہوتے ہوئے بقیہ تینوں قسمیں عصبہ نہیں بنیں گی اور اگر پہلی قسم بالکل نہ پائی جائے تو پھر دوسری قسم (باپ،دادا،پردادا اوپر تک) عصبہ بنیں گے اور اس کی موجودگی میں تیسری اور

چوتھی قسمیں عصبہ نہیں بنیں گی اور اگر دوسری قسم بالکل نہ پائی جائے تو تیسری قسم (بھائی، بھتیجے) عصبہ بنیں گے اور اس کی موجودگی میں چوتھی قسم عصبہ نہیں بنے گی اور اگر تیسری قسم بالکل نہ پائی جائے تو پھر چوتھی قسم عصبہ بنے گی۔

تقسیمِ میراث: عصبہ بنفسہ میں میراث کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ اگر ذوی الفروض میں کوئی نہ ہو تو کل مال انہیں کو ملے گا اور اگر ذوی الفروض میں سے کوئی ہو تو ان کے حصے تقسیم کرنے بعد باقی اس کو ملے گا۔

عصبہ بغیرہ: وہ خاتون جو اپنے بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ بن جاتی ہے۔

یہ چار ہیں۔(1) بیٹی (2) پوتی (3) حقیقی بہن (4) علاتی بہن.

تقسیم میراث: اب ان بہن بھائی کے درمیان میراث کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ بھائی کو بہن کی بنسبت دوگنا ملے گا۔

عصبہ مع غیرہ: وہ خواتین جو بیٹی، پوتی (نیچے تک) کی موجودگی میں عصبہ ہو جاتی ہیں۔ یہ دو ہیں۔(1) حقیقی بہن (2) علاتی بہن

تقسیمِ میراث: بیٹی اور پوتی وغیرہ کو ذوی الفروض ہونے کی وجہ سے ان کے مقررہ حصے دیئے جائیں گے ان سے باقی ماندہ عصبہ مع غیرہ میں تقسیم ہو گا۔

عصبہ سببی

مرحوم غلام کو جس نے آزاد کیا ہو۔ اسی کو مولیٰ العتاقۃ بھی کہتے ہیں فی زمانہ اس کا وجود نہیں۔[1]

1 ...مزید معلومات کے لئے حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ "علم المیراث" اور مکتبۃ المدینہ کی شائع کردہ "اصول وراثت" اور "خلاصۃ الفرائض" کتب کا مطالعہ فرمایئے۔

چوتھی فصل

وراثت کے متفرق مسائل

اولاد کو عاق کرنا

سوال: کیا اولاد میں سے کسی کو نافرمانی کی وجہ سے میراث سے عاق کیا جاسکتا ہے؟

جواب: میراث حکمِ شریعت ہے لہٰذا مورث (جس کی وراثت جاری ہوتی ہے، یعنی مرحوم) وارث سے وراثت کو باطل نہیں کر سکتا، یہاں تک کہ وارث بھی اپنے حق وراثت سے دستبردار نہیں ہوسکتا، لہٰذا اماں باپ نافرمانی کی وجہ سے اولاد کو وراثت سے محروم نہیں کر سکتے، ان کا یہ کہنا کہ میں نے اپنی اولاد کو وراثت سے محروم یا عاق کیا فضول ہے۔ وراثت تمام ورثا میں جاری ہوگی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

رہا باپ کا اسے اپنی میراث سے محروم کرنا وہ اگر یوں ہو کہ زبان سے لاکھ بار کہے کہ میں نے اسے محروم الارِث (وراثت سے محروم) کیا یا میرے مال میں اس کا کچھ حق نہیں یا میرے ترکہ سے حصہ نہ دیا جائے یا خیال جہال کا وہ لفظ بے اصل کہ میں نے اسے عاق کیا یا انہیں مضامین کی لاکھ تحریریں لکھے رجسٹریاں کرائے یا اپنا کل مال اپنے فلاں وارث یا کسی غیر کو ملنے کی وصیت کر جائے ایسی ہزار تدبیریں ہوں کچھ کارگر نہیں نہ ہرگز وہ ان وجوہ سے محجوب الارث (وراثت سے روکا ہوا) ہوسکے کہ میراث حقِّ مقررِ فرمودۂ رب العزۃ جل وعلا ہے جو خود لینے والے کے اسقاط سے ساقط نہیں ہوسکتا بلکہ جبراً دلایا جائے گا اگرچہ وہ لاکھ کہتا رہے مجھے اپنی وراثت منظور نہیں میں حصہ کا مالک نہیں بنتا میں نے اپنا

حق ساقط کیا پھر دوسرا کیوں کر ساقط کر سکتا ہے۔

قال اللہ تعالی:. يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْۤ اَوْلَادِكُمْ ۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں اولاد کے متعلق وصیت فرماتا ہے بیٹے کو دو بیٹیوں کا حصہ ہے۔

اشباہ میں ہے:

لو قال الوارث ترکت حقی لم یبطل حقه. یعنی اگر وارث کہے میں نے اپنا حصہ چھوڑا تو اس سے اس کا حق باطل نہ ہو گا۔

غرض بالمقصد محروم کرنے کی کوئی سبیل نہیں، ہاں اگر حالتِ صحت میں اپنا مال اپنی ملک سے زائل کر دے تو وارث کچھ نہ پائے گا کہ جب ترکہ ہی نہیں تو میراث کا ہے کس میں جاری ہو مگر اس قصدِ ناپاک سے جو فعل کرے گا عند اللہ گنہگار وماخوذ رہے گا۔ حدیث میں ہے حضور پرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ فَرَّ مِنْ مِّيرَاثِ وَارِثِهٖ قَطَعَ اللّٰهُ مِيرَاثَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رواہ ابن ماجة عن انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنه یعنی جو اپنے وارث کو اپنا ترکہ پہنچنے سے بھاگے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کی میراث جنت سے قطع فرمادے۔(اسے ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔[1]

بیوہ کا نکاح کرنا وراثت سے محروم نہیں کرتا

سوال: بیوہ نکاح کرلے تو پہلے شوہر کی وراثت میں حصہ دار ہو گی یا نہیں؟

جواب: وراثت سے محرومی کے صرف چار اسباب ہیں، ان چار اسباب کے علاوہ کوئی چیز وارث کو وراثت سے محروم نہیں کر سکتی اور کسی عورت کا اپنے شوہر کی وفات کے بعد

1...فتاوی رضویہ، 18/168۔

عدت گزار کر آگے نکاح کرلیناوراثت سے محرومی کے اسباب میں سے نہیں۔

بیوہ کا حصہ بیان کرتے ہوئے اللہ پاک قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍؕ (پ4،نساء:12)

ترجمہ کنز الایمان: پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں جو وصیت تم کر جاؤ اور دَین نکال کر۔

امامِ اہلسنت، امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وراثت سے محرومی کے صرف چار سبب ہیں کہ وارث غلام ہو یا مورِث کا قاتل یا کافر ہو یا دار الحرب میں رہتا ہو باقی کوئی نا قابلیت اسے اس کے حقِ شرعی سے محروم نہ کرے گی۔[1]

فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دوسری شادی کرنے کے بعد بھی عورت اپنے متوفیٰ شوہر کی جائداد میں حصہ پانے کی مستحق ہے ۔۔۔اگر لڑکی یا لڑکا کوئی اولاد چھوڑ کر مرا ہے تو $\frac{1}{8}$ حصہ ہے۔۔۔اگر خاوند کے ورثہ اس کا پورا حصہ نہیں دیں گے، تو سخت گنہگار، حق العبد میں گرفتار اور مستحقِ عذابِ نار ہوں گے۔[2]

وصیت کی شرعی حیثیت

سوال: وصیت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: اسلام اپنے ماننے والوں کی دنیا و آخرت دونوں کی مصلحتوں کا خیال رکھتا

1... فتاوی رضویہ، 26/291۔
2... فتاوی فیض الرسول، 2/728، ملتقطا۔

ہے۔ ان کی دنیا بھی سنوارتا ہے اور آخرت کی دائمی زندگی بہتر بنانے کے طریقے بھی سکھاتا ہے۔ اسی لیے قرآن و حدیث میں بارہا اس چیز پر ابھارا گیا کہ اپنی آنے والی دائمی زندگی کے لیے جمع کرو۔ ایک جگہ یوں سمجھایا کہ انسان کے صرف تین ہی مال ہیں: ایک جو کھا کر ختم کر دیا، دوسرا جو پہن کر پرانا کر دیا اور تیسرا جو صدقہ کرکے آخرت کے لیے ذخیرہ کر لیا۔ وصیت کی اجازت دے کر شریعت نے آدمی کو بہت سی جائز خواہشات اور اخروی حاجات کو پورا کرنے کا موقع دیا ہے کیونکہ وصیت میں بعض اوقات انسان کسی دوست، رشتے دار کے فائدے کا کوئی کام کرتا ہے جو فی نفسہٖ جائز و مباح ہے اور وصیت میں خصوصاً نیکی کے کاموں کی تاکید کی جاتی ہے، جیسے مسجد، مدرسے، دین یا غریب، یتیم کی خدمت وغیرہ۔

وصیت کرنے کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کے وصیت کرنے سے کہ وصیت کا مال نکال کر باقی ورثا میں تقسیم کریں گے تو ورثا تنگدست ہو جائیں گے تو بہتر ہے کہ وصیت نہ کرے ورنہ اس کے لیے وصیت کرنا مستحب، عظیم اجر و ثواب کا کام ہے اور شرعاً اس کی مقدار یہ ہے کہ بندہ اپنے مال میں سے ایک تہائی حصے کی وصیت کر سکتا ہے۔ ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت معتبر نہیں ہوتی۔ اسی طرح جو شخص پہلے سے ہی وراثت کا حق دار بن رہا ہو، اس کے لیے کی گئی وصیت بھی معتبر نہیں ہوتی، البتہ اگر کسی شخص نے ایک تہائی سے زیادہ کی یا کسی وارث کے لیے وصیت کی اور اُس کے فوت ہونے کے بعد تمام ورثا تہائی سے زیادہ یا وارث کے لیے کی گئی وصیت نافذ کرنے کی اجازت دے دیں اور وہ سب اجازت دینے کے اہل بھی ہوں تو یہ وصیتیں بھی قابلِ عمل ہوں گی۔

Go To Index

ان احکام کے متعلق قرآن و حدیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَقُولُ ابْنُ آدَمَ مَالِي مَالِي قَالَ وَهَلْ لَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مِنْ مَالِكَ إِلَّا مَا أَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ أَوْ تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ [1] ترجمہ: انسان "میرا مال میرا مال" کرتا ہے، آپ نے فرمایا: اللہ پاک فرماتا ہے: اے ابن آدم! تیرا مال صرف وہی ہے جو تونے کھا کر فنا کر دیا، پہن کر بوسیدہ کر دیا یا صدقہ کر کے آگے بھیج دیا۔

وصیت کی اہمیت سے متعلق بخاری شریف میں حدیثِ پاک ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ [2] ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کے لیے یہ مناسب نہیں کہ اس کے پاس کوئی قابلِ وصیت چیز ہو اور وہ وصیت لکھے بغیر دو راتیں گزار لے۔

ایک اور حدیثِ پاک میں ہے کہ سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

مَنْ مَاتَ عَلَى وَصِيَّةٍ مَاتَ عَلَى سَبِيلٍ وَسُنَّةٍ وَمَاتَ عَلَى تُقًى وَشَهَادَةٍ وَمَاتَ مَغْفُورًا لَهُ [3] ترجمہ: جو وصیت کرنے کے بعد فوت ہوا، وہ سیدھے راستے اور سنت پر فوت ہوا اور اس کی موت تقویٰ اور شہادت پر ہوئی اور اس حالت میں مرا کہ اس کی مغفرت ہو گئی۔

1... مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر، حدیث:7420، ص1210۔
2... بخاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا وقول النبی۔۔۔ الخ، 2/230، حدیث:2738۔
3... ابن ماجہ، کتاب الوصایا، باب الحث علی الوصیۃ، 3/304، حدیث:2701۔

ایک حدیثِ پاک میں وصیت کا تفصیلی واقعہ مذکور ہے، چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

عَادَنِی رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَرِيضٌ فَقَالَ أَوْصَيْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِكَمْ قُلْتُ بِمَالِی كُلِّهِ فِی سَبِيلِ اللهِ قَالَ فَمَا تَرَكْتَ لِوَلَدِكَ قُلْتُ هُمْ أَغْنِيَاءُ بِخَيْرٍ قَالَ أَوْصِ بِالْعُشْرِ فَمَا زِلْتُ أُنَاقِصُهُ حَتَّى قَالَ أَوْصِ بِالثُّلُثِ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ[1] ترجمہ: میں بیمار تھا کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام میری عیادت کے لئے تشریف لائے، تو ارشاد فرمایا: کیا تم نے وصیت کر دی ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: کتنے مال کی وصیّت کی؟ میں نے عرض کیا: راہ خدا میں اپنے تمام مال کی وصیت کی ہے۔ آپ نے فرمایا: اپنی اولاد کے لیے کیا چھوڑا؟ میں نے عرض کیا: وہ لوگ اغنیا یعنی صاحبِ مال ہیں، آپ نے فرمایا: دسویں حصہ کی وصیّت کرو۔ تو میں مسلسل کمی کرتا رہا (یعنی بار بار پوچھتا رہا کہ اتنے مال کی وصیت کر دوں ۔۔۔؟) یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: ثلث مال کی وصیّت کرو اور ثلث مال بہت ہے۔

بہارِ شریعت میں ہے:

وصیّت کرنا، جائز ہے۔ قرآن کریم سے، حدیث شریف سے اور اجماع امت سے اس کی مشروعیت (جائز ہونا) ثابت ہے۔ حدیث شریف میں وصیت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے ۔۔۔ وصیّت کرنا مستحب ہے جب کہ اس پر حقوق اللہ کی ادائیگی باقی نہ ہو۔ مستحب یہ ہے کہ انسان اپنے تہائی مال سے کم میں وصیّت کرے خواہ ورثا مالدار ہوں یا فقرا۔ جس کے پاس مال تھوڑا ہو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ وصیّت نہ کرے، جبکہ اس کے وارث

1 . . . ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الوصیۃ بالثلث، 2/292، حدیث: 977۔

موجود ہوں اور جس شخص کے پاس کثیر مال ہو، اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ اپنے ثلث مال (یعنی ایک تہائی۔ $\frac{1}{3}$) سے زیادہ کی وصیّت نہ کرے۔[1]

تہائی سے زیادہ وصیت سے متعلق اسی میں ہے:

وصیّت ثلث مال سے زیادہ کی جائز نہیں، مگر یہ کہ وارث اگر بالغ ہیں اور نابالغ یا مجنون نہیں اور وہ موصِی (وصیت کرنے والے) کی موت کے بعد ثلث مال سے زائد کی وصیّت جائز کر دیں، تو صحیح ہے۔ موصی کی زندگی میں اگر وارثوں نے اجازت دی تو اس کا اعتبار نہیں۔ موصی کی موت کے بعد اجازت معتبر ہے۔

مزید وارث کے لئے وصیت سے متعلق اسی میں ہے:

احناف کے نزدیک وارث کے لئے وصیّت جائز نہیں مگر اس صورت میں جائز ہے کہ وارث اس کی اجازت دے دیں اور یہ اجازت موصی کی حیات میں معتبر نہیں، یہاں تک کہ اگر وارثوں نے موصی کی حیات میں اجازت دی تھی، پھر بھی انھیں موصِی کی موت کے بعد رجوع کر لینے کا حق ہے۔[2]

مورث یا شریعت کے حساب سے وراثت کی تقسیم

سوال: کیا باپ بیٹے اور بیٹیوں کو وراثت میں برابر برابر حصہ دے سکتا ہے؟

جواب: نہیں دے سکتا کیونکہ وراثت میں شریعت کی طرف سے میت کے بیٹے بیٹیوں کا ایک مخصوص حصہ مقرر ہے اور وارث کے لئے وصیت باطل ہے۔ لہٰذا وراثت شریعت

1 . . . بہار شریعت، 3/936-938، حصہ:19، ملخصاً۔
2 . . . بہار شریعت، 3/938-939، حصہ:19۔

Go To Index

کے مطابق ہی تقسیم ہو گی۔

اولاد کے حصے کے بارے میں اللہ پاک کا ارشاد ہے:

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ (پ4،نساء:11)

ترجمہ کنز الایمان: بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر ہے۔

سننِ ابنِ ماجہ شریف میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو حجۃ الوداع کے موقع پر یہ فرماتے ہوئے سنا: اِنَّ اللہَ قَدْ اَعْطٰى كُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّهٗ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ[1] یعنی اللہ پاک نے ورثاء میں سے ہر ایک حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے(یعنی اس کا شرعی حصہ مقرر فرما دیا ہے) تو اب کسی وارث کے لئے وصیت نہیں ہو سکتی۔

وراثت میں خنثیٰ کا حصہ

سوال: خنثیٰ کو وراثت میں کتنا حصہ ملے گا؟

جواب: شرعی معیار کے مطابق جس پر خنثیٰ مشکل کا اطلاق ہو جائے، تو اس پر جس طرح باقی احکامِ دینیہ لاگو ہوتے ہیں، اسی طرح اس کو وراثت میں بھی حصہ دیا جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ اسے مرد و عورت تسلیم کر کے دیکھا جائے گا کہ دونوں صورتوں میں سے جس صورت میں اسے کم حصہ ملتا ہے، وہی حصہ دیا جائے گا۔ مثلاً: میت کی اولاد میں ایک بیٹا، ایک بیٹی اور ایک خنثیٰ ہے، تو خنثیٰ کو بیٹا تسلیم کرنے کی صورت میں دو گنا ملے گا اور بیٹی تسلیم کرنے کی صورت میں ایک گنا ملے گا، لہٰذا اسے بیٹی تسلیم کر کے کم حصہ دیا

1...ابن ماجہ، کتاب الوصایا، باب لا وصیۃ لوارث، 3/310، حدیث:2713۔

جائے گا یا دو صورتوں میں سے جس صورت میں اسے محروم رکھا جا سکتا ہے، وہی صورت اختیار کی جائے گی۔ مثلاً: میت کے ورثا میں سے شوہر، ایک حقیقی بہن اور ایک باپ کی طرف سے خنثیٰ اولاد ہے، تو خنثیٰ کو باپ کی طرف سے میت کی بہن تسلیم کیا جائے، تو ذوی الفروض ہونے کی وجہ سے اس کو مخصوص حصہ ملے گا اور اگر باپ کی طرف سے میت کا بھائی تسلیم کیا جائے، تو عصبہ ہونے کی بناء پر اس کو کچھ بھی نہیں ملے گا، لہٰذا اسے باپ کی طرف سے میت کا بھائی تسلیم کر کے وراثت سے محروم رکھا جائے گا۔ صاحب درمختار علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(وله) في الميراث (أقل النصيبين) يعني أسوأ الحالين به يفتي[1] ترجمہ: اور خنثیٰ مشکل کو وراثت میں دو حصوں میں سے کم حصہ یعنی دو حالتوں میں سے نچلی حالت والا حصہ ملے گا۔ یہی مفتی بہ قول ہے ۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفٰی:1252ھ) مذکورہ بالا عبارت کے تحت فرماتے ہیں: فأيهما أقل يعطاه وإن كان محروما على أحد التقديرين فلا شيء له[2] ترجمہ: (خنثیٰ مشکل کو مذکر و مؤنث تسلیم کر کے) دونوں حصوں میں سے جو کم حصہ ہو، اسے دیا جائے گا اور اگر دو صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں محروم ہو، تو اس کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔

1...درمختار، کتاب الخنثیٰ، 10/482۔
2...ردالمحتار، کتاب الخنثیٰ، 10/482۔

بہارِ شریعت میں ہے: خنثیٰ مشکل کا حکم یہ ہے کہ اس کو مذکر و مؤنث مان کر جس صورت میں کم ملتا ہے، وہ دیا جائے گا اور اگر ایک صورت میں اسے حصہ ملتا ہے اور ایک صورت میں نہیں ملتا، تو نہ ملنے والی صورت اختیار کی جائے گی۔[1]

نیز بہار شریعت میں ہے:

اگر خنثٰی کو لڑکا مانتے ہیں، تو اسے ۵ حصوں میں سے دو حصے ملتے ہیں اور اگر اسے لڑکی مانتے ہیں، تو چار حصوں میں سے ایک حصہ ملتا ہے اور ظاہر ہے کہ $\frac{2}{5}$، $\frac{1}{4}$ سے زیادہ ہے، لہٰذا اس کو مؤنث والا حصہ یعنی $\frac{1}{4}$ دیا جائے گا۔۔۔۔اگرخنثیٰ کو باپ کی طرف سے بھائی قرار دیا جائے، تو وہ عصبہ بنے گا اور اس کے لئے کچھ نہ بچے گا، اس لئے کہ نصف شوہر کا اور نصف حقیقی بہن کا فرض حصہ ہے اور عصبہ کو اس وقت ملتا ہے جب ذوی الفروض سے کچھ بچے، اور جب خنثیٰ کو باپ کی طرف سے بہن فرض کیا گیا، تو وہ ذوی الفروض میں سے ہے اور ٦ سے مسئلہ بنانے کے بعد نصف یعنی ٣ شوہر کو ملے اور نصف حقیقی بہن کو اور خنثیٰ کو چھٹا حصہ یعنی ایک، بہنوں کا دو تہائی حصہ پورا کرنے کے لئے اور مسئلہ عول ہو کرے سے ہو گیا لہٰذا خنثیٰ کو مذکر مان کر محروم رکھا جائے گا۔[2]

لڑکیوں کو میراث میں سے حصہ نہ دینا

سوال: لڑکیوں کو میراث میں سے حصہ نہ دینا کیسا؟

جواب: لڑکیوں کو حصہ نہ دینا حرام قطعی ہے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرّحمٰن (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

1...بہار شریعت، 3/1174، حصہ:20۔
2...بہار شریعت، 3/1175، حصہ:20۔

لڑکیوں کو حصہ نہ دینا حرامِ قطعی ہے اور قرآنِ مجید کی صریح مخالفت ہے۔قال اللہ تعالی: یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِۚ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اللہ تعالٰی تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں کہ بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔

ابن ماجہ وغیرہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ فَرَّ مِنْ مِّیْرَاثِ وَارِثِہٖ قَطَعَ اللّٰہُ مِیْرَاثَہٗ مِنَ الْجَنَّۃِ جو اپنے وارث کو میراث پہنچنے سے بھاگے گا اللہ تعالٰی جنت سے اس کی میراث قطع فرمادے گا۔ [1]

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

اناث (لڑکیوں) کو محروم کرنا حرام قطعی ہے ہنود کا اتباع اور شریعت مطہرہ سے منہ پھیرنا ہے جبکہ اس میں نابالغوں کا حق مخلوط ہے اور معلوم ہے کہ یہ خالص اپنے حصے سے نہیں کرتے بلکہ کل کو اپنا ہی حصہ جانتے ہیں تو اس میں سے نہ کھانا جائز نہ کچھ لینا۔قال اللہ تعالی: اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًاؕ وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا (اللہ تعالٰی نے فرمایا:) وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں نہیں بھرتے مگر آگ اور عنقریب بھڑکتی آگ میں جائیں گے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ [2]

عورت کو وراثت میں مرد سے کم حصہ کیوں

سوال: عورت کو وراثت میں مرد سے کم حصہ کیوں دیا جاتا ہے؟

جواب: مسلمان پر لازم ہے کہ اللہ پاک کے ہر حکم کو دل و جان سے قبول کرے کہ اسلام کا معنی ہی سر تسلیم خم کرنا ہے نیز اللہ پاک کے احکام میں ہزارہا حکمتیں ہیں، ہر

1... فتاوی رضویہ، 26/314۔
2... فتاوی رضویہ، 26/366۔

حکم کی حکمت کو ہم اپنی ناقص عقل اور ناقص علم کے ذریعے سمجھ جائیں یہ ضروری نہیں، لہٰذا حکمت سمجھ آئے یا نہ آئے بہر حال اللہ پاک کے ہر حکم کو دل و جان سے قبول کرنے میں ہی دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔

جہاں تک وراثت میں مرد کو عورت سے زیادہ حصہ ملنے کی بات ہے۔ اول تو یہ ذہن نشین رہے کہ ہر ہر مسئلے میں ایسا نہیں ہوتا کہ مرد کو زیادہ اور عورت کو کم حصہ ملے بلکہ وراثت کے مسئلے کی ورثا کے اعتبار سے مختلف صورتیں بنتی ہیں اور بعض صورتوں میں عورت کو مرد سے زیادہ حصہ بھی مل سکتا ہے۔ جیسے میت نے ورثا میں ماں، ایک بیٹی، ایک پوتی اور ایک چچا چھوڑا ہو، تو کل مال کو 6 حصوں میں تقسیم کرکے ماں کو 1 حصہ، بیٹی کو 3 حصے، پوتی کو ایک حصہ اور چچا کو 1 حصہ ملے گا۔ اس کی صورت یوں بنے گی:

مسئلہ 6:

میـــــــــت

ماں	بیٹی	پوتی	چچا
$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{6}$	عصبہ
1	3	1	1

اگر مرنے والے نے ماں، 2 حقیقی بہنیں اور چچا چھوڑا ہو، تو کل مال کو 6 حصوں میں تقسیم کرکے ماں کو 1 حصہ، دونوں بہنوں کو 4 حصے اور چچا کو 1 حصہ ملے گا۔ اس کی صورت یوں بنے گی:

مسئلہ 6

میــــــــــــت

ماں	2 حقیقی بہنیں	چچا
$\frac{1}{6}$	$\frac{2}{3}$	عصبہ
1	4	1

یونہی مرنے والے نے اگر ایک بیوہ، 2 بیٹیاں، ماں اور چچا چھوڑے ہوں، تو کل مال کو 24 حصوں میں تقسیم کر کے بیوہ کو 3 حصے، دونوں بیٹیوں کو 16 حصے، ماں کو 4 حصے اور چچا کو صرف 1 حصہ ملے گا۔ صورت یوں ہو گی:

مسئلہ 24

میــــــــــــت

ماں	بیوہ	2 بیٹیاں	چچا
$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{8}$	$\frac{2}{3}$	عصبہ
4	3	16	1

الغرض بہت سی ایسی صورتیں ہیں، جن میں عورتوں کو مردوں کے برابر یا زیادہ حصہ ملتا ہے، بلکہ بعض صورتیں ایسی بھی بنتی ہیں کہ مرد کو کچھ نہیں ملتا، صرف عورتوں کو ہی ملتا ہے۔ مثلاً کسی نے ماں، ایک بیوہ، دو بہنیں اور بھتیجا وارث چھوڑا ہو، تو کل مال کو 13 حصوں میں تقسیم کر کے ماں کو 2 حصے، بیوہ کو 3 حصے اور دونوں بہنوں کو 8 حصے دیں گے اور بھتیجے کو کچھ نہیں ملے گا، کیونکہ بھتیجا عصبہ میں سے ہے اور عصبہ کو ذوی الفروض سے بچنے والا مال ملتا ہے، اگر کچھ مال نہ بچے تو عصبہ کو کچھ نہیں ملتا۔ اس مثال کا مسئلہ یوں بنے گا:

مسئلہ:12ع13

میـــــــــــــت

ماں	بیوہ	2بہنیں	بھتیجا
$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{2}{3}$	محروم
2	3	8	

ہاں بعض صورتوں میں عورت کو مرد کے مقابلے میں کم حصہ ملتا ہے جیسے سگے بہن بھائی ہوں تو بھائی کے دو حصے اور بہن کا ایک حصہ ہوتا ہے اسی طرح بیٹا بیٹی ہو تو بیٹی کا ایک حصہ اور بیٹے کے دو حصے ہوتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

چنانچہ اللہ پاک قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِيٓ أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ (پ4،نساء:11)

ترجمہ کنز الایمان: اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں، بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر۔

اس حکمِ الٰہی کی متعدد حکمتیں علمائے کرام نے بیان فرمائی ہیں، جن میں سے چند حکمتیں درج ذیل ہیں:

پہلی حکمت: عام طور پر مرد کے ذمہ لازم آنے والے اخراجات عورت کے ذمہ لازم آنے والے اخراجات کے مقابلے میں زیادہ ہوتے ہیں، کیونکہ لڑکی کا نفقہ شادی سے پہلے اس کے باپ پر لازم ہوتا ہے اور شادی کے بعد شوہر پر لازم ہوتا ہے، جبکہ مرد پر اپنے خرچ کے ساتھ ساتھ بیوی بچوں کا نفقہ بھی لازم ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں والدین کا نفقہ بھی لازم ہوتا ہے۔ اگرچہ بعض صورتوں میں عورت پر بھی والدین کا نفقہ لازم

ہو جاتا ہے لیکن اس کی نوبت کم ہی آتی ہے، لہٰذا مرد کو عورت کے مقابلے میں مال کی زیادہ حاجت ہے، اس وجہ سے مرد کو عورت سے زیادہ حصہ دیا گیا۔

دوسری حکمت: عورت میں عقل و فہم کم ہونے کے ساتھ ساتھ، اس کی خواہشات عموماً بہت زیادہ ہوتی ہیں، اگر عورت کو مال زیادہ ملے گا، تو عورت اس سے ناجائز کاموں کی طرف جلدی مائل ہو گی، جس سے فساد برپا ہو گا، جبکہ مرد کی خواہشیں عموماً عورت سے کم ہوتی ہیں اور مرد عورت کے مقابلے میں زیادہ سوچ سمجھ کر مال خرچ کرتا ہے، اس وجہ سے مرد کو عورت سے زیادہ حصہ دیا گیا۔

تیسری حکمت: مرد عام طور پر عورت کے مقابلے میں اپنا مال نیک کاموں میں زیادہ خرچ کرتا ہے۔ مثلاً غریبوں، یتیموں، بیواؤں، مصیبت زدوں کی مدد کرنا، مسجد و مدرسہ کی تعمیر میں حصہ لینا، مسافر خانہ و پُل بنوانا وغیرہ، کیونکہ مرد کا گھر سے باہر نکلنا اور لوگوں میں اٹھنا بیٹھنا زیادہ ہوتا ہے لہٰذا اسے ان نیک کاموں میں خرچ کرنے کے مواقع زیادہ ملتے ہیں، جبکہ عورت کا اکثر وقت گھر میں گزرنے کی وجہ سے وہ نیک کاموں میں حصہ کم ہی ملا پاتی ہے۔

چوتھی حکمت: وراثت میں عورتوں کو کم حصہ ملنے کی بات سمجھنے کے لئے یہ بات سامنے رکھنا ضروری ہے کہ اللہ پاک نے عورت کے مقابلے میں مرد کو شرف زیادہ عطا کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہوتا ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (پ5، نساء:34)

ترجمہ کنز الایمان: مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لیے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی۔

وراثت میں اس کو زیادہ حصہ ملنا بھی ایک شرف اور فضلیت ہی کا پہلو ہے۔ مرد کو کن کن مقام پر عورت کے مقابلے پر فضیلت حاصل ہے؟ اس کی چند مثالیں یہ ہیں:

1: مرد کو زیادہ عقل دی گئی ہے۔

2: مرد عزم کا زیادہ پختہ ہوتا ہے۔

3: مرد عورت سے زیادہ دور اندیش ہوتا ہے۔

4: مرد کو جسمانی طاقت و قوت زیادہ دی گئی ہے۔

5: مرد نماز، روزے کی کثرت میں زیادہ قوی ہے۔

6: منصبِ نبوت مرد کے حصے میں آیا ہے۔

7: خلافتِ کبری بھی مرد ہی کا حق ہے۔

8: نماز کی امامت، اذان، خطبہ تکبیرات تشریق بھی مرد ہی ادا کرتا ہے۔

9: حدود و قصاص میں صرف مرد ہی گواہ بن سکتا ہے۔

10: اصحابِ فرائض کے بعد وراثت کے دوسرے حق دار عصبات ہیں اور ان میں سب کے سب مرد ہی ہیں۔

11: عقدہ نکاح کا مالک مرد کو بنایا گیا ہے یعنی عورت اپنے آپ کو طلاق نہیں دے سکتی کہ یہ منصب صرف مرد کا ہے۔

12: مرد ہی سے نسب چلتا ہے، مرد کو داڑھی اور عمامے کی زینت نصیب ہوئی، مردوں پر عورتوں کا نفقہ لازم ہوا۔

ان تمام باتوں کی روشنی میں پتا یہ چلا کہ جس طرح مرد کو دیگر کئی اعتبار سے عورت پر برتری حاصل ہے، اسی طرح وراثت میں بھی اسے فوقیت دی گئی ہے۔

احکامِ الٰہیہ کی حکمتیں سمجھ آئیں یا نہ آئیں بہر حال انہیں دل و جان سے قبول کرنا لازم ہے۔ جو حکمتیں اوپر بیان ہوئیں، یہ علماء کے کلام سے مستفاد ہیں۔ اگر یہ سمجھ نہ آئیں، تو یہ بات یاد رکھی جائے کہ بندے اپنی طاقت و علم کے مطابق جو بیان کر سکتے تھے، وہ بیان ہوا، لیکن اللہ پاک کا بیان کردہ حکم ہی درست ہے، اس میں کوئی خامی نہیں ہو سکتی۔

ایک مسلمان کا کیا طرزِ عمل ہونا چاہیے؟ اس تعلق سے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: احکام الٰہی میں چون و چرا نہیں کرتے الاسلام گردن نہادن نہ زبان بجرأت کشادن (اسلام، سرِ تسلیم خم کرنا ہے، نہ کہ دلیری سے لب کشائی کرنا) بہت احکام الٰہیہ تعبدی ہوتے ہیں اور جو معقول المعنیٰ ہیں، ان کی حکمتیں بھی من و تو کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ غرض ایسے بیہودہ سوالوں کا دروازہ کھولنا علوم و برکات کا دروازہ بند کرنا ہے، مسلمان کی شان یہ ہے: سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا٘ۗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ: ہم نے سنا اور اطاعت کی، تیری بخشش کے طلبگار ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔[1]

مرد کو میراث میں عورت سے زیادہ حصہ ملنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس لیے کہ بیٹی کے ذمہ اپنا خرچ ہے نہ دوسروں کا، شادی سے پہلے اس کا خرچ باپ کے ذمے ہے اور شادی کے بعد خاوند کے مگر بیٹے پر اپنا بوجھ بھی ہے اور بیوی بچوں کا بھی، زیادہ خرچ والے کو زیادہ حصہ دلوایا گیا۔ نیز مرد عورت سے افضل ہے، اسی لیے نبوت، امامت، قضاء مردوں کے لیے ہے، عورتوں کے لیے نہیں۔ نیز عورت کی گواہی مرد سے

1... فتاویٰ رضویہ، 13/297۔

آدھی ہے، اس لیے اس کی میراث بھی مرد سے آدھی رکھی گئی۔ نیز عورت کی عقل کم شہوت زیادہ ہے، اس حالت میں اگر اسے مالِ کثیر دیا جائے تو فساد ہی برپا ہوگا۔[1]

بیٹا باپ کی کمائی میں شریک رہا

سوال: اگر بیٹا باپ کے کاروبار میں شامل رہا ہر طرح سے باپ کی معاونت کرتا رہا۔ ایسی صورت میں کاروبار سے جو نفع ہوا اس پر کس کا حق ہے اور کس کی ملک ہے اور باپ کی وفات کے بعد بیٹا اس میں سے کچھ منہا کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مذکورہ میں تمام نفع و کمائی پر باپ کا حق ہے اور باپ ہی کی ملکیت ہے بیٹے کو اس پر کوئی حقِ ملک حاصل نہیں، اور باپ کی وفات کے بعد کل مال باپ کا ترکہ کہلائے گا بیٹا اپنے حصہ زائد نہیں لے سکتا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

تجارت زراعت وغیرہا جس کام میں فرزند نے اپنے باپ کی اعانت و مددگاری کے طور پر کچھ کمایا وہ صرف ملک پدر ہے یعنی جب تک اس کا خورد ونوش ذمۂ پدر تھا اور اپنا کوئی ذاتی مال وکسب جداگانہ نہ رکھتا تھا بلکہ اسے حرفت وکسب پدری میں جس طرح سعید بیٹے اپنے باپ کی اعانت کرتے اور اسے کام کی تکلیف سے محفوظ رکھتے ہیں اس کا معین ومددگار تھا تو جو کچھ ایسی وجہ وحالت میں کمایا سب باپ کا ہے جس میں بیٹے کے لئے کوئی حق ملک نہیں، فتاوٰی خیریہ پھر عقود الدریہ میں ہے:

حیث کان من جملۃ عیالہ والمعینین لہ فی امورہ واحوالہ فجمیع ماحصلہ بکدہ وتعبہ فھو ملک خاص لابیہ لاشیئ لہ فیہ حیث لم یکن

1... تفسیر نعیمی،4/508۔

له مال ولو اجتمع له بالكسب جملة اموال لانه فی ذلک لابیه معین حتی لو غرس شجرة فی هذه الحالة فهی لابیه نص علیه علماؤنا رحمهم الله تعالی. (یعنی) جب وہ والد کی عیال میں ہے اور والد کے معاونین میں سے ہے تو ایسی صورت میں والد کے امور اور احوال میں جو بھی اس کی محنت وکاوش سے حاصل ہو گا وہ خاص والد کی ملکیت ہو گا اس میں اس کے بیٹے کا مال نہ ہونے کی صورت میں کوئی ملکیت نہ ہو گی اگرچہ اس بیٹے کی محنت سے بہت سے اموال جمع ہوئے ہوں کیونکہ وہ اس میں والد کا معاون ہے حتی کہ اگر وہ کوئی پودا لگائے تو اس حالت میں پودا والد کا ہو گا، اس پر ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ تعالی نے تصریح فرمائی ہے۔[1]

بڑے بیٹے نے ترکہ سے کاروبار کیا

سوال: باپ کے ترکہ سے بڑے بیٹے نے کاروبار کیا تو نفع کی تقسیم کیسے ہو گی؟

جواب: یہاں دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت: اگر بڑے بیٹے کے علاوہ اس کے دوسرے بہن بھائی بھی کاروبار میں شرکت کرتے تھے اگرچہ بڑا لڑکا زیادہ کام کرتا تھا اور زیادہ سمجھدار اور امورِ تجارت میں ماہر تھا، اگرچہ یہ شرکتِ مفاوضہ نہیں قرار پائے گی مگر یہ سب نفع میں برابر کے شریک ہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

يقع كثيرا في الفلاحين ونحوهم أن أحدهم يموت فتقوم أولاده على تركته بلا قسمة ويعملون فيها من حرث وزراعة وبيع وشراء واستدانة ونحو ذلك وتارة يكون كبيرهم هو الذي يتولى مهماتهم

1... فتاوی رضویہ، 18/166۔

ويعملون عنده بأمره وكل ذلك على وجه الإطلاق والتفويض لكن بلا تصريح بلفظ المفاوضة ولا بيان جميع مقتضياتها مع كون التركة أغلبها أو كلها عروض لا تصح فيها شركة العقد ولا شك أن هذه ليست شركة مفاوضة خلافا لما أفتى به في زماننا من لا خبرة له بل هي شركة ملك كما حررته في تنقيح الحامدية فإذا كان سعيهم واحدا ولم يتميز ما حصله كل واحد منهم بعمله يكون ما جمعوه مشتركا بينهم بالسوية وإن اختلفوا في العمل والرأي كثرة وصوابا كما أفتى به في الخيرية. [1] یعنی کسانوں میں اکثر ہوتا ہے کہ کوئی ایک فوت ہوجاتا ہے تو بلا تقسیم اولاد ترکہ پر قائم رہتی ہے، اور کھیتی باڑی، خرید و فروخت، اور قرض وغیرہ کا سلسلہ رہتا ہے۔ ان (بہن بھائیوں) میں بڑا ان کے اہم امور کی سربراہی کرتا ہے اور بقیہ اس کے حکم سے کام کرتے ہیں۔ یہ تمام امور مطلقا باہم رضامندی سے انجام پذیر ہوتے ہیں۔ لیکن لفظ مفاوضہ (شرکت کی ایک قسم) کی کوئی تصریح نہیں ہوتی اور نہ ہی مفاوضہ کے تمام متقاضی کا بیان کیا جاتا ہے ساتھ اس کے کہ اس ترکے کے اکثر یا کل حصے ہوتے ہیں، اس صورت میں شرکتِ عقد صحیح نہیں، اور بلاشک یہ شرکت مفاوضہ بھی نہیں، خلاف ان کے جنہوں نے ہمارے زمانے میں فتویٰ دیا اور انہیں اس کی خبر نہیں بلکہ یہ شرکتِ ملک ہے جیسا کہ میں نے تنقیح الحامدیہ میں تحریر کیا۔ جب ان کا کام ایک ہے اور ان میں سے ہر ایک کے عمل سے جو حاصل ہو اس کی کوئی تمیز نہیں۔ تو انہوں نے جو جمع کیا مشترکاً ان کے مابین برابر ہوگا اگرچہ عمل اور رائے میں باعتبارِ کثرت اور حصولِ مقصد فرق ہو جیسا کہ فتاوی

1 . . . ردالمحتار، کتاب الشرکۃ، مطلب فیما یقع کثیرا فی الفلاحین، 6/472۔

خیریہ میں فتوی ہے۔

دوسری صورت : اور اگر چھوٹے بہن بھائیوں نے بالکل کام نہیں کیا ہے۔ سارا کاروبار خرید و فروخت بڑا بھائی کرتا تھا مگر روپیہ سب کا تھا۔ تو چھوٹے صرف باپ کی طرف سے متروکہ مال میں اپنے حصے کے مالک ہیں، متروکہ سے حاصل ہونے والے نفع کے مالک نہیں۔ لہٰذا باپ کے ترکہ سے اپنے حصے کا تقاضہ کرسکتے ہیں۔ اس سے حاصل ہونے والے نفع کا نہیں۔

البتہ بڑے بھائی کے لئے ان کے حصے سے حاصل ہونے والا نفع کی مِلکِ خبیث ہے، اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ ان کے حصے سے حاصل ہونے والے نفع کو اپنے استعمال میں لائے۔ لہٰذا اس پر واجب ہے کہ وہ یا تو وہ نفع مسلمان فقیروں میں صدقہ کر دے، یا چھوٹے بہن بھائیوں جن کے حصے کا نفع تھا ان کو دے دے اور بہن بھائیوں کو دینا زیادہ بہتر و افضل ہے۔ چھوٹوں کے لئے حلال اور طیب ہے کہ انہی کے حصے کا نفع ہے۔ جبکہ بڑا بھائی جس نے کاروبار کیا تھا اس کے لئے ان کے حصے سے حاصل ہونے والے نفع کو اپنے استعمال میں لانا شرعاً حرام ہے۔ تو پھر بہتر یہی ہے کہ جن کے حصے کا نفع ہے ان کو دے دیا جائے ان کی دلجوئی بھی ہوگی، صلہ رحمی بھی ہوگی اور صاحب حق کی ملک کا نفع اسی کو پہنچے گا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

جبکہ نہ ان لڑکیوں نے اپنا حصہ مانگا نہ لڑکوں نے دیا اور بطور خود اس میں تجارت کرتے رہے تو وہ چاروں لڑکیاں اصل متروکہ میں اپنا حصہ طلب کرسکتی ہیں تجارت سے جو نفع ہوا وہ لڑکیاں اس کی مالک نہیں، ہاں ان کے حصہ پر جو نفع ہوا لڑکوں کے لئے ملک خبیث ہے لڑکوں کو جائز نہیں کہ اسے اپنے تصرف میں لائیں، ان پر واجب ہے کہ یا تو وہ نفع

فقراء مسلمین پر تصدق کریں یا چاروں لڑکیوں کو دے دیں اور یہی بوجوہ افضل و اولیٰ ہے اور ان لڑکیوں کے لئے حلال طیب ہے کہ انہیں کی ملک کا نفع ہے جبکہ لڑکوں پر شرعاً حرام ہے کہ ان لڑکیوں کے حصہ کا نفع اپنے صرف میں لائیں تو لڑکیوں ہی کو کیوں نہ دیں کہ ان کی دلجوئی ہو صلہ رحم ہو صاحبِ حق کی ملک کا نفع اسی کو پہنچے۔[1]

زندگی میں میراث کی تقسیم

سوال: اگر کسی نے اپنی زندگی میں ہی اپنی اولاد میں میراث تقسیم کرنی ہو تو اس کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: زندگی میں جائیداد کی تقسیم بطور میراث نہیں ہوتی، بلکہ جو کچھ دیا جاتا ہے وہ ہبہ کہلاتا ہے اور اگر زندگی میں اپنی اولاد میں جائیداد تقسیم کریں تو سب میں مساوی کریں گے یعنی بیٹے، بیٹیوں کو برابر کا حصہ ملے گا ہاں اگر کوئی دینداری میں زیادہ ہے تو اس کو زیادہ دینے میں حرج نہیں۔ یہ بھی صرف زندگی میں جائیداد کی تقسیم میں ہے ورنہ مرحوم کی تقسیم میراث میں شریعت کے مقرر کردہ حصوں کے مطابق ہی حصہ ملے گا، کوئی کمی بیشی کی گنجائش نہیں۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَنَّ اُمَّهُ بِنْتَ رَوَاحَةَ سَاَلَتْ اَبَاهُ بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ مِنْ مَالِهِ لِابْنِهَا فَالْتَوَى بِهَا سَنَةً ثُمَّ بَدَا لَهُ فَقَالَتْ لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهِدَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَا وَهَبْتَ لِابْنِي فَاَخَذَ اَبِي بِيَدِي وَاَنَا يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ فَاَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ اِنَّ اُمَّ هٰذَا بِنْتَ رَوَاحَةَ اَعْجَبَهَا اَنْ اُشْهِدَكَ عَلَى الَّذِی وَهَبْتُ لِابْنِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ

1 . . . فتاویٰ رضویہ، 26/373۔

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَشِيرُ أَلَكَ وَلَدٌ سِوَى هٰذَا قَالَ نَعَمْ فَقَالَ اَكُلَّهُمْ وَهَبْتَ لَهُ مِثْلَ هٰذَا قَالَ لَا قَالَ فَلَا تُشْهِدْنِي إِذًا فَإِنِّي لَا أَشْهَدُ عَلَى جَوْرٍ [1] یعنی ان (نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ) کی ماں بنتِ رواحہ نے ان کے والد سے درخواست کی، کہ وہ اپنے مال میں سے کچھ ان کے بیٹے (حضرت نعمان رضی اللہ عنہ) کو ہبہ کر دیں میرے والد نے ایک سال تک معاملہ ملتوی رکھا پھر انہیں اس کا خیال آیا میری والدہ نے کہا میں اس وقت راضی نہیں ہوں گی جب تک میرے بیٹے کے ہبہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو گواہ نہ کرلو۔ میرے والد صاحب میرا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اس وقت میں نو عمر لڑکا تھا۔ میرے والد نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اس کی ماں بنتِ رواحہ یہ چاہتی ہیں کہ میں آپ کو اس چیز میں گواہ کرلوں جو میں اپنے اس بیٹے کو ہبہ کی ہے۔ آپ نے پوچھا: اے بشیر! کیا اس کے علاوہ تمہاری اور اولاد بھی ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: کیا سب کو اتنا مال ہبہ کیا ہے؟ عرض کی: نہیں! آپ نے فرمایا: پھر مجھے گواہ نہ بناؤ کیونکہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وروی عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه لا بأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين وإن كانا سواء يكره. [2] یعنی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اس میں (زندگی میں بعض کو بعض پر ترجیح دینے میں) کوئی حرج نہیں جبکہ زیادہ مال دینے کی وجہ دینی فضیلت ہو اگر دونوں برابر ہوں تو مکروہ ہے۔

---

1 . . . مسلم، کتاب الہبات، باب کراہۃ تفضیل بعض الاٴولاد فی الھبۃ، ص:758، حدیث:4182۔
2 . . . فتاوی ہندیہ، کتاب الھبۃ، الباب السادس فی الھبۃ للصغیر، 4/391۔

ماہانہ پنشن ترکہ میں شامل نہیں

سوال: مرحوم کے مرنے کے بعد حکومت یا کسی کمپنی کی طرف سے جو ماہانہ پنشن ملتی ہے وہ بھی ترکہ میں تقسیم ہو گی یا نہیں؟

جواب: نہیں! وہ حکومت یا کمپنی کی طرف سے تبرُّع ہے میت کا ترکہ نہیں، لہٰذا حکومت یا کمپنی اپنے قواعد وضوابط کے مطابق ورثا میں سے جسے چاہے دے، اسی کا ہے، کوئی دوسرا اس میں سے تقاضا نہیں کر سکتا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

بتصریحِ علماء منصب وپنشن بھی موروث نہیں بعد فوت منصب دار، رئیس جس کا نام مقرر کر دے وہی مستحق ہے باقی وَرَثہ کا کچھ حق نہیں۔ فتح القدیر وردالمحتار میں ہے:

العطاء صلة فلایورث و یسقط بالموت -عطیہ ایک صلہ ہے وراثت نہیں ہے اور موت سے پہلے یہ صلہ ختم ہو جاتا ہے۔[1]

فاتحہ کا خرچہ

سوال: کیا تیجے، ساتویں وغیرہ کی فاتحہ کا خرچ ترکہ سے لے سکتے ہیں؟

جواب: نہیں! فاتحہ کے اخراجات ترکہ سے ہو یا جدا مال سے جس نے کئے اور جس نے اجازت دی اسی کے ذمے ہوں گے اگر وہ وارث ہے تو اسی کے حصے سے منہا ہوں گے۔ اور اگر سب ورثا کی اجازت سے ہوئے تو اگر سب بالغ ہیں تو سب میں تقسیم ہوں گے اور اگر کوئی نابالغ بھی تھا تو اس کی اجازت کا اعتبار نہیں لہٰذا اس کے حصے سے منہا نہیں

1... فتاوی رضویہ، 25/393۔

ہوں گے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:فی الطحطاوی التجھیز لایدخل فیه السبح والصمدیة والجمع والموائد لان ذٰلک لیس من الامور اللازمة فالفاعل لذٰلک ان کان من الوارثة یحسب علیه من نصیبه ویکون متبرعا وکذا ان کان اجنبیا طحطاوی میں ہے فاتحہ ودرود، لوگوں کا اجتماع اور ان کے لئے کھانے کا اہتمام کرنا تجہیز میں داخل نہیں کیونکہ یہ چیزیں لازمی امور میں سے نہیں، یہ کام کرنے والا اگر وارثوں میں سے ہے تو اس کے حصہ میں سے شمار ہو گا اور وہ تبرع واحسان کرنے والا قرار پائے گا اور یونہی اگر ایسا کرنے والا اجنبی ہو۔[1]

دوسری جگہ فرمایا: صَرف فاتحہ کا خواہ ترکہ میں سے ہوا ہو یا جد امال سے جس جس نے کیا انہیں کے ذمہ پڑے گا اور جس کی اجازت نہ تھی وہ اس سے بری رہے گا والمسئلة فی الفرائض من الحاشیة الطحطاویة علی الدرالمختار (یہ مسئلہ در مختار پر حاشیہ طحطاویہ کے فرائض میں سے ہے) علیٰ الخصوص دونوں نابالغ کہ ان کے ذمہ تو ہر گز نہیں ہو سکتا اگرچہ انہوں نے اجازت بھی دے دی ہو۔[2]

تجہیز و تکفین کے اخراجات

سوال: اگر کسی وارث نے تجہیز و تکفین کے اخراجات اپنے مال سے کئے اور بعد میں وہ ترکہ میں سے لینا چاہتا ہے تو کیا حکم ہے؟

1…فتاوی رضویہ، 26/125۔
2…فتاوی رضویہ، 26/130۔

جواب: جی ہاں! اگر کفن و دفن اس نے سنت کے مطابق اپنے خاص مال سے کیا ہو تو بے شک وہ بقدرِ قیمتِ کفن و دفن ترکہ سے لے سکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

فی الخانیة من باب الوصی بعض الورثة اذا قضی دین المیت اوکفن المیت من مال نفسه لایکون متطوعا وکان له الرجوع فی مال المیت والترکة ملخصا- واللہ تعالی اعلم. خانیہ کے باب الوصی میں ہے اگر کوئی وارث میت کا قرض اپنے مال سے ادا کردے یا میت کو اپنے مال سے کفن پہنادے تو وہ اس میں تبرع واحسان کرنے والا قرار نہیں پائے گا بلکہ وہ مال میت اور ترکہ میں رجوع کرسکتا ہے اھ ملخصا۔ واللہ تعالیٰ اعلم[1]

عورت کی تجہیز و تکفین کے اخراجات

سوال: عورت کی تجہیز و تکفین کے اخراجات کس پر ہیں؟

جواب: بیوی کے کفن و دفن کے اخراجات شوہر پر واجب ہیں اگرچہ مرحومہ کا ترکہ موجود ہو۔ آج کل عموماً لڑکی کے میکے والے کرتے ہیں اور نہ کرنے پر انہیں ملامت کی جاتی ہے، یہ جہالت ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

عورت کا کفن دفن شوہر پر واجب ہے اسے عورت کے ترکہ سے نہیں کرسکتا، درمختار میں ہے:"الفتوی علٰی وجوب کفنها علیه وان ترکت مالا. فتوی اس پر ہے کہ

1... فتاوی رضویہ، 26/125۔

عورت کا کفن اس کے شوہر پر واجب ہے اگر چہ وہ مال چھوڑ کر فوت ہوئی ہو۔

ردالمحتار میں ہے:الواجب علیه تکفینها و تجهیزها الشرعیان من کفن السنة اوالکفایة و حنوط واجرة غسل وحمل و دفن الخ.شوہر پر بیوی کی شرعی تجہیز و تکفین واجب ہے چاہے کفنِ سنت ہو یا کفنِ کفایت۔خوشبو، غسل کی اجرت، جنازہ اٹھانے کی اجرت اور دفن کی اجرت بھی شوہر پر واجب ہے الخ۔

بالغ بہن بھائیوں اور ماں کی پرورش کا خرچ

سوال: بڑے بھائی نے بالغ بہن بھائیوں کی پرورش اور ماں کی خدمت پر جو اخراجات کئے وہ ترکہ سے لے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں لے سکتا۔جو بالغ بہن بھائیوں کی پرورش اور شادی پر خرچ کیا وہ اسی کی طرف سے ہے جس نے خرچ کیا،ان کے حصے سے نہیں لے سکتا۔دیگر ورثا کے بالغ ہونے سے اس کی وصایت (سربراہی) منقطع ہوگئی اب جو اخراجات ان پر کرے ان کی اجازت سے کرے اگر وہ اجازت دے دیں تو ان کے حصہ میں شمار ہو سکتا ہے ورنہ اِس کی طرف سے تبرع اوراحسان ہو گا ان کے حصہ سے منہا نہیں کر سکتا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

جو کچھ اپنے ماں باپ کی خدمت میں صَرف کیا وہ کسی سے نہ پائے گا جو اپنے بہن بھائیوں کی پرورش و شادی میں اٹھایا وہ کسی سے نہ ملے گا۔

دوسری جگہ فرمایا:یہی حال صرفِ شادی (شادی کے خرچ) کا ہے جس نے صرف کیا فقط وہی

1...فتاوی رضویہ،26/312۔

اس کا متحمل ہو گا اجازت نہ دینے والوں یا نابالغوں کو اس سے کچھ تعلق نہیں وہ اپنا حصہ متروکۂ پدری سے پورا پورا پائیں گے اور صَرف شادی کا مطالبہ دختر سے نہیں ہو سکتا مگر یہ کہ اس سے ٹھہرا لیا ہو کہ ہم یہ سارا صَرف تیرے حساب میں مجرا لیں گے۔ [1]

بیوی کے نفقہ سے جو بچا

سوال: شوہر جو رقم بیوی کو خرچ کے لئے دیتا تھا بیوی اس میں سے بچا کر رکھ لیتی تھی وہ بچا ہوا مال کس کی ملک ہے۔ شوہر کی وفات کے بعد یہ شوہر کا ترکہ کہلائے گا یا نہیں؟

جواب: اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اگر شوہر بیوی کو گھر کے انتظامات کے لئے خرچ دیتا تھا جس میں سارے گھر کا خورد و نوش ہوتا ہے خود شوہر بھی اس میں شامل ہوتا ہے نوکروں کی تنخواہیں، بلز، بچوں کی فیس وغیرہ یعنی گھر کے انتظامات اور خورد و نوش کے لئے خرچ دیا جاتا ہے جیسا کہ عموماً ایسا ہی رواج ہے، تو سب مال شوہر ہی کی ملک ہے، اور بعد وفات شوہر ترکہ میں تقسیم ہو گا، عورتیں جو اس سے خفیہ بچا کر جمع کر لیتی ہیں یہ جائز نہیں۔

دوسری صورت یہ کہ شوہر نے بیوی کے نفقہ کے لئے ماہانہ کوئی مقدار مثلاً 500، 1000 مقرر کی تھی کہ وہ خاص عورت کو ہی دی جاتی ہے اس سے بیوی نے بچا کر جمع کیا تو وہ بیوی کی ملک ہے، شوہر کی وفات کے بعد وہ شوہر کے ترکہ میں تقسیم نہیں ہوں گے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

جو مال ہندہ نے خرچ خانگی سے پس انداز کر کے جمع کیا اس کی دو صورتیں ہیں اگر شوہر انتظامات خانگی کے لئے اسے روپیہ دیتا ہے جس سے سارے گھر کا خورد و نوش ہوتا ہے جس

1... فتاوی رضویہ، 26/131۔

میں خود شوہر بھی داخل، اس میں نوکروں کی تنخواہیں وغیرہ بھی شامل جیسا کہ غالب رواج یہی ہے جب تو اس مال کا مالک شوہر ہے اور عورتیں جو اس میں سے خفیہ بچاکر جمع کر لیتی ہیں یہ جائز نہیں، اور اگر شوہر نے نفقۂ زن میں کوئی مقدار مثلاً دس بیس یا سو دو سو روپے ماہوار مقرر کر دی ہے کہ وہ خاص عورت کو دی جاتی ہے اس میں سے عورت نے پس انداز کیا تو وہ عورت کی ملک ہے۔

درمختار میں ہے:

وقالوا مابقی من النفقة بها فیقضی باخرٰی.یعنی مشائخ نے کہا جو نفقہ سے بچ جائے وہ عورت کی ملکیت ہے اور قاضی مزید نفقہ اس کو دلائے گا۔

طحاوی میں ہے:

ویتفرع علیه مالوقررلها کل یوم مثلا قدرامعینا من الفضة فامرته بانفاق البعض وارادت ان تمسک الباقی فمقتضی التملیک ان لها ذٰلک وقدمناه یعنی اسی پر متفرع ہے کہ اگر عورت کے لئے یومیہ چاندی کی ایک خاص مقدار معین کی گئی عورت نے اس میں سے بعض کو خرچ کرنے کا کہا اور ارادہ کیا کہ باقی کو روک رکھے تو تملیک کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ایسا کرسکتی ہے اور ہم اس کو پہلے ذکر کرچکے ہیں۔ (1)

جس کا کوئی وارث نہ ہو

سوال: ایک عورت جس کا کوئی وارث نہیں، نہ ذوی الفرائض نہ عصبات، نہ ذوی الارحام غرض کہ کسی قسم کا کوئی رشتہ دار نہیں، اس کے ترکہ کا کیا مصرف ہوگا، اس کے شوہر کا دوسری بیوی سے ایک بیٹا ہے کیا وہ باقی ماندہ مال لے سکتا ہے؟

1...فتاوی رضویہ، 26/340۔

جواب: جس کا کوئی وارث نہیں اس کے متروکہ سے تجہیز و تکفین، قرض کی ادائیگی اور وصیت کے نفاذ کے بعد فقرا عاجزین کو تصدق کر دیا جائے گا۔ باقی رہا شوہر کا بیٹا اگر اس کے بارے میں وصیت کی تھی تو وصیت کا نفاذ ہو گا اور اگر وصیت نہ کی تھی اس کا کوئی استحقاق نہیں۔ ہاں اگر وہ فقیر عاجز ہے تو فقراء عاجزین کی مثل مستحق ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: صورتِ مستفسرہ (پوچھی گئی) میں متوفّیہ کا کل متروکہ خواہ اس کا ذاتی مال ہو خواہ شوہر کا دیا ہو البعدِ ادائے دیون وانفاذِ وصایا تمام و کمال فقرائے مسلمین کا حق ہے جو کسب سے عاجز ہوں اور ان کا کوئی کفالت کرنے والا نہ ہو۔ فی ردالمحتار ترکۃ لاوارث لھا مصرفہ اللقیط الفقیر والفقراء الذین لااولیاء لھم فیعطی منہ نفقتھم و ادویتھم وکفنھم وعقل جنایتھم کما فی الزیلعی وغیرہ وحاصلہ ان مصرفہ العاجزون الفقراء ملتقطا. ردالمحتار میں ہے کہ ایسا ترکہ جس کا کوئی وارث نہ ہو اس کا مصرف وہ لقیط ہے جو محتاج ہو اور وہ فقراء ہیں جن کے لئے کوئی ولی نہ ہوں۔ اس میں سے ان کو خرچہ، دوائیں، کفن کے اخراجات اور جنایات کی دِیتیں دی جائیں گی جیسا کہ زیلعی وغیرہ میں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس کا مصرف عاجز فقراء ہیں۔

شوہر کا بیٹا اگر فقیر عاجز ہے تو وہ بھی اور فقرائے عاجزین کے مثل مستحق ہے ورنہ اس کا اصلاً استحقاق نہیں، نہ متوفیہ کے ذاتی مال میں نہ شوہر کے دیئے ہوئے ہیں۔[1]

اللہ کریم اس کتاب کو میرے لئے، میرے والدین، اساتذہ اور پیر و مرشد کے لئے ذریعۂ نجات بنائے۔ (آمین)

1... فتاوی رضویہ، 26/209۔

ماخذ و مراجع

کتاب کا نام	مطبوعہ
قرآنِ پاک	مکتبۃ المدینہ
ترجمہ کنز الایمان	مکتبۃ المدینہ
ترجمہ کنز العرفان	مکتبۃ المدینہ
تفسیر کبیر	دار احیاء التراث العربی
تفسیر خازن	مطبعہ میمنیہ
تفسیر خزائن العرفان	مکتبۃ المدینہ
تفسیر سمرقندی	دار الکتب العلمیہ
تفسیر صاوی	دار الفکر بیروت
تفسیر طبری	دار ابن حزم بیروت
تفسیر قرطبی	دار الفکر
روح البیان	دار احیاء التراث العربی
معالم التنزیل	دار الکتب العلمیۃ بیروت
تفسیر مظہری	بلوچستان کوئٹہ
تفسیر نعیمی	نعیمی کتب خانہ گجرات
صراط الجنان	مکتبۃ المدینہ
تفسیرات احمدیہ	پشاور
در منثور	دار الکتب العلمیۃ
بخاری	دار الکتب العلمیۃ
ترمذی	دار الفکر بیروت

ابو داود	داراحیاء التراث العربی
ابن ماجہ	دارالمعرفۃ بیروت
مسند احمد	دارالفکر بیروت
معجم کبیر	داراحیاء التراث العربی
معجم اوسط	دارالکتب العلمیۃ
جامع صغیر	دارالکتب العلمیہ، بیروت
مسند ابی یعلی	دارالکتب العلمیہ، بیروت
کنزالعمال	دارالکتب العلمیہ، بیروت
مستدرک	دارالمعرفہ بیروت
مجمع الزوائد	دارالفکر، بیروت
جامع الاحادیث	دارالفکر بیروت
جمع الجوامع	دارالکتب العلمیۃ بیروت
دارقطنی	مکتبہ نشر السنۃ پاکستان
سنن الکبری للبیھقی	دارالکتب العلمیہ، بیروت
نوادرالاصول فی معرفۃ احادیث الرسول	مکتبۃ الامام البخاری القاہرہ
مسند الفردس	دارالفکر بیروت
مسند بزار	مکتبۃ العلوم والحکم
مصنف ابن ابی شیبہ	دارالفکر بیروت
الادب المفرد	دارالحدیث ملتان
نسائی	دارالکتب العلمیہ بیروت
موطاامام مالک	دارالمعرفۃ بیروت
شعب الایمان	دارالکتب العلمیہ، بیروت

کشف الخفاء	دار الکتب العلمیۃ
حلیۃ الاولیاء	دار الکتب العلمیۃ
ابن عساکر	دار الفکر بیروت
الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان	دار الکتب العلمیہ، بیروت
الترغیب والترھیب	دار الفکر بیروت
الکامل فی ضعفاء الرجال	دار الکتب العلمیۃ
اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ	المکتبۃ الرشیدیۃ کوئٹہ
مرأۃ المناجیح	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
ارشاد الساری	دار الفکر بیروت
التیسیر شرح جامع الصغیر	دار الحدیث مصر
شرح النووی علی صحیح المسلم	دار الکتب العلمیۃ بیروت
عمدۃ القاری	دار الحدیث
فتح الباری	دار الکتب العلمیۃ بیروت
لمعات التنقیح	مرکز الاولیاء لاہور
فیض القدیر	دار الکتب العلمیۃ بیروت
مرقاۃ المفاتیح	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
احیاء العلوم	دار الکتب العلمیۃ
فتاوی ہندیہ	دار الفکر بیروت
مراقی الفلاح	باب المدینہ کراچی
الاشباہ والنظائر معہ غمز عیون البصائر	دار الکتب العلمیہ، بیروت
بحر الرائق	کوئٹہ
بدائع الصنائع	دار احیاء التراث العربی

تبیین الحقائق	دارالکتب العلمیہ بیروت
تنویر الابصار	دارالمعرفہ بیروت
جوہرۃالنیرہ	باب المدینہ کراچی
حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح	دارالکتب العلمیہ
المبسوط للسرخسی	دارالکتب العلمیہ
طحطاوی علی مراقی الفلاح	دارالکتب العلمیہ
فتح القدیر	کوئٹہ
درِّ مختار	دارالمعرفہ بیروت
ردالمحتار	دارالمعرفہ بیروت
الاختیار لتعلیل المختار	دارالکتب العلمیہ
الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	دارالکتب العلمیہ
شرح الزرقانی علی المواہب	دارالکتب العلمیہ
شرح العقائد	مکتبۃ المدینہ
شرح فقہ اکبر	دائرہ معارف نظامی
القاموس المحیط	داراحیاء التراث العربی
کتاب التعریفات	دارالمنار
کتاب المغازی	مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات۔بیروت
فتاوی رضویہ	رضافاؤنڈیشن لاہور
وقار الفتاوی	بزم وقار الدین
فتاوی امجدیہ	مکتبہ رضویہ،باب المدینہ
فتاوی اہلسنت	ویب ایڈیشن

فتاوی بریلی شریف	زاویہ پبلشرز
فتاوی خلیلیہ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز
فتاوی فیض الرسول	شبیر برادرز
فتاوی ملک العلماء	ارشاد احمد رضوی، بریلی شریف
حبیب الفتاوی	شبیر برادرز
بہار شریعت	مکتبۃ المدینہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیّٖن

کروڑوں شافعیوں کے عظیم پیشوا حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں ایک مدّت تک اہلُ اللہ کی صحبت سے فیضیاب رہا، ان کی صحبت سے مجھے دو اَہم باتیں سیکھنے کو ملیں:

(1) وقت تلوار کی طرح ہے، تم اس کو (نیک اعمال کے ذریعے) کاٹو ورنہ (فضولیات میں مشغول کرکے) یہ تم کو کاٹ ڈالے گا (2) اپنے نفس کی حفاظت کرو، اگر تم نے اس کو اچھے کام میں لگا کر نہ رکھا تو یہ تم کو کسی بُرے کام میں لگا دے گا۔

(تایید الحقیقۃ العلیہ للسیوطی ص 14 سے خلاصہ)

فیضانِ مدینہ، محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی کراچی

UAN +92 21 111 25 26 92   0313-1139278

www.maktabatulmadinah.com / www.dawateislami.net

feedback@maktabatulmadinah.com / ilmia@dawateislami.net